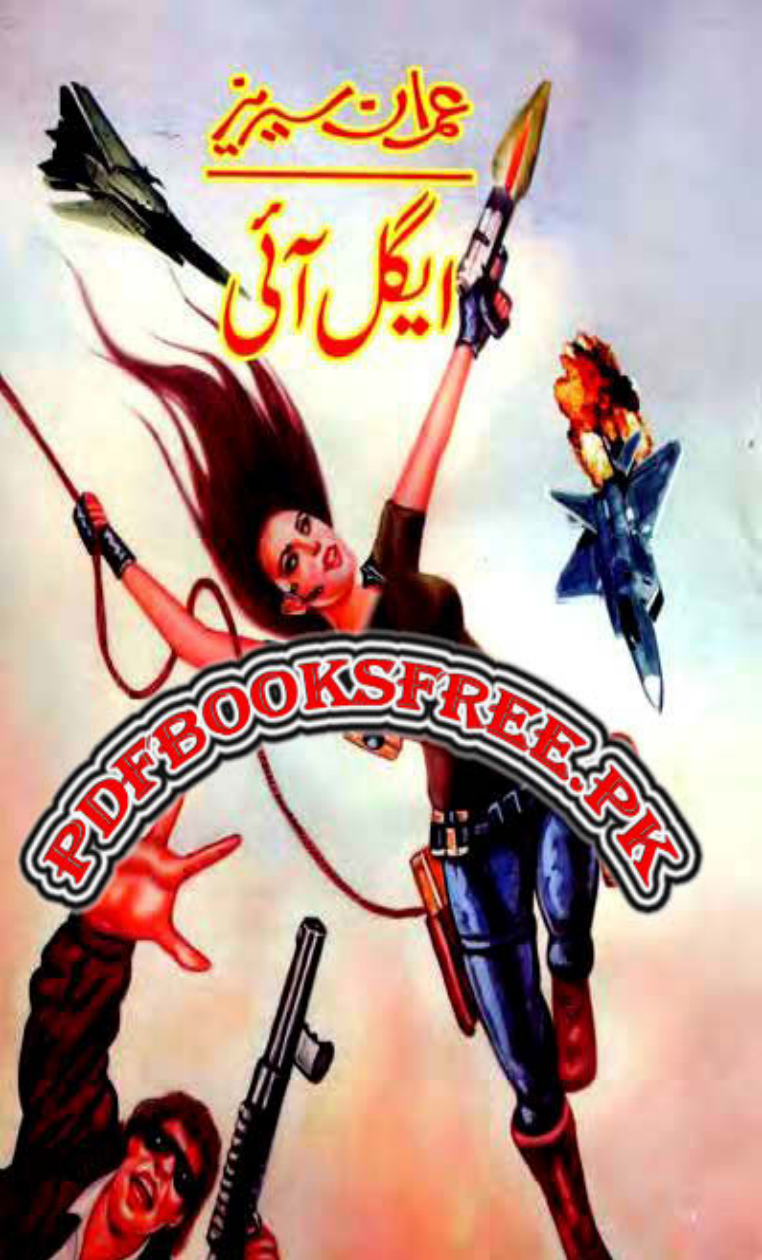


عمرات سیریز

ایگل آئی



محترم قارئین السلام علیکم!

عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کا نیا کارنامہ ”ایگل آئی“ آپ کی خدمت میں پیش ہے۔ یہودی قوم ایک ایسی قوم ہے جس کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے کئی پیغمبروں کو اسی قوم میں بھیجا تھا اور پھر ہمارے پیارے نبی اور آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو تمام اقوام عالم کا پیغمبر بنایا لیکن یہودی آپ ﷺ پر ایمان نہ لائے اور راندہ درگاہ الہی ٹھہرے۔ حضور ﷺ کے زمانے سے ہی یہودی اسلام دشمنی میں مبتلا ہیں اور آج بھی وہ امن و آشتی کے دنیاوی تقاضوں کو پس پشت ڈال کر مسلمانوں اور دین اسلام کے سب سے بڑے دشمن بنے ہوئے ہیں۔ وہ مظلوم عرب مسلمانوں کو انہی کے ملک میں یرغمال بنا کر ان پر ظلم و ستم کر رہے ہیں اور دوسرے مسلم ممالک کو بھی نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ خاص طور پر پاکیشیا کے تو وہ بدترین دشمن ہیں کیونکہ پاکیشیا مسلم دنیا کی سب سے بڑی اور ایٹمی طاقت ہے۔ اسرائیل کو شوگران اور پاکیشیا کی بے مثال دوستی بھی ایک آنکھ نہیں بھاتی اور اس کی ہمیشہ سے یہی کوشش رہی ہے کہ اس دوستی میں ایسی دراڑیں ڈالی جائیں کہ شوگران پاکیشیا سے متنفر ہو کر پاکیشیا سے ہر قسم کے تعلقات اور روابط ختم کر دے تاکہ پاکیشیا میں شوگران کی مدد و تعاون سے جاری معاشی، سائنسی، تعلیمی اور اقتصادی ترقی کا عمل رک جائے اور اس طرح پاکیشیائی حکام کا انحصار صرف اسرائیل کے آقا اکیمریمیا پر ہی رہ جائے تاکہ اکیمریمیا، پاکیشیا میں

عمران تیار ہو کر سٹنگ روم میں آیا اور صوفے پر بیٹھ کر سلیمان کو آواز دے کر ناشتا لانے کی ہدایت کرنے کے بعد میز پر رکھا اخبار اٹھا لیا اس نے سرسری انداز سے خبروں کی سرخیاں دیکھنا شروع کر دیں۔ وہ اخبار کا مطالعہ ہمیشہ ناشتے کی میز پر ہی کیا کرتا تھا البتہ وہ خبروں کی تفصیل نہیں پڑھتا تھا صرف اہم خبروں کو ہی پوری طرح دیکھتا تھا۔ آج کوئی اہم خبر نہیں تھی، اس لئے اس نے چند منٹوں میں ہی تمام شہ سرخیاں پڑھ لیں اور پھر ابھی اس نے اخبار میز پر رکھا ہی تھا کہ اچانک فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے چونک کر فون کی طرف دیکھا اور بڑھ کر رسیور اٹھا لیا۔

”ہیلو۔ علی عمران ابن عبدالرحمن چنگیزی بول رہا ہوں“..... عمران نے

کہا۔

”صفر بول رہا ہوں عمران صاحب۔ کیسے مزاج ہیں“..... دوسری

طرف سے صفر کی آواز سنائی دی۔

من مانی کر کے پاک سرزمین پر بھی بہادرستان اور ایراک کی طرح قابض ہو جائے۔

چنانچہ اسرائیل نے ان مقاصد کے لئے اکیرمیا کی ایک طاقتور ایجنسی کو اپنے ناپاک مشن پر پاکیشیا بھیجا اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے باخبر ہونے سے پہلے ہی اسرائیلی اور اکیرمین ایجنٹوں نے مشن مکمل کر لیا۔ جب عمران کو سوپر فیاض کے ذریعے اطلاع ملی تو عمران اور سیکرٹ سروس میدان میں کود پڑی۔ مجرم مشن میں کامیاب ہو چکے تھے لیکن عمران کو نہ صرف ان کی کامیابی کو ناکامی میں تبدیل کرنا تھا بلکہ اس مشن کے نتیجے میں حاصل ہونے والے اسرائیلی مقاصد کو بھی شوگران اور اقوام عالم کے سامنے بے نقاب کرنا تھا تاکہ شوگران کو یقین ہو جائے کہ اصل مجرم کون تھے اور انہوں نے اتنا خوفناک پلان کیوں بنایا۔

کیا عمران اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکا؟ اس کا اندازہ آپ کو ناول پڑھ کر ہی ہو سکے گا۔ امید ہے آپ مطالعہ کرنے کے بعد بذریعہ ڈاک اپنی قیمتی آراء اور مفید مشوروں و بے لاگ تبصروں سے مجھے ضرور مطلع کریں گے تاکہ آپ کی آراء اور مشوروں کی روشنی میں اگلے ناول کو خوب سے خوب تر بنا سکوں۔ اب اجازت دیجئے۔

والسلام

صفر شاہین

”مزاج ویسا ہی ہے جیسے خالی پیٹ ہوتا ہے“..... عمران نے ٹھنڈا سانس لے کر کہا۔

”گویا آپ نے ابھی تک ناشتہ نہیں کیا“..... صفدر نے ہنس کر کہا۔
 ”ہاں۔ کیا تمہیں میرے خالی پیٹ کی گڑ گڑ کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں“..... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”نہیں تو۔ کیا آپ نے فون کا رسیور پیٹ سے لگا رکھا ہے۔“ صفدر کی ہنستی ہوئی آواز سنائی دی۔

”نہیں برخوردار۔ پیٹ سے لگایا تو تمہاری آواز سن کر پیٹ میں دوڑنے والے چوہے خوفزدہ ہو کر بھاگ جائیں گے اور میری بھوک ختم ہو جائے گی۔ نتیجے میں میرے حصے کا ناشتا بھی سلیمان پاشا کو کھانا پڑے گا“..... عمران نے مسکرا کر کہا۔

”خیر۔ سرکس کے بارے میں کیا خیال ہے“..... صفدر نے پوچھا۔
 ”سرکس اچھی تفریح ہے۔ سیرکٹ ایجنٹ کو سرکس دیکھنے سے کافی فائدہ ہوتا ہے“..... عمران نے چونک کر کہا۔

”وہ کیسے۔ صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”بھئی۔ سرکس دیکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ قلابازی کیسے لگائی جاتی ہے، ریچھ کی طرح سائیکل کیسے چلایا جاتا ہے، ایک انچ چوڑی تار پر رقص کرنا، بلندی سے نیچے چھلانگ لگانا، سر کے بل تار پر چلنا وغیرہ سب کچھ سرکس میں ہی دکھایا جاتا ہے“..... عمران نے جواب میں کہا۔

”اچھا۔ تو کیا آپ سرکس دیکھنا پسند کریں گے۔ آج کل نیشنل گراؤنڈ

میں ایک غیر ملکی سرکس لگا ہوا ہے“..... صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

”تو کیا تم جا رہے ہو سرکس دیکھنے“..... عمران نے چونک کر کہا۔

”جی ہاں۔ آج کل کوئی کیس نہ ہونے کے سبب کافی بوریت ہو رہی

ہے۔ سرکس میں اچھا وقت پاس ہو جاتا ہے“..... صفدر نے کہا۔

”اور کون کون جائے گا تمہارے ساتھ“..... عمران نے پوچھا۔

”آپ اور مس جولیا۔ ابھی میں فون پر انہیں دعوت دوں گا سرکس

دیکھنے کی“..... صفدر نے جواب میں کہا۔

”لیکن میں صرف کھانے کی دعوت قبول کیا کرتا ہوں۔ سرکس دیکھنے

سے میرا پیٹ نہیں بھرتا“..... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

”بے فکر رہیں۔ اکٹھے کھانا کھائیں گے۔ ابھی میں مس جولیا سے

بات کر کے بکنگ کراتا ہوں۔ آپ تیار رہیں“..... صفدر کی ہنستی ہوئی

آواز آئی۔

”ارے مس سے میرا ذکر مت کرنا۔ ورنہ وہ جانے سے انکار کر دے

گی“..... عمران نے بوکھلا کر کہا۔

”نہیں۔ انہیں آپ کے جانے پر کوئی اعتراض نہ ہو گا“..... صفدر

نے جلدی سے کہا۔

”اور اگر اس نے بھرے سرکس میں سینڈل اتار لیا تو پھر۔ نہیں

پیارے وہ بڑی ہتھ چھٹ عورت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ سرکس کے شائقین کو

ایک ٹکٹ میں دو مزے مل جائیں“..... عمران نے برا سا منہ بنا کر کہا تو

صفدر ہنسنے لگا۔

”ایک ٹکٹ میں دو مزے تو سینما ہال میں ہوتے ہیں جناب“۔ صفدر کی آواز آئی۔

”لیکن میرے جانے پر بھی لوگوں کو دو مزے ملیں گے۔ جولیا مجھے تنگنی کا ناچ نچائے گی اور میں اس بڑھاپے میں ناچ کر اپنی عاقبت خراب نہیں کر سکتا اس لئے میں تمہارا ساتھ نہیں دوں گا۔ فی الحال یہی سمجھو کہ چوہا لندوا ہی بھلا۔ اوکے“..... عمرن نے مسکراتے ہوئے کہا اور فون کا رسیور رکھا ہی تھا کہ سلیمان کمرے میں داخل ہوا۔ وہ ناشتا لایا تھا۔

”صاحب۔ چوہا کہاں ہے“..... سلیمان نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

”میرے پیٹ میں دوڑ رہا ہے۔ تم جلدی ناشتا لگاؤ ایسا نہ ہو کہ چوہا باہر نکل کر تمہیں کاٹ لے“..... عمران نے جواب میں کہا۔

”واہ صاحب۔ چوہا مجھے کیسے کاٹ سکتا ہے۔ چوہے تو میرے احسان مند ہیں“..... سلیمان نے ہنس کر کہا اور میز پر ناشتا سجانے لگا۔

”احسان مند کیوں ہیں۔ تم نے ان پر کون سا احسان کیا ہے“۔ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”میں ان کی خوراک کا خیال رکھتا ہوں۔ وہ انڈے کھا جاتے ہیں، ڈبل روٹی کتر ڈالتے ہیں اور میں نے انہیں کبھی نہیں روکا۔ ابھی میں آپ کے لئے انڈے ابال رہا تھا تو وہ اطمینان سے ڈبل روٹی سے پیٹ پوجا کر رہے تھے۔ البتہ آپ کے لئے چوہوں نے چند سلاکس چھوڑ دیئے تاکہ ان کا جو ساتھی چوہا آپ کے پیٹ میں ہے۔ وہ بھوکا نہ رہ جائے۔“

سلیمان نے بڑے اطمینان سے کہا۔

”کیا۔ کیا یہ اسی ڈبل روٹی کے سلاکس ہیں“..... عمران نے پلیٹ میں رکھے سلاکس دیکھتے ہوئے غضبناک لہجے میں کہا۔

”گھبرا نہیں مت۔ چوہے جہاں جہاں سے سلاکس کترتے ہیں میں وہاں سے کاٹ کر برابر کر دیا کرتا ہوں“..... سلیمان نے جلدی سے کہا۔

”شٹ اپ۔ لے جاؤ یہ سلاکس اور اپنے رشتہ دار چوہوں کو کھلا دو۔ میں نہیں کھاؤں گا“..... عمران نے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”نہیں صاحب۔ یہ تو تازہ ڈبل روٹی کے سلاکس ہیں۔ میں قسم کھانے کو تیار ہوں“..... سلیمان نے سہم کر کہا۔

”پھر ٹھیک ہے۔ اب تم دفع ہو جاؤ اور مجھے ناشتا کرنے دو“۔ عمران نے سر ہلا کر کہا اور ناشتا کرنے لگا تو سلیمان مسکراتا ہوا مڑا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ چند لمحوں بعد ہی فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے غصے سے میز پر رکھے فون کی طرف دیکھا اور سر جھٹک کر دوبارہ ناشتا کرنے لگا۔ فون کی گھنٹی دوبارہ بج اٹھی لیکن اس مرتبہ عمران نے فون کی طرف دیکھنے کی زحمت تک نہ کی۔

”ارے بارچی خانے۔ کیاؤں۔ ذرا دیکھنا تو۔ چباؤں۔ صبح صبح کس کے پیٹ میں۔ میاؤں۔ آؤں۔ مروڑ اٹھا ہے۔ کہ چباؤں۔ ناشتا بھی۔ چباؤں جاؤں۔ نہیں کرنے دے رہا“..... عمران نے چلاتے ہوئے بلند آواز میں سلیمان سے کہا تو اس کی آواز میں نوالہ چبانے کی بھی عجیب و غریب سی آوازیں شامل تھیں۔

”صاحب۔ کیا آپ کے چوہے کو پکڑنے کے لئے کوئی بی بی کا بچہ کمرے میں گھس آیا ہے“..... جواب میں کچن سے سلیمان کی آواز ابھری۔

”ارے باورچی کی دم۔ یہاں بلی کا کیا کام“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”تو کیا یہ چباؤں میاؤں چباؤں، کیاؤں کسی کتے کے پلے کی آوازیں ہیں صاحب۔ بہر حال میں ذرا ناشتا کر لوں، پھر اس خبیث کو باہر نکالتا ہوں دم سے پکڑ کر“..... سلیمان کی آواز سنائی دی تو عمران نے غصے سے جڑے بھینچ لئے لیکن غصہ ضبط کر گیا کہ اسی سے حماقت سرزد ہوئی تھی۔

”الو کے پٹھے۔ گھنٹی بج رہی ہے“..... عمران نے غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

”کس کی صاحب۔ آپ کی یا میری“..... سلیمان نے پوچھا۔ وہ بھی شاید حماقت کے موڈ میں تھا۔

”گدھے آدمی۔ فون کی گھنٹی ہے۔ کیا تم بہرے ہو“..... عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

”فون کی ہے تو پھر گھبرانے کی بات نہیں ہے صاحب۔ آپ اطمینان سے ناشتا کریں۔ گھنٹی تھک ہار کر خود ہی ٹر ٹرانا بند ہو جائے گی“۔ سلیمان نے بڑے اطمینان سے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

”بکو مت۔ یہ بجنا بند ہو گئی تو میں تمہارا باجا بجا دوں گا خبیث

باورچی“..... عمران نے دھاڑتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”تو خفا کیوں ہوتے ہیں صاحب۔ میں نے کب چاہا ہے کہ یہ بجنا بند ہو جائے۔ میری بلا سے بجتی رہے دن رات صبح شام، اندھیرے سویرے جب اس کا دل چاہے“..... سلیمان نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے برا سامنہ بنا کر کہا۔

”اچھا۔ یہ بات ہے“..... عمران نے اسے گھورتے ہوئے جارحانہ لہجے میں کہا اور ہاتھ میں موجود انڈا واپس پلیٹ میں رکھ دیا تو سلیمان گھبرا گیا۔

”نن۔ نہیں۔ صاحب۔ یہ بات نہیں وہ بات ہے۔ بلکہ بات کا پتنگلو ہے“..... سلیمان نے بوکھلا کر کہا اور جلدی سے آگے بڑھ کر فون کا رسیور اٹھا لیا۔

”ہیلو۔ سلیمان بولتی ہے خوجہ“..... سلیمان نے رسیور کان سے لگا کر پشتون لب و لہجے میں کہا۔

”فیاض بول رہا ہوں“..... دوسری طرف سے سوپر فیاض کی غصیلی آواز سنائی دی تو سلیمان بوکھلا گیا۔

”ارے باپ رے باپ۔ یہ تو اپنے کپتان صاحب ہیں“۔ سلیمان نے گھبرا کر عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”کون سے کپتان۔ کرکٹ ٹیم کے یا ہاکی ٹیم کے“..... عمران نے چونک کر پوچھا۔

”مجھے تو ڈوبتے ہوئے بحری جہاز کے کپتان معلوم ہوتے ہیں“۔

سلیمان نے جواب میں کہا۔

”بکومت۔ میں وہیں آ کر تمہاری خبر لیتا ہوں۔ عمران سے کہو کہ میرے آنے تک فلیٹ میں رہے“..... فون پر سوپر فیاض کی غصے سے چیختی ہوئی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو سلیمان نے بھی رسیور رکھ دیا۔

”کیا کہہ رہا تھا سوپر“..... عمران نے پوچھا۔

”آپ سے ملنے آ رہے ہیں۔ کہہ رہے تھے کہ ان کے آنے تک آپ فلیٹ میں ہی رہیں“..... سلیمان نے برا سا منہ بنا کر کہا۔
”اللہ خیر کرے۔ کوئی اہم معاملہ معلوم ہوتا ہے“..... عمران نے چوکتے ہوئے کہا۔

”یقیناً وہ میری شادی کے سلسلے میں بات کرنے آ رہے ہیں۔“
سلیمان نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔
”شادی۔ پہلے آئینے میں شکل تو دیکھو۔ پھر شادی کے خواب دیکھنا۔“
عمران نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

”یہ کون سا مشکل کام ہے صاحب۔ شادی کے لئے تو میں لاکھوں بار آئینہ دیکھ سکتا ہوں“..... سلیمان نے چپکتے ہوئے کہا اور دیوار گیر الماری میں نصب آئینے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے آئینے میں اپنی صورت دیکھی اور مڑ کر قریب آ گیا۔

”لیجئے۔ دیکھ آیا ہوں اپنی شکل۔ اب کریں شادی کی بات۔“ سلیمان نے احمقانہ لہجے میں کہا۔

”بھاگ جاؤ گھاڑ کہیں کے۔ دماغ مت خراب کرو صبح صبح۔ سوپر آ رہا ہے تو خود ہی تمہیں شادی کی بات بتائے گا۔ تم برتن سنبھالو اور میز صاف کر دو“..... عمران نے ہاتھ اٹھا کر غصیلے لہجے میں کہا۔

”یعنی میں برتن سنبھالوں کہ دل کو سنبھالوں۔ میری شادی کی بات چلی آ رہی ہے“..... سلیمان نے برتن اٹھاتے ہوئے ہنس کر کہا۔
”تیرا سر دیکھوں یا جوتا اتاروں۔ تیری کھوپڑی مجھے ٹوٹتی نظر آ رہی ہے“..... عمران نے جواب میں غراتے ہوئے کہا۔

”میرا خیال ہے آپ میری خوشی نہیں دیکھنا چاہتے“..... سلیمان نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

”کیوں نہیں۔ کیا وہ آج آئی تھی“..... عمران نے چونک کر کہا۔
”کون“..... سلیمان نے حیرت سے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”وہی مس خوشی جس کی تم نے بات کی ہے“..... عمران نے مسکرا کر کہا۔

”لاحول والا قوۃ۔ میں نے صرف خوشی کہا ہے، مس خوشی نہیں کہا“..... سلیمان نے ناگوار لہجے میں کہا۔
”گھبراؤ نہیں۔ میں ساری نہیں لوں گا۔ آدھی آدھی کر لیں گے۔“
عمران نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

”آپ نے آدھی لے کر کیا کرنا ہے صاحب۔ آپ کے لئے پوری مس جو لیا ہی کافی ہے“..... سلیمان نے یکدم مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں پیارے۔ وہ تو پٹھے پر ہاتھ بھی نہیں رکھنے دیتی۔ میں تو تمہارے والی خوشی لوں گا“..... عمران نے اصرار کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ کیا آپ سنجیدہ ہیں صاحب“..... سلیمان نے چونک کر کہا۔

”بالکل سنجیدہ ہوں۔ بلکہ رنجیدہ بھی ہوں“..... عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اچھا تو پھر نکالیں۔ دو ہزار روپے۔ میں بھاگ کر لڈو لے آتا ہوں“..... سلیمان نے عمران کی طرف ہاتھ دراز کرتے ہوئے کہا تو عمران چونک پڑا۔

”کیا۔ دو ہزار روپے کے لڈو۔ تم نے لڈو کھانے ہیں یا بس اسٹینڈ پر جا کر بیچنے ہیں“..... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”صاحب۔ میری خوشی اب آپ کی خوشی ہے اور میں اس خوشی میں لڈو بانٹنا چاہتا ہوں“..... سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”لیکن بانٹو گے کہاں۔ کون لینے آئے گا یہاں“..... عمران نے جواب میں کہا اور اسی لمحے ڈور بیل بج اٹھی۔

”لہجے۔ لڈو کھانے والے خود ہی آ گئے ہیں۔ ان کے استقبال کے لئے تیار ہو جائیں“..... سلیمان نے چہکتے ہوئے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے بیردنی دروازے کے قریب پہنچ کر دروازہ کھولا تو باہر کھڑے سوپر فیاض کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ فیاض اسے گھور رہا تھا۔

”آئیے۔ آئیے کپتان صاحب۔ تشریف لائیے میں آپ کا ہی انتظار کر رہا تھا“..... سلیمان نے سنبھل کر پیچھے ہٹتے ہوئے خوشامدانہ لہجے

میں کہا۔

”کس لئے انتظار کر رہے تھے“..... سوپر فیاض نے سخت لہجے میں پوچھا۔

”آپ نے خود ہی تو فون پر حکم دیا تھا کہ آپ کے آنے تک فلیٹ میں ہی رہوں، ضروری بات کرنی ہے“..... سلیمان نے اسے یاد دلاتے ہوئے کہا۔

”کون سی بات“..... سوپر فیاض نے چونک کر کہا اور اندر آ گیا۔

”وہی۔ میری شادی کی بات“..... سلیمان نے شرمانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”شٹ اپ“..... سوپر فیاض نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا اور سینک روم کی طرف بڑھ گیا۔ سلیمان نے برا سامنہ بنایا اور دروازہ بند کر کے اس کے پیچھے بڑھتا چلا گیا۔ سوپر فیاض کمرے میں داخل ہوا اور عمران کو موجود دیکھ کر اس نے اطمینان کا سانس لیا۔

”آؤ سوپر۔ خیریت تو ہے۔ آج صبح ہی صبح“..... عمران نے مسکرا کر سوپر فیاض سے کہا تو اسی لمحے سلیمان بھی اندر آ کر ان کی باتیں سننے لگا۔

”ہاں۔ بڑا غضب ہو گیا عمران“..... سوپر فیاض نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار اچھل پڑا۔

”اوہ۔ کیا خود کش دھماکا۔ یا سونامی والا زلزلہ“..... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”نہیں۔ ایک سفیر کو اغوا کر لیا گیا ہے اور جانتے ہو وہ سفیر کون

تھا..... سوپر فیاض نے کہا۔

”یقیناً امن کا سفیر ہو گا یا تقامت کا“..... عمران نے وثوق بھرے لہجے میں کہا۔

”وہ شوگرانی سفیر تھا“..... سوپر فیاض نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو اس مرتبہ عمران کو حقیقتاً حیرت کا زور دار جھٹکا لگا اور وہ سناٹے میں آ گیا۔ شوگرانی سفیر کا اغوا معمولی بات نہیں تھی۔ شوگران، پاکیشیا کا دنیا میں سب سے گہرا اور مخلص دوست تھا۔ پاکیشیا کی ہر مصیبت میں کام آنے والا اور ہر شعبہ میں تعاون اور امداد کرنے والے اس ملک کے سفیر کے اغوا سے دونوں دوست ملک کے درمیان غلط فہمیاں اور تعلقات میں بے اعتمادی پیدا ہو سکتی تھی۔

یہ پہلا موقع تھا کہ پاکیشیا کی سر زمین پر کسی شوگرانی سفیر کو اغوا کر لیا گیا تھا اس لئے عمران کا سناٹے میں آ جانا فطری رد عمل تھا۔ ایک دو لمحوں بعد عمران کے پوچھنے پر سوپر فیاض نے اس سلسلے میں تفصیلات بتائیں اس کے مطابق آج صبح پانچ بجے چند نامعلوم نقاب پوشوں نے شوگرانی سفارتخانہ کی حدود میں سفیر کی رہائش گاہ پر حملہ کیا اور فائرنگ کر کے دو گارڈ کو شدید زخمی کرنے کے بعد سفیر کے بیڈ روم میں داخل ہو گئے۔ جہاں انہوں نے سفیر کو بے ہوش کیا۔ سفیر کی بیگم نے شور کرنے کی کوشش کی تو اسے بھی سر پر ضرب لگا کر بے ہوش کر دیا۔ ان افراد کے ریوالور بے آواز تھے اس لئے سفارتخانے کے عملہ کو خبر نہ ہو سکی۔ صبح سات بجے ایک ملازم بیڈ ٹی لے کر سفیر کے کمرے میں گیا تو دروازہ کھلا

تھا اور کمرے کے اندر سفیر کی بیگم اور دونوں گارڈز بے ہوش پڑے تھے۔ ملازم نے فوری طور پر سفارتخانے کے عملہ کو اطلاع دی اور پولیس کے آنے پر سفیر کی بیگم کو ہوش میں لایا گیا تو اس نے واقعہ کے بارے میں بتایا۔ سوپر فیاض نے اطلاع ملنے پر سفارتخانے جا کر تحقیقات کیں اور اپنے آفس میں پہنچ کر سر عبدالرحمن کو رپورٹ دی تو انہوں نے اسے فوری طور پر شوگرانی سفیر کی بازیابی کا حکم دیا۔ سوپر فیاض نے کئی ٹیمیں تشکیل دے کر اغوا کاروں کی تلاش میں دوڑا دیں لیکن تین گھنٹے گزرنے کے باوجود کوئی ٹیم شوگرانی سفیر اور اسے اغوا کرنے والوں کا سراغ نہیں لگا سکی تھی اور سوپر فیاض کے پاس ارب اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ اس سلسلے عمران کی مدد حاصل کرتا۔

”عمران۔ شوگرانی سفیر کی بازیابی اور مجرموں کی گرفتاری کے لئے مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ میں تمہیں منہ مانگا معاوضہ دینے کو تیار ہوں“..... سوپر فیاض نے تفصیلات بتانے کے بعد بالآخر انداز میں عمران سے کہا۔

”کتنا خرچ کر سکتے ہو سوپر۔ ایک لاکھ، دو لاکھ یا تین لاکھ“۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا“..... سوپر فیاض نے حیرت کی شدت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ یہ عام کیس نہیں ہے سوپر۔ شوگرانی سفیر کا معاملہ ہے۔“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔

”میں پچاس ہزار تک دے سکتا ہوں“..... سوپر فیاض نے آہستہ سے کہا۔

”اللہ سے خوف کھائیں کپتان صاحب۔ اتنی رقم میں تو چور بھی نہیں پکڑا جا سکتا۔ آپ اغوا کاروں کو پکڑوانے آئے ہیں“..... دروازے کے پاس کھڑے سلیمان نے جلدی سے کہا۔

”یکومت۔ کیا تم نے حصہ بانٹنا ہے“..... سوپر فیاض نے سلیمان کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”بالکل۔ صاحب کی نصف انکم کو خرچ کرنا میرا اخلاقی، سیاسی، قانونی اور گھریلو فرض ہے“..... سلیمان نے سر ہلا کر کہا۔

”عمران۔ اس احمق سے کہو کہ مجھے غصہ نہ دلائے۔ میں پہلے ہی پریشان ہوں“..... سوپر فیاض نے سلیمان کو گھورتے ہوئے عمران سے کہا۔

”سلیمان کے بچے۔ کچھ شرم کرو۔ کیوں سوپر فیاض کا دماغ خراب کرتے ہو۔ تمہیں نصف حصہ چاہئے نا۔ میں پورا معاوضہ تمہیں دے دوں گا“..... عمران نے سلیمان کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”تو پھر آپ کیا خرچ کریں گے صاحب“..... سلیمان نے چونک کر کہا۔

”میں کسی دوسرے سفیر کے اغوا کا انتظار کروں گا“..... عمران نے ٹھنڈا سانس لے کر کہا۔

”اور اگر کوئی دوسرا سفیر اغوا نہ ہوا تو پھر“..... سلیمان نے پوچھا۔

”تو پھر میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ قتل کے کیس کا زیادہ معاوضہ ملتا ہے“..... عمران نے بڑے اطمینان سے کہا۔

”لا حول ولا قوۃ۔ گویا آپ مجھے قتل کر کے کپتان صاحب سے رشوت لیں گے“..... سلیمان نے برا سامنہ بنا کر کہا۔

”مجبوری ہے۔ آخر تمہارے کفن دفن کے لئے رقم کہاں سے لاؤں گا“..... عمران نے کہا۔

”تم کیوں اس احمق سے مغر ماری کر رہے ہو۔ کام کی بات کرو“۔ فیاض نے ناگوار لہجے میں عمران سے کہا۔

”ٹھیک ہے سوپر۔ میں اس کیس میں تمہاری مفت مدد کروں گا۔ تم بھی کیا یاد کرو گے“..... عمران نے مسکرا کر کہا تو سلیمان اچھل پڑا۔

”کیا۔ مگر صاحب میرا نصف حصہ“..... سلیمان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”شٹ اپ۔ تم چاہتے ہو کہ میں رشوت کھاؤں“..... عمران نے غصے سے سلیمان کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”کون کہہ رہا ہے کہ آپ کھائیں۔ کھاؤں گا تو میں۔ آپ نے تو صرف لینی ہے رشوت“..... سلیمان نے جلدی سے کہا۔

”اچھا۔ آؤ پھر پہلے میں تمہیں کھلا دیتا ہوں“..... عمران نے صوفے سے اٹھتے ہوئے جارحانہ لہجے میں کہا تو سلیمان گھبرا گیا۔ دوسرے لمحے

وہ مڑا اور دوڑتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا تو عمران مسکرا کر صوفے پر بیٹھ گیا۔

پاؤں مارو تا کہ سفیر کو جلد بازیا ب کرایا جا سکے“..... عمران نے کہا۔
 ”میں سمجھا نہیں جناب“..... بلیک زیرو کی چوکتی ہوئی آواز آئی۔
 ”یار تم ایکسٹو ہو یا حجام کہ تمہیں سمجھانا پڑے۔ یہاں سے بال کاٹو
 اور یہاں سے چھوڑ دو۔ کنویں کے مینڈک بن کر دانش منزل میں ہی
 پڑے اینڈ تے رہتے ہو۔ کبھی کبھی باہر بھی نکلا کرو تا کہ تمہیں پتا چلے کہ
 بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے“..... عمران نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

”رائٹ سر۔ اور کوئی حکم“..... بلیک زیرو نے مودبانہ لہجے میں کہا۔
 ”تم اپنے طور پر اس واقعہ میں ملوث عناصر کا سراغ لگاؤ اور ممبرز کو
 بھی احکامات جاری کر دو۔ خاص طور پر غیر ملکیوں کو چیک کیا جائے۔
 میرے اندازے کے مطابق اغوا کار پاکیشیائی نہیں ہو سکتے بلکہ وہ پاکیشیا
 اور شوگران کے مشترکہ دشمن ہو سکتے ہیں اور وہ اس اقدام سے دونوں
 ملکوں کے دوستانہ تعلقات میں دراڑ ڈالنا چاہتے ہیں“..... عمران نے
 وثوق بھرے لہجے میں کہا۔

”رائٹ سر۔ میں سمجھ گیا ہوں۔ کیا یہ کیس ہمارے محکمے کے سپرد کیا
 گیا ہے“..... بلیک زیرو نے پوچھا۔

”نہیں۔ لیکن یہ انٹیلی جنس کے بس کا روگ بھی نہیں ہے۔ فی الحال
 تو سوپر فیاض کوشش کر رہا ہے لیکن آخر کار ہمیں ہی کوشش کرنا پڑے گی
 اس لئے ہمیں اس سلسلے میں ابھی سے کام شروع کر دینا چاہئے۔“ عمران
 نے جواب میں کہا۔

”میں سمجھ گیا ہوں سر۔ میں یہ سمجھ رہا تھا کہ حکومت نے باضابطہ طور

”اچھا عمران۔ میں چلتا ہوں۔ تم کامیابی حاصل کرتے ہی مجھے
 اطلاع دے دینا“..... سوپر فیاض نے صوفے سے کھڑے ہو کر کہا۔
 ”بے فکر رہو سوپر۔ میں تمہیں اپنی کوششوں سے مطلع کرتا رہوں گا۔“
 عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور سوپر فیاض دروازے کی طرف بڑھ گیا۔
 اس کے جانے کے بعد عمران کا ذہن برق رفتاری سے سوچنے لگا کہ
 شوگران کے سفیر کو اغوا کرنے والے کون ہو سکتے ہیں اور ان کے مقاصد
 کیا ہیں۔ چند لمحوں بعد اس نے میز پر رکھے فون کا ریسیور اٹھایا اور تیزی
 سے دانش منزل کے نمبر پر پریس کر۔ نے لگا۔
 ”ہیس۔ ایکسٹو“..... رابطہ قائم ہونے پر دوسری طرف سے بلیک زیرو
 نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”عمران بول رہا ہوں طاہر“..... عمران نے بے حد سنجیدہ لہجے میں
 کہا۔
 ”ہیس سر۔ حکم فرمائیں“..... اس مرتبہ بلیک زیرو نے اپنی اصل آواز
 میں کہا۔

”شوگرانی سفیر کو اغوا کر لیا گیا ہے“..... عمران نے مختصر کہا۔

”اوہ۔ کب“..... بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو عمران
 نے اسے سوپر فیاض سے سنی ہوئی تفصیل بتا دی۔

”عمران صاحب۔ شوگرانی سفیر کا اغوا بہت بڑا واقعہ ہے“..... عمران
 کے خاموش ہونے پر بلیک زیرو نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ ممبرز کے ساتھ ساتھ تم بھی ذرا ہاتھ

”شکر ہے کہ تم نے عقل کی بات کی ہے۔ اور ہاں، جولیا کو بھی میں ایکسٹو کی حیثیت سے کال کر دوں گا۔ اگر میں فون پر نہ ملوں تو واچ ٹرانسمیٹر پر مجھے رپورٹ کرنا۔ اللہ حافظ“..... عمران نے آخر میں کہا اور رسیور کریڈل پر رکھ کر کچھ سوچنے لگا۔

پر آپ کو یہ کیس ٹرانسفر کیا ہے“..... بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔
 ”اوہ۔ ارے بھائی زیرو بنا زیرو۔ تمہاری عقل گھاس چرنے لگی ہے یا بے کاری نے تمہارے ذہن کو زنگ آلودہ کر دیا ہے“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”وہ کیسے جناب“..... بلیک زیرو نے پریشان ہو کر کہا۔
 ”طاہر۔ کیا یہ ضروری ہے کہ ہم ہر کام کے لئے حکومت کی ہدایات یا حکم کا انتظار کریں۔ سیکرٹ سروس کا چیف ہونے کے ناتے ہم پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ ہم ملک و قوم کے خلاف ہونے والی سرگرمیوں اور سازشوں کا از خود نوٹس لیں اور وطن کے مفاد اور سالمیت کو نقصان پہنچانے والوں کی سرکوبی کریں۔ پاکیشیا کے دشمنوں کا قلع قمع کریں۔ اب تم پوچھو گے کہ قلع قمع کیا جاتا ہے یا قلعہ فتح کیا جاتا ہے“..... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”نہیں جناب۔ میں جانتا ہوں۔ اب اجازت دیں تاکہ میں ممبرز کو الارٹ کر دوں“..... دوسری طرف سے بلیک زیرو نے بے ساختہ ہنستے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ صفدر کو کال کرنے کی ضرورت نہیں ہے اسے میں خود ہینڈل کروں گا۔ اب تم سوال کرو گے کہ سائیکل کا ہینڈل یا موٹر گاڑی اور ٹرین کا“..... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”موٹر گاڑی اور ٹرین کا ہینڈل ہوتا ہی نہیں جناب“..... بلیک زیرو نے ہنس کر کہا۔

”ہے..... صفدر نے کہا۔

”ہاں۔ پڑھا تو ہے۔ کیا تم نے سرکس شو دیکھا ہے“..... جولیا نے سر ہلا کر کہا۔

”نہیں لیکن آج دیکھنے کا موڈ ہے۔ کیا آپ دیکھیں گی“..... صفدر کی آواز سنائی دی۔

”تم کہو گے تو دیکھ لوں گی۔ کافی عرصہ سے کوئی تفریح نہیں ہوئی۔“ جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تو ٹھیک ہے۔ میں دو نشستیں ریزرو کر لیتا ہوں۔ دوپہر کو چلیں گے“..... صفدر نے کہا۔

”بہتر۔ کیا رات کا شو نہیں ہوتا“..... جولیا نے پوچھا۔

”ہوتا تو ہے لیکن چیف کو ہمارا رات کے وقت فلیٹ سے غیر حاضر رکھنا پسند نہیں ہے۔ دوپہر کا شو دیکھنے کے لئے ہم لنچ کا بہانہ بنا کر چیف کو مطمئن کر سکتے ہیں“..... صفدر نے جواب میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ سرکس سے واپسی پر لنچ کریں گے۔ کس وقت جانا ہے“..... جولیا نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”ایک بجے شو شروع ہوتا ہے۔ میں ساڑھے بارہ بجے آپ کو لینے آ جاؤں گا“..... صفدر کی آواز سنائی دی۔

”کیا کوئی اور بھی جائے گا ہمارے ساتھ“..... جولیا نے پوچھا۔ اسے اچانک عمران کا خیال آ گیا تھا۔

”نہیں۔ میں نے عمران صاحب کو دعوت دی تھی لیکن انہوں نے

جولیا ڈرائنگ روم میں بیٹھی ایک دلچسپ مائورائی ناول کا مطالعہ کر رہی تھی کہ اچانک ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اس نے چونک کر میز پر رکھے فون کی طرف دیکھا اور ناول رکھ دیا۔ دوسری تیل پر اس نے فون کا رسیور اٹھا لیا۔

”ہیلو۔ جولیا بول رہی ہوں“..... اس نے رسیور کان سے لگا کر کہا۔

”صفدر بول رہا ہوں مس جولیا۔ کیسے مزاج ہیں“..... دوسری طرف سے صفدر کی آواز سنائی دی۔

”سخت بوریت کا شکار ہوں۔ تم سناؤ“..... جولیا نے مسکرا کر کہا۔

”کوئی کیس نہ ہونے کے سبب میرا بھی آپ جیسا ہی حال ہے۔ کیا ہو رہا ہے“..... صفدر نے ہنس کر کہا۔

”ایک ناول پڑھ رہی ہوں“..... جولیا نے جواب دیا۔

”کیا آپ نے آج کے اخبار میں ایک غیر ملکی سرکس کا اشتہار دیکھا

تو جولیا بے اختیار چونک پڑی۔

”لیس چیف۔ حکم فرمائیں“..... جولیا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”کیا کر رہی ہو جولیا“..... ایکسٹو نے قدرے نرم لہجے میں کہا۔

”کچھ نہیں سر۔ البتہ تھوڑی دیر بعد لنچ کی تیاری کروں گی“..... جولیا

نے کہا۔

”کیا آج کل گھر میں ہی کھانا کھاتی ہو“..... ایکسٹو نے پوچھا۔

”لیس چیف۔ لیکن کسی وقت ہوٹل بھی چلی جاتی ہوں۔ آج صفدر

کے ساتھ ہوٹل میں لنچ کرنے کا پروگرام ہے“..... جولیا نے جواب میں

کہا۔

”اچھا۔ گویا صفدر آج کل تمہارے ساتھ ہی کھانا کھاتا ہے“۔

ایکسٹو نے کہا تو اس کے سوال پر جولیا چونک پڑی۔ ایکسٹو کا لہجہ کچھ

عجیب سا تھا۔ جولیا نے مناسب سمجھا کہ وضاحت کر دے کیونکہ بارہا ایسا

ہو چکا تھا کہ جس بات سے ممبرز ایکسٹو کو بے خبر سمجھتے تھے، اس کی ایکسٹو

کو پہلے ہی خبر ہوتی تھی۔

”دراصل آج سرس دیکھنے کا پروگرام ہے چیف۔ اس دوران لنچ کر

لیں گے“..... جولیا نے آہستہ سے کہا۔

”گڈ۔ سرس اچھی تفریح ہے جولیا۔ بے شک جاؤ لیکن تمہیں اچھی

طرح معلوم ہے کہ ہماری فیلڈ میں کوئی کام نہ ہونے کے باوجود اور

بیگاری کے دنوں میں بھی ہر ممبر چوبیس گھنٹے ڈیوٹی پر ہوتا ہے۔ چنانچہ

تمہیں مجھ سے سرس دیکھنے کی اجازت لینی چاہئے تھی“..... ایکسٹو کی

انکار کر دیا تھا“..... صفدر نے کہا تو جولیا چونک پڑی۔

”کیوں۔ کیا وہ مصروف ہے“..... جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں

کہا۔

”نہیں۔ انہیں خوف ہے کہ آپ سرس میں ان کے بے عزتی کریں

گی اور سینڈل اتار لیں گی“..... صفدر نے ہنستے ہوئے کہا تو جولیا کے لبوں

پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”کیا میرا دماغ خراب ہے کہ خواہ مخواہ اس کی بے عزتی کروں۔ غلطی

اسی کی ہوتی ہے۔ وہ موقع بہ موقع زچ کرتا ہے اور اپنے ساتھ مجھے بھی

تماشا بنا دیتا ہے“..... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہ بات تو ہے۔ شاید انہیں خود بھی احساس ہے کہ وہ اپنی عادت

سے باز نہیں رہ سکیں گے اور سرس میں بھی یقیناً ان سے حماقتیں سرزد

ہوں گی اس لئے انہوں نے انکار کر دیا۔ بہر حال میں نصف گھنٹہ بعد آ

رہا ہوں آپ کے پاس۔ اوکے“..... دوسری طرف سے صفدر کی ہنسی

ہوئی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو جولیا نے بھی

رسیور رکھ دیا اور سوچنے لگی کہ عمران نے محض اس کی وجہ سے سرس دیکھنے

سے انکار کیا ہے یا کوئی اور وجہ تھی۔ چند لمحوں بعد دوبارہ فون کی گھنٹی بج

اٹھی تو جولیا کی سوچ کا سلسلہ ٹوٹ گیا اور اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا

لیا۔

”ہیلو۔ جولیا بول رہی ہوں“..... جولیا نے کہا۔

”ایکسٹو“..... دوسری طرف سے خلاف توقع ایکسٹو کی آواز سنائی دی

آواز سنائی دی۔

”یس چیف۔ مجھے خیال نہیں رہا تھا۔ سوری“..... جولیا نے یکدم گھبرا کر کہا۔

”ٹھیک ہے لیکن آئندہ خیال رکھنا اور ہاں جہاں بھی جایا کرو آنکھیں اور کان کھلے رکھا کرو“..... ایکسٹو نے خلاف توقع نرم لہجے میں کہا۔

”رائٹ سر۔ آپ نے کیسے کال کی تھی۔ اگر کوئی کام ہے تو میں سرکس کا پروگرام ملتوی کر دیتی ہوں“..... جولیا نے چونکتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ شوگرانی سفیر چنگ پانگ کو اغوا کر لیا گیا ہے آج صبح۔ فی الحال پولیس اور انٹیلی جنس انہیں تلاش کر رہی ہے۔ میں نے دوسرے

ممبرز کو مغوی سفیر اور اغوا کاروں کا سراغ لگانے کے لئے ہدایت دے دی ہیں۔ سرکس دیکھنے کے بعد صفدر اور تم بھی اس سلسلے میں مصروف ہو

جانا۔ دیش آل“..... ایکسٹو نے آخر میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو جولیا نے بھی رسیور رکھ دیا لیکن شوگرانی سفیر کے اغوا پر اسے

حیرت تھی۔ وہ سوچنے لگی کہ کیا عمران نے سرکس میں ان کے ساتھ جانے سے اسی لئے تو انکار نہیں کیا تھا کہ وہ مغوی سفیر کی بازیابی کے سلسلے میں

مصروف تھا۔ یقیناً یہی بات ہوگی کیونکہ ایکسٹو ہر معاملے کی خبر پہلے اسے ہی دیتا تھا۔

چند لمحوں بعد وہ اٹھی اور سرکس جانے کی تیاری کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد صفدر بھی آگیا۔ جولیا نے اسے ایکسٹو کی کال کے بارے میں بتایا اور

ایکسٹو کی ہدایت کا بھی ذکر دیا۔

”اس کا مطلب ہے کہ ہمیں سرکس میں بھی آنکھیں اور کان کھلے رکھنے پڑیں گے“..... صفدر نے چونکتے ہوئے کہا۔

”ظاہر ہے۔ کیونکہ چیف نے یہ بھی کہا ہے کہ ہم لوگ بیکاری کے دنوں میں بھی ”آن ڈیوٹی“ ہوتے ہیں“..... جولیا نے مسکرا کر کہا۔

”مجھے لگتا ہے یقیناً کوئی خاص بات ہے“..... صفدر نے پر خیال لہجے میں کہا۔

”تمہارا اندازہ درست ہے۔ پاکیشیا میں شوگرانی سفیر کو اغوا کر لیا گیا ہے“..... جولیا نے سر ہلاتے ہوئے کہا تو صفدر بے اختیار اچھل پڑا۔

”اوہ۔ کب۔ کیسے۔ آپ کو کیسے پتا چلا“..... صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”چیف سے۔ اس نے تفصیل نہیں بتائی۔ البتہ باقی ممبرز کو سفیر کی تلاش میں مصروف کر دیا ہے۔ ہم دونوں سے اس نے یہ رعایت کی ہے

کہ ہم سرکس سے فارغ ہو کر سفیر اور اغوا کاروں کا سراغ لگانے کی کوشش کریں“..... جولیا نے جواب میں کہا۔

”بہر حال۔ مجھے لگتا ہے کہ عمران صاحب نے ہی چیف کو ہمارے پروگرام کے بارے میں بتایا ہو گا اور اسی لئے چیف نے ہمیں سرکس

دیکھنے سے روکنے کی بجائے ہوشیار رہنے کی ہدایت کی ہے۔ آئیے چلتے ہیں“..... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یقیناً یہی بات ہوگی اور عمران نے بھی اسی مصروفیت کے سبب ہمارے ساتھ جانے سے انکار کیا ہے“..... جولیا نے کہا اور پرس اٹھا کر

تھی او اس نے بوڑھے کی طرف سے توجہ ہٹالی۔

”صفر۔ میں نے کچھ عرصہ پہلے فرنیچ بازیکروں کا شو دیکھا تھا۔ وہ بھی کافی دلچسپ تھا“..... جولیا نے دوبارہ صفر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ میں نے بھی دیکھا تھا۔ اس وقت میں نوجوان تھا۔“
پچھلے سے بوڑھے کی آواز سنائی دی۔

”میں نے آپ سے نہیں کہا“..... جولیا نے گردن موڑ کر غصیلے لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ معاف کیجیے گا۔ میں سمجھا کہ آپ مجھ سے کہہ رہی ہیں۔“
بوڑھے نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

”آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے قبلہ“..... صفر نے خشک لہجے میں کہا۔
”یہی غلط فہمیاں تو مروا دیتی ہیں برخوردار“..... بوڑھے نے ٹھنڈا سانس لیتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب“..... صفر نے چونک کر بوڑھے کو گھورتے ہوئے کہا۔
”تمہاری عمر میں مجھے کئی مرتبہ غلط فہمی سے لڑکیوں کے ہاتھوں سینڈل پڑتے تھے“..... بوڑھے نے شرمندہ لہجے میں کہا۔

”مگر آپ پھر بھی باز نہیں آئے۔ اب بھی کسی وقت آپ کو جوتے پڑ سکتے ہیں“..... صفر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”صفر۔ دفع کرو۔ کوئی خطی معلوم ہوتا ہے“..... جولیا نے برا سامنے بناتے ہوئے کہا۔

صفر کے ساتھ دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

تقریباً دس منٹ بعد وہ سرکس گراؤنڈ میں پہنچ گئے۔ صفر نے پارکنگ ایریا میں کار روکی اور انجن بند کر کے وہ دونوں کار سے نیچے اترے اور پھر سرکس کے داخلی گیٹ کی طرف بڑھ گئے۔ سرکس میں تماشائیوں کا کافی رش ہونے کے باوجود کسی قسم کی بد نظمی نہیں تھی۔ دونوں اپنی مخصوص نشستوں پر جا کر بیٹھ گئے اور چند لمحوں میں شو شروع ہو گیا۔ وہ دونوں بڑی دلچسپی سے بازیگروں کے فن کا مظاہرہ دیکھتے رہے۔ دو گھنٹے کا شو تھا۔ درمیان میں انٹرول ہوا تو کچھ لوگ کھانے پینے کے لئے باہر چلے گئے لیکن صفر اور جولیا نے اپنی نشستوں پر ہی کولڈ ڈرنکس منگوا لیں اور باتیں کرنے لگے۔

”مس جولیا۔ آپ کو شو پسند آیا ہے“..... صفر نے جولیا سے پوچھا۔
”ہاں۔ کافی دلچسپ اور حیرت انگیز کرتب دکھائے ہیں بازی گرد“
..... جولیا نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”ابھی تو کچھ بھی نہیں۔ انٹرول کے بعد زیادہ دلچسپ آئیٹم پیش کی جائیں گے“..... اچانک عقب سے ایک کھانستی ہوئی آواز بلند ہوئی جولیا اور صفر نے بیک وقت چہرے گھما کر پچھے دیکھا۔ جولیا کی عقب نشست پر ایک ادھیڑ عمر شخص بیٹھا تھا۔ اس کے سر پر ہیٹ اور آنکھوں پر نظر کا چشمہ تھا۔ یقیناً اسی شخص نے بات کی تھی کیونکہ اس کے دائیں بائیں کی نشستیں خالی تھیں۔ جولیا نے برا سامنے بنایا اور دوبارہ سامنے دیکھنے لگی۔ صفر کو بھی اس بوڑھے کی اپنی گفتگو میں مداخلت پسند نہ آ

ذہنی حالت اپنا رمل لگتی ہے“..... پروفیسر قطبی نے سر ہلاتے ہوئے کہا تو جولیہ کا پارہ یکدم ہائی ہو گیا۔

”سٹ اپ۔ یہ میرا بھائی ہے اور اگر مزید ایک لفظ بھی کہا تو سینڈلوں سے سر گنجا کر دوں گی“..... جولیہ نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”شکریہ۔ شکریہ لیکن میری خوش قسمتی سے آپ اپنی خواہش پوری نہیں کر سکیں گی۔ آپ کی بد قسمتی سے میرا سر پہلے ہی گنجا ہے۔ اسی لئے تو چھپا کر رکھتا ہوں“..... پروفیسر قطبی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بس۔ اب خاموشی رہیں۔ ورنہ آپ کی بیٹی نکال دوں گا۔“ صدر نے غضبناک ہو کر کہا۔

”آپ کو زحمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے صاحبزادے۔ میں خود آپ کو دے دیتا ہوں“..... پروفیسر قطبی نے کہا اور جلدی سے ایک ہاتھ سے اپنے منہ سے مصنوعی دانتوں کی بیٹی نکال کر صدر کی طرف بڑھا دی۔

”حد ہو گئی کمینگی کی۔ آخر آپ چاہتے کیا ہیں۔ اگر آپ نے اپنی زبان بند نہ کی تو میں آپ کو اٹھا کر باہر پھینک آؤں گا“..... صدر نے نشست سے اٹھتے ہوئے جارحانہ لہجے میں کہا۔

”نہیں برخوردار۔ پھینکنے کی کیا ضرورت ہے۔ تم مجھے اپنی گاڑی میں میرے گھر تک چھوڑ آؤ تو تمہارا احسان ہو گا“..... پروفیسر قطبی نے جلدی سے کہا۔

”نہیں۔ اب آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ مجھے خطی نہیں پروفیسر قطبی کہتے ہیں۔ میرے آباؤ اجداد قطب شمالی کے رہنے والے تھے اور قطب الدین ایک نے ان سے قطب مینار تعمیر کرایا تھا۔ اس لحاظ سے میں تین اطراف سے قطبی ہوں۔ اگر آپ کو یقین نہیں ہے تو میں اپنا پورا شجرہ نسل واصل پیش کر سکتا ہوں“..... بوڑھے نے جلدی سے مسلسل بولتے ہوئے کہا تو جولیہ نے غصے سے ہونٹ بھیج لئے۔

”آپ پاگل تو نہیں ہیں جناب“..... صدر نے بوڑھے کو گھورتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ آپ کو دوسری غلط فہمی ہوئی ہے کیونکہ میں پاگل نہیں پاگل خانے کا ڈاکٹر ہوں۔ وہاں میں پاگلوں کا نفسیاتی و روحانی علاج کرتا ہوں۔ کبھی وہاں تشریف لائیں۔ آپ کا علاج اور خدمت کر کے مجھے بہت خوشی ہو گی“..... بوڑھے پروفیسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تھینک یو۔ مجھے کتے نے نہیں کاٹا کہ وہاں آؤں“..... صدر نے برا سامنہ بنا کر کہا۔

”کوئی بات نہیں میں آ جاؤں گا آپ کے گھر۔ اپنا ایڈریس بتا دیجیے“..... پروفیسر قطبی نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور کوٹ کی جیب سے پین نکال لیا۔

”دیکھئے پروفیسر۔ میں بہت برداشت سے کام لے رہا ہوں“..... صدر نے سخت لہجے میں کہا۔

”یہ آپ کے صبح الدماغ ہونے کی علامت ہے۔ البتہ آپ کی مزہ کی

”چلو صفدر۔ چلتے ہیں۔ اس خبیث بوڑھے نے سارا موڈ خراب کر دیا ہے“..... جولیا نے اٹھتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ آپ بیٹھیں۔ میں نے اسے وارننگ دے دی ہے اگر اس نے اب ہماری گفتگو میں مداخلت کی تو دیکھ لوں گا اسے“..... صفدر نے کہا۔

”بالکل بالکل۔ آپ اس غریب کو چھوڑ کر مت جائیں۔ ورنہ یہ آپ کا غصہ بھی مجھ پر اتار دے گا۔ دیسے شریف بچہ معلوم ہوتا ہے۔ بزرگوں سے انتہائی ادب و احترام سے پیش آنا تو کوئی اس سے سیکھے۔“ پروفیسر قطبی نے سر ہلاتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا تو صفدر نے غصے سے جڑے پھینچے اور اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ جولیا بھی اپنی نشست پر بیٹھ گئی۔

”برخوردار۔ اگر تم برا نہ مانو تو ایک سچی بات کہوں“..... پروفیسر قطبی نے ایک لمحہ بعد صفدر سے کہا۔

”کہئے“..... صفدر نے جملائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”آپ کی کسٹر بہت خوبصورت اور سمارٹ ہے“..... پروفیسر قطبی نے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور صفدر کا ایک مرتبہ پھر دماغ گھوم گیا جولیا بھی غضبناک ہو گئی۔

”اچھا۔ پھر“..... صفدر نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا تو پروفیسر قطبی گھبرا کر اپنی سیٹ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”ہہہہہ۔ پھر آپ تسلی سے سرکس دیکھیں اور میری سیٹ پر کسی کو نہ بیٹھنے دیں۔ میں ذرا واش روم تک جا رہا ہوں“..... پروفیسر قطبی نے

بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ شاید اس نے محسوس کر لیا تھا کہ اب صفدر اس پر جھپٹ پڑے گا۔

”میں آپ کا نوکر نہیں ہوں“..... صفدر نے غراتے ہوئے کہا۔

”لیکن میں تو ہوں۔ اچھا آپ واش روم جائیں۔ میں آپ کی سیٹ کے علاوہ آپ کی ساتھی کا بھی خیال رکھوں گا اور اگر آپ کو یہ بھی منظور نہیں تو پھر مجھے اجازت دیں۔ اللہ حافظ“..... پروفیسر قطبی نے کہا اور اس سے پہلے کہ صفدر کوئی رد عمل ظاہر کرتا پروفیسر قطبی آگے بڑھ گیا اور صفدر کئی لمحوں تک اس کی پشت کو گھورتا ہوا دانت پیتا رہ گیا۔

”چھوڑو صفدر۔ وہ انتہائی گھٹیا ذہنیت کا آدمی تھا۔ کوئی دوسری جگہ ہوتی تو میں اس ذلیل کا منہ توڑ دیتی“..... جولیا نے صفدر کو مخاطب کرتے ہوئے ناگوار لہجے میں کہا۔

”آپ ساتھ نہ ہوتیں تو میں اس شیطان پروفیسر کا حلیہ بگاڑ دیتا۔“

صفدر نے سر جھٹک کر کہا۔

”شکر کرو وہ احمق ہمارے ساتھ نہیں تھا۔ ورنہ وہ اس بد معاش بوڑھے کے سارے کس و بل نکال کر رکھ دیتا“..... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کون۔ عمران صاحب۔ جی ہاں وہ اس پروفیسر کے بچے کو مار مار کر قطب شمالی پہنچا دیتے“..... صفدر نے چونک کر کہا اور اسی لمحے اس کی واج ٹرانسمیٹر پر سنگٹل ہونے لگا تو صفدر بے اختیار چونک پڑا۔

”مس جولیا۔ ٹرانسمیٹر پر کال آرہی ہے۔ میں کال اٹینڈ کر کے واپس

میں اس کی اصلیت جاننا چاہتا ہوں۔ رپورٹ ٹرانسمیٹر پر دینا۔ اور اینڈ آل..... ایکسٹو نے آخر میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو صفدر نے بھی واچ ٹرانسمیٹر آف کیا اور واپس سرکس کے داخلی گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔

آتا ہوں..... صفدر نے جولیا سے سرگوشی کے انداز میں کہا اور سیٹ سے اٹھ کر سرکس کے خارجی گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ باہر آ کر وہ شامیانوں کی دیوار کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا سرکس کے عقب میں پہنچا تو اس طرف کوئی ذی روح موجود نہیں تھا اور چند قدم کے فاصلے پر گراؤنڈ کی بلند چار دیواری تھی۔ صفدر نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو صفدر۔ ایکسٹو کالنگ۔ اوور.....“ واچ ٹرانسمیٹر سے ایکسٹو کی مخصوص آواز ابھری۔

”لیس چیف۔ صفدر انینڈنگ یو۔ اوور.....“ صفدر نے چونکتے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”تمہارے عقب میں ایک بوڑھا بیٹھا ہے جس سے تم جھگڑ رہے تھے۔ اوور.....“ ایکسٹو نے کہا تو صفدر بے اختیار اچھل پڑا۔

”لیس چیف۔ وہ کوئی احمق اور ذلیل آدمی تھا۔ خواہ خواہ ہماری گفتگو میں بولنے لگا تھا اور منع کرنے کے باوجود بکواس کرتا رہا۔ کیا آپ بھی یہاں موجود ہیں چیف۔ اوور.....“ صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ اس بوڑھے پروفیسر کے دائیں جانب تیسری نشست پر ایک آدمی بیٹھا ہے۔ شکل سے اکیربیمین لگتا ہے۔ تم نے اس کا تعاقب کرنا ہے۔ اوور.....“ ایکسٹو کی آواز سنائی دی۔

”رائٹ سر۔ کیا وہ کسی معاملے میں مطلوب ہے۔ اوور.....“ صفدر نے بے اختیار چونکتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ لیکن وہ اس لحاظ سے اہم ہے کہ وہ میک اپ میں ہے اور

”بارڈن کو میرے کمرے میں بھیج دو“..... ادھیڑ عمر باس نے جواب میں کہا اور انٹرکام آف کر دیا۔ تقریباً نصف منٹ بعد کمرے میں گھنٹی کی مترنم آواز گونجی تو باس نے میز کے کنارے پر نصب ایک بٹن پر پریس کیا تو دروازہ خود بخود کھل گیا۔ باہر کھڑا دراز قامت نوجوان کمرے میں داخل ہو گیا تو دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ دراز قامت نوجوان آگے بڑھا اور اس نے ہاتھ سے باس کو سلام کیا۔

”بیٹھو بارڈن“..... باس نے مخصوص لہجے میں کہا تو بارڈن نامی وہ شخص میز کے آگے ایک کرسی پر مودبانہ انداز میں بیٹھ گیا۔

”ہاں۔ کیا رپورٹ ہے“..... باس نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”باس۔ کیس کی تفتیش انٹیلی جنس بیورو کر رہی ہے۔ کیپٹن فیاض خود سفارتخانے گیا تھا۔ واپسی پر وہ اپنے آفس میں گیا تھا اور وہاں سے کچھ دیر بعد وہ اپنے باس سر عبدالرحمن کے بیٹے علی عمران کے فلیٹ پر پہنچا اور وہاں اس نے عمران کو سفیر کے اغوا کے بارے میں بتانے کے بعد عمران سے درخواست کی کہ وہ شوگرانی سفیر کا سراغ لگانے میں اس کی مدد کرے۔ عمران نے پہلے تو اس سے کام کا معاوضہ مانگا لیکن پھر اس نے مفت کام کرنے کا وعدہ کر لیا۔ میں نے ڈکٹا فون کے ذریعے ان کی بات چیت سنی تھی۔ کیپٹن فیاض وہاں سے واپس اپنے آفس گیا اور اب تک وہیں ہے چنانچہ میں واپس آ گیا“..... بارڈن نے مسلسل بولتے ہوئے مودبانہ لہجے میں کہا۔

لارنس روڈ کی ایک کوٹھی کے آفس کی طرز پر سجے کمرے میں گھومنے والی کرسی پر ادھیڑ عمر شخص بیٹھا سگریٹ کے کش لیتا ہوا کچھ سوچ رہا تھا۔ اس کے سامنے شاندار آفس ٹیبل پر انٹرکام، ٹیلی فون سیٹ، پاکٹ سائز کا ٹرانسمیٹر اور موبائل فون رکھا تھا۔ ادھیڑ عمر شخص خاصا صحت مند اور قوی الجشہ تھا۔ کشادہ پیشانی اور روشن آنکھیں اس کی ذہانت کی دلیل تھیں اور ابھرے ہوئے جڑے اسے سخت مزاج ظاہر کر رہے تھے۔ چند لمحوں بعد سگریٹ ختم ہو گیا تو اس نے کلوا الیش ٹرے میں بچھایا اور اسی لمبے میز پر رکھے انٹرکام کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے چونک کر انٹرکام کی طرف دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر ایک بٹن پر پریس کر دیا۔

”ہیں“..... اس نے سخت لہجے میں کہا۔

”مارکر بول رہا ہوں باس۔ بارڈن آ گیا ہے“..... انٹرکام کے لاؤڈر

سے ایک مودبانہ آواز ابھری۔

”اس کا مطلب ہے کہ اب سیکرٹ سروس سے بھی ہمیں نمٹنا پڑے گا“..... باس نے کہا۔

”لیکن باس۔ یہ انٹیلی جنس کا کیس ہے اور عمران ذاتی طور پر انٹیلی جنس کی مدد کرے گا“..... بارڈن نے چونکتے ہوئے کہا۔

”نہیں بارڈن۔ عمران کسی کیس میں تنہا کام نہیں کرتا۔ وہ سیکرٹ سروس کا باقاعدہ ممبر نہ ہونے کے باوجود سیکرٹ سروس کا سپر ایجنٹ ہے اور اس کے بغیر سیکرٹ سروس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ عمران کو سیکرٹ سروس کی ہر ملکی اور غیر ملکی مہم میں پارٹی لیڈر بنایا جاتا ہے اور ہیڈ کوارٹر نے واضح طور پر حکم دیا تھا کہ سیکرٹ سروس اور عمران سے ہم خود کو پوشیدہ رکھیں ورنہ ہم مشن میں کامیاب ہونے کے باوجود پاکستانیوں سے باہر نہ جا سکیں گے البتہ اگر سیکرٹ سروس اس مشن میں ہمارے آڑے آئے تو ہم خود کو ظاہر کئے بغیر خاموشی سے عمران اور سیکرٹ سروس کو ختم کر دیں۔“

باس نے گہمیر لہجے میں کہا۔

”تو اب کیا ہوگا باس“..... بارڈن نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”ہمیں ہر حال میں مغوی شخص کو اس وقت تک پوشیدہ رکھنا ہے جب تک کہ یہاں کی پولیس اور ایجنسیاں مایوس نہیں ہو جاتیں۔ سرنچ آپریشن ختم ہوتے ہی ہم یہاں سے نکل جائیں گے“..... باس نے جواب میں کہا۔

”لیکن باس۔ اب تو عمران اور سیکرٹ سروس“..... بارڈن نے کہا۔

”نو پرابلم۔ ہمارے پاس عمران اور سیکرٹ سروس کی ڈپٹی لیڈر جولیا

کے ایڈریس ہیں۔ ہم ان دونوں کی نگرانی کریں گے اور سیکرٹ سروس کی نقل و حرکت سے باخبر رہیں گے بلکہ ان دونوں کو ہلاک کر دیں گے تاکہ سیکرٹ سروس کی مودمنٹ رک جائے کیونکہ ہمیں سب سے زیادہ خطرہ سیکرٹ سروس سے ہے“..... باس نے بارڈن کی بات کاٹتے ہوئے کہا اور فون کا رسیور اٹھا کر نمبر پرپریس کرنے لگا۔

”ہیلو۔ فشر بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہوا تو ایک آواز سنائی دی۔

”میجر سام بول رہا ہوں“..... باس نے سخت لہجے میں کہا۔

”یس باس۔ حکم فرمائیں“..... دوسری طرف سے فشر نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”تم فوراً سیکرٹ سروس کی ممبر جولیا کے فلیٹ پر چلے جاؤ اور اس کی نگرانی کرو۔ وہ جہاں بھی جائے اس کا تعاقب کرو لیکن اسے اپنے تعاقب کی خبر نہیں ہونی چاہئے۔ ایڈریس نوٹ کرو“..... باس میجر سام نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور ایک ایڈریس بتا دیا۔

”رائٹ سر۔ اور کوئی حکم“..... فشر کی آواز سنائی دی۔

”اس کے فلیٹ سے دور رہ کر نگرانی کرنا۔ جولیا کو کسی بھی طرح تم پر شبہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ہمیں ہر حال میں اپنی شناخت کو چھپانا ہے۔ اگر ہمارے ایک ممبر کی اصلیت بھی ظاہر ہو گئی تو پاکستانیوں اور شوگران کو علم ہو جائے گا کہ ہمارا تعلق کس ملک سے ہے۔ اس سے نہ صرف ہمارے لئے مشکلات پیدا ہو جائیں گی بلکہ یونائیٹڈ نیشن تک معاملہ جا پہنچے گا۔“

لے گا اور اسے ذرا سا بھی اپنی نگرانی کا شبہ ہو گیا تو پھر تمہارا عمران کے ہاتھ سے بچ جانا ایک معجزہ ہی ہو گا۔۔۔۔۔ میجر سام نے تاکید کرتے ہوئے کہا تو بارڈن کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور میجر سام نے میز کے کنارے پر نصب مٹن پریس کر دیا۔ دروازہ کھل گیا اور بارڈن مڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا تو دروازہ بند ہو گیا۔

بارڈن کے جانے کے بعد میجر سام نے ایک سگریٹ سلگایا اور اسی لمحے میز پر رکھے چھوٹے سے ٹرانسمیٹر سی سیٹی کی آواز ابھرنے لگی۔ میجر سام نے چونک کر ٹرانسمیٹر کی طرف دیکھا اور ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو باس۔ فریک کانگ۔ اور۔۔۔۔۔ میجر سام نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”یس فریک۔ میجر سام رسیورنگ یو۔ اور۔۔۔۔۔ میجر سام نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”باس۔ مغوی کو ہوش آ گیا ہے۔ اور۔۔۔۔۔ فریک نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”تم نے اس سے گفتگو تو نہیں کی۔ اور۔۔۔۔۔ میجر سام نے چونک کر پوچھا۔

”نوسر۔ اسے ابھی ابھی ہوش آیا ہے اور وہ دروازہ پیٹ رہا ہے لیکن میں نے دروازہ نہیں کھولا۔ اور۔۔۔۔۔ فریک کی آواز آئی۔

”ٹھیک ہے۔ اسے کھانا دو اور اس ضروریات کا خیال رکھو لیکن نقاب کے بغیر کوئی اس کے سامنے نہ جائے۔ سوائے آزادی کے اسے ہر سہولت

میجر سام نے کہا۔

”رائٹ سر۔ کیا میں نیا میک اپ کر لوں۔۔۔۔۔ فشر نے پوچھا۔

”نہیں۔ فی الحال یہی ٹھیک ہے۔ مجھے رپورٹ دیتے رہنا۔ دیش

آل۔۔۔۔۔ میجر سام نے کہا اور فون کا رسیور رکھ دیا۔

”بارڈن۔ تم نیا میک اپ کر لو۔ پھر روانہ ہو جاؤ۔ تمہیں عمران پر نگاہ

رکھنی ہے۔۔۔۔۔ میجر سام نے بارڈن کی طرف دیکھ کر کہا۔

”رائٹ باس۔ کیا موجودہ میک اپ ٹھیک نہیں ہے۔۔۔۔۔ بارڈن نے

مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”احقانہ بات مت کرو۔ تم اس میک اپ میں فیاض کا تعاقب

کرتے رہے ہو اور عمران کے فلیٹ تک بھی جا چکے ہو۔ ہو سکتا ہے عمران

کے کسی ساتھی یا پھر اس بلڈنگ کے کسی کلین کی تم پر نظر پڑ چکی ہو چنانچہ

اب دوبارہ اسی شکل میں جاؤ گے تو پہچان لئے جاؤ گے۔ میک اپ کے

علاوہ تمہیں گاڑی بھی تبدیل کرنا ہو گی۔۔۔۔۔ میجر سام نے بارڈن کو

گھورتے ہوئے کہا۔

”رائٹ سر۔ میں سمجھ گیا ہوں۔۔۔۔۔ بارڈن نے سر ہلا کر کہا۔

”اب تم جا سکتے ہو۔ مجھے ٹرانسمیٹر پر رپورٹ دینا۔ باقی ہدایات وہی

ہیں جو میں نے فشر کو دی ہیں۔ عمران کی نگرانی اور اس کے تعاقب کے

دوران تمہیں اپنے سائے سے بھی ہوشیار رہنا ہو گا۔ عمران عام آدمی نہیں،

دنیا کا زیرک ترین ایجنٹ ہے۔ لومڑی سے زیادہ عیار اور چیتے سے زیادہ

پھرتیلا۔ اس نے تمہیں ایک مرتبہ بھی دیکھ لیا تو ہزاروں میں بھی پہچان

جولیا بے تابی سے صفدر کا انتظار کر رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ واج ٹرانسمیٹر پر آنے والی کال ایکسٹو کی ہی ہوگی۔ چند منٹ بعد صفدر واپس آتا دکھائی دیا۔ قریب آ کر وہ اپنی نشست پر بیٹھ گیا تو جولیا نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

”چیف کی کال تھی“..... صفدر نے اس کی طرف جھک کر آہستہ سے کہا۔

”اوہ۔ خیریت“..... جولیا نے چونک کر کہا۔

”ہاں۔ چیف خود بھی سرکس دیکھنے آیا ہوا ہے“..... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر ایکسٹو کی ہدایت کے بارے میں بتایا تو جولیا نے کن آنکھوں سے عقبی رو میں کچھ فاصلے پر بیٹھے ایک ایکریمین کی طرف دیکھا۔ وہ جوان العمر شخص تھا۔ صفدر پہلے ہی اسے چیک کر چکا تھا اور ایکسٹو کی اطلاع کے مطابق وہ شخص واقعی میک اپ میں تھا۔ جولیا نے فوراً اس کی

فراہم کرو۔ اسے معلوم نہیں ہونا چاہئے کہ وہ اس وقت کہاں یا کس ملک میں ہے اور اسے کیوں اغوا کیا گیا ہے۔ اور..... میجر سام نے کہا۔

”رائٹ سر۔ آپ اجازت دیں تو اسے دوبارہ بے ہوش کر دیں۔ اور..... فرینک نے آہستہ سے کہا۔

”بے وقوف آدمی۔ ہم نے اسے یہاں سے لے جانا ہے۔ مسلسل بے ہوشی سے وہ بیمار ہو جائے گا۔ کیا ہم اسے کندھوں پر اٹھا کر سفر کریں گے۔ اور..... میجر سام نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”سوری سر۔ میں نے اس لئے پوچھا ہے کہ وہ اودھم مچاتا رہے گا۔ اور..... فرینک کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

”جب اودھم مچائے گا تو اسے خاموش کرانے کے لئے قتل کی دھمکی کافی رہے گی۔ یاد رکھو اس کی آواز لاک اپ سے باہر نہیں جانی چاہئے۔ عمارت کی سخت نگرانی ہونی چاہئے۔ پولیس کے علاوہ سیکرٹ سروس بھی اس کا سراغ لگانے کی کوشش کر رہی ہے اس لئے تم لوگوں کو ہر لمحہ چوکس رہنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ شکار ہاتھ سے نکل جائے اور ہمیں ناکام واپس جانا پڑے اس صورت میں ہمیں سخت ترین سزا کا سامنا کرنا پڑے گا اور یہ سزا موت بھی ہو سکتی ہے۔ اور اینڈ آل“..... میجر سام نے آخر میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”برخوردار۔ تم کہو تو میں سینڈل کھانے کے ساتھ ساتھ سینڈل والی کو بھی کھا سکتا ہوں“..... پروفیسر قطبی نے ایک آنکھ دبا کر کہا اور صفر بے اختیار اچھل پڑا۔ جولیا کو بھی حیرت کا زور دار جھٹکا لگا کیونکہ اس مرتبہ پروفیسر قطبی کی آواز بدلی ہوئی تھی۔

”اوہ۔ آپ“..... صفر کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ وہ آواز سے پروفیسر قطبی کو پہچان چکا تھا۔

”ہاں لیکن اجنبی ہی رہنا پیارے“..... پروفیسر قطبی نے آگے جھک کر آہستہ سے کہا۔

”ہوں۔ تو یہ تم ہو شیطان“..... جولیا نے اس کی طرف دیکھ کر غصے سے کہا لیکن پروفیسر قطبی جو کہ عمران ہی تھا، کچھ کہنے کی بجائے اپنی نشست سے اٹھا اور گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کا اچانک اٹھ کر جانا جولیا اور صفر کی سمجھ سے بالاتر تھا۔ وہ حیران تھے کہ اپنی پہچان کرانے کے بعد عمران کیوں وہاں سے چل دیا تھا۔

”اس بے وقوف کو کیا ہوا“..... عمران گیٹ سے باہر نکل گیا تو جولیا نے صفر کی طرف دیکھ کر کہا۔

”شاید انہیں کوئی کام یاد آ گیا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ پھر واپس آ جائیں“..... صفر نے آہستہ سے کہا۔

”جہنم میں جائے۔ نہ ہی آئے تو اچھا ہے۔ خواہ مخواہ بور کر دیتا ہے احق“..... جولیا نے منہ بنا کر کہا۔

”مجھے تو لگتا ہے وہ آپ سے خفا ہو کر گئے ہیں“..... صفر نے

طرف سے توجہ ہٹا لی تاکہ اسے شک نہ ہو سکے۔ تھوڑی دیر بعد سرس شو دوبارہ شروع ہو گیا تو جولیا دلچسپی سے بازی گروں کی طرف دیکھنے لگی لیکن صفر وقفہ وقفہ سے اس اکیڑمیں کی طرف دیکھتا رہا اور جلد ہی اسے محسوس ہو گیا کہ وہ شخص بھی گاہے بگاہے جولیا کو دیکھ رہا تھا۔ جولیا ایک بازی گر لڑکی کو دیکھ رہی تھی۔ وہ لڑکی ایک پیسے کی سائیکل پر سوار اپنے حیرت انگیز فن کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

”گڈ۔ ایکسیلنٹ“..... جولیا نے متاثر ہو کر بے اختیار کہا۔

”لک۔ کہاں۔ کہاں ہوا ہے گڈ ایکسیلنٹ“..... دفعتاً اس کی عقبی نشست سے بوکھلاہٹ بھری آواز بلند ہوئی تو جولیا نے چہرہ گھما کر غضبناک نگاہوں سے پیچھے دیکھا۔ بوڑھا پروفیسر قطبی اپنی نشست پر موجود تھا۔ صفر نے بھی غصے سے اس کی طرف دیکھا مگر پروفیسر قطبی لاپرواہی سے بازی گر لڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”یہ گدھا پھر آٹکا“..... جولیا نے صفر کی طرف دیکھ کر غصیلے لہجے میں کہا۔

”شکر کریں صرف ٹکا ہوں، کھجور میں نہیں اٹکا“..... عقب سے پروفیسر قطبی کی بوڑھاہٹ سنائی دی۔

”صفر۔ کیا خیال ہے۔ سینڈل سے اس کی مرمت شروع کر دوں۔“ جولیا نے صفر سے کہا۔

”پروفیسر۔ تم باز آؤ گے یا سینڈل کھاؤ گے“..... صفر نے پروفیسر کو گھورتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

مسکراتے ہوتے کہا۔

”کیوں۔ میں نے کیا کیا تھا“..... جولیا نے چونک کر پوچھا۔

”آپ نے انہیں شیطان کہا تھا“..... صفدر نے ہنس کر کہا تو جولیا

بھی بے اختیار ہنس پڑی۔

”غلط تو نہیں کہا تھا۔ وہ کسی طرح بھی شیطان سے کم نہیں ہے۔ یوں

بھی وہ چکنا گھڑا ہے، صرف شیطان کہنے سے خفا نہیں ہو سکتا“..... جولیا

نے کہا۔

”یہ بات تو ہے۔ آپ اس سے بھی زیادہ سخت الفاظ کہتی ہیں اور ان

پر ذرا بھی اثر نہیں ہوتا“..... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا اور کن انکلیوں

سے ایکریمین شخص کی طرف دیکھا تو چونک پڑا۔ وہ آدمی اپنی سیٹ سے

اٹھ رہا تھا۔ نشستوں کی رو سے نکل کر وہ شخص خارجی گیٹ کی طرف بڑھا

تو صفدر سمجھ گیا کہ وہ باہر جا رہا ہے۔

”مس جولیا۔ وہ آدمی باہر جا رہا ہے۔ آپ سرکس دیکھ کر ٹیکسی میں

چلی جائیں“..... صفدر نے آہستہ سے جولیا کو بتایا اور سیٹ سے اٹھ کر

باہر کو چل دیا۔ اتنی دیر میں ایکریمین سرکس سے باہر جا چکا تھا۔ صفدر باہر

آیا تو وہ شخص گراؤنڈ کے بیرونی گیٹ سے باہر نکل رہا تھا۔ صفدر تیزی

سے قدم اٹھاتا ہوا گراؤنڈ سے باہر آیا تو مطلوبہ شخص پارکنگ کی طرف

بڑھ رہا تھا۔ صفدر رک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ شخص پارکنگ میں

کھڑی ایک کار کے پاس پہنچا اور کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا تو

صفدر اپنی کار کی طرف بڑھ گیا جو گیٹ کے قریب ہی موجود تھی۔ صفدر

آگے بڑھنے لگا۔ اپنی کار کے قریب پہنچ کر اس نے دروازہ کھولا اور

ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ایکریمین نے اپنی کار اشارٹ نہیں کی تھی اس

لئے صفدر اس کے روانہ ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

وقت آہستہ آہستہ گزرتا رہا۔ تقریباً پانچ منٹ بعد ایکریمین کی سفید

کار اشارٹ ہوئی اور وہاں سے روانہ ہوئی تو صفدر نے بھی اپنی کار

اشارٹ کی اور سفید کار کے پیچھے روانہ ہو گیا۔ سفید کار کی رفتار زیادہ نہ

تھی۔ صفدر مناسب فاصلے سے اس کا تعاقب کرتے ہوئے سوچ رہا تھا

کہ ایکریمین پانچ منٹ تک پارکنگ میں کیوں رکا رہا تھا اور کار میں کیا

کرتا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ایکریمین کی کار شہری حدود سے نکل کر

مضافات کی طرف جانے والی سڑک پر پہنچ گئی اور کچھ فاصلے پر سڑک کا

موڑ مڑ کر ٹنگا ہوں سے اوجھل ہو گئی۔ سڑک کے دونوں جانب گھنے

درختوں کی قطاریں تھیں۔ چند لمحوں بعد صفدر موڑ پر پہنچا اور جو نبی اس

نے کار موڑی، فوراً ہی اس نے پوری قوت سے بریک پیڈل پر پیس کر

دیا۔ موڑ کی دوسری جانب سیاہ رنگ کی ایک کار نے سڑک بلاک کر رکھی

تھی۔ اچانک بریک لگانے سے کار کو زور دار جھٹکا لگا اور وہ اگلی کار سے

صرف تین انچ کے فاصلے پر رک گئی۔ اسی لمحے سڑک کے دونوں طرف

برخوتوں کی آڑ سے دو نقاب پوش ہاتھوں میں مشین پستل لئے نمودار

ہوئے اور انہوں نے تیزی سے قریب آ کر صفدر پر مشین پستل تان

لئے۔ صفدر نے سنبھل کر ان کی طرف دیکھا اور چونک پڑا۔ سفید کار سیاہ

کار سے چند قدم آگے رکی ہوئی تھی۔

خبردار۔ ہاتھ بلند کر لو مسٹر۔ درتہ چھلتی کر دیئے جاؤ گے۔ ڈرائیونگ ڈور کے قریب کھڑے نقاب پوش نے سخت لہجے میں کہا۔
”تم لوگ کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟“ صفدر نے سپاٹ لہجے میں پوچھا اور ہاتھ بلند کر لئے۔

”تم باہر آؤ۔ تعارف بعد میں کراؤں گا۔“ صفدر سے مخاطب نقاب پوش نے غراتے ہوئے کہا اور ایک ہاتھ سے صفدر کی کار کا دروازہ کھول دیا۔ تو صفدر کار سے باہر آ گیا۔ تب کار کی دوسری طرف کھڑا نقاب پوش گھوم کر صفدر کے قریب آ گیا۔

”فوکر۔ اس سے اپنا اور میرا تعارف کراؤ۔“ صفدر کے سامنے کھڑے نقاب پوش نے مشین پٹل صفدر کے سینے سے لگاتے ہوئے اپنے ساتھی سے کہا تو دوسرا نقاب پوش پیچھے ہٹا اور اس سے پہلے کہ صفدر اس کے ارادے سے باخبر ہوتا، فوکر نامی نقاب پوش نے مشین پٹل کا دستہ صفدر کے سر پر رسید کر دیا۔ صفدر کے حلق سے بے ساختہ تیز کراہ نکلی اور وہ لڑکھڑا کر فرش پر گر گیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہوتا چلا گیا لیکن جلد ہی اسے ہوش آ گیا کیونکہ ضرب زیادہ زور دار نہیں پڑی تھی اور اس وقت وہ کار کی عقبی نشست پر پڑا تھا۔ کار سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ صفدر نے ذرا سر اٹھا کر دیکھا تو ڈرائیونگ سیٹ پر وہی ایکریمین بیٹھا تھا اس کے سوا کار میں اور کوئی نہ تھا۔ یقیناً یہ سفید ٹیوٹا کار تھی اور دونوں نقاب پوش اپنی سیاہ کار میں تھے۔ صفدر معاملہ سمجھ چکا تھا۔ یقیناً ایکریمین شخص نے سرکس کی پارکنگ میں سیل فون یا

ڈرائیونگ سیٹ پر اپنے ساتھیوں کو کال کر کے انہیں شہر سے باہر پہنچنے کی ہدایت کی تھی اور دانستہ چند منٹ تاخیر سے روانہ ہوا تھا تاکہ اتنی دیر میں اس کے ساتھی مقررہ سپاٹ پر پہنچ جائیں۔ فوکر کے ساتھی نقاب پوش کی آواز اور لہجے سے صفدر نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ بھی ایکریمین تھا۔

صفدر نے باہر کا جائزہ لیا۔ کار اس وقت بندرگاہ کو جانے والی سڑک پر مڑ رہی تھی۔ اسے خیال آیا کہ ایکریمین شخص پر قابو پا کر اسے دانش منزل لے جائے مگر اسی لمحے کار میں ایکریمین کی آواز سنائی دی اور صفدر چونک پڑا۔

”ہیلو باس۔ فشر کالنگ۔ اور۔“ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے شخص کی آواز سنائی دی۔

”لیس فشر۔ میجر سام رسیونگ یو۔ اور۔“ چند لمحوں بعد ایک نئی آواز سنائی دی۔

”باس۔ میں نے فوکر اور ڈیوڈ کی مدد سے جولیا کے ساتھی کو پکڑ لیا ہے۔ اور۔“ ایکریمین کی آواز ابھری جس کا نام فشر تھا۔

”ویری گڈ۔ کیا وہ تباہی تھا۔ اور۔“ میجر سام نامی باس کی آواز آئی۔

”لیس باس۔ آپ کو کال کرنے کے بعد میں پانچ منٹ تک سرکس کی پارکنگ میں ہی رہا تاکہ فوکر اور ڈیوڈ آپ کے حکم پر کچھ فاصلہ طے کر لیں اس کے بعد میں روانہ ہوا تو حسب توقع جولیا کے ساتھی نے میرا تعاقب شروع کر دیا تھا۔ اور۔“ فشر نے کہا۔

نہیں جس نے شوگرانی سفیر کو انخوا کیا ہے۔ اگر یہ وہی انخوا کار ہیں تو پھر ان کے ٹھکانے پر پہنچ کر معلومات حاصل کرنا ہی بہتر تھا کیونکہ اس بات کا بھی امکان تھا کہ ہو سکتا ہے فشر سے مطلوبہ معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔ وہ انہیں سوچوں میں ڈوبا رہا اور کار مختلف سڑکوں پر دوڑتی رہی۔

”اس نے مزاحمت تو نہیں کی۔ اور“..... میجر سام نے پوچھا۔
 ”فکر اور ڈیوڈ نے اسے مزاحمت کرنے کی مہلت ہی نہیں دی تھی
 باس۔ موٹر پر اس کے کار روکتے ہی ان دونوں نے اسے کور کر لیا اور کار
 سے نکال کر اسے فوراً بے ہوش کر دیا تھا۔ اور“..... فشر نے مؤدبانہ لہجے
 میں کہا۔

”نھیک ہے۔ تم اسے پوائنٹ تھری پر لے جاؤ اور لاک اپ میں بند
 کر دو۔ باقی ہدایت میں بعد میں دوں گا۔ اور“..... میجر سام کی آواز
 سنائی دی۔

”اسے ہلاک کیوں نہ کر دیا جائے باس۔ اور“..... فشر نے کہا۔
 ”کیا ضرورت ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ وہ سیکرٹ سروس کا ہی ممبر
 ہے۔ چونکہ وہ اپنی نگرانی سے آگاہ ہو گیا تھا اس لئے تمہارے لئے کسی
 وقت بھی خطرہ بن سکتا تھا اس سے پہلے کہ تم اس کی گرفت میں آتے ،
 ہم نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔ اس طرح سیکرٹ سروس کا ایک ممبر
 کم ہو گیا۔ اسی طرح کوئی دوسرا ممبر بھی ہمارے راستے میں آیا تو اسے بھی
 ریغال بنا لیں گے اور ضرورت کے مطابق انہیں استعمال کریں گے ورنہ
 انہیں ختم کر دیں گے۔ اور اینڈ آل“..... میجر سام نے آخر میں کہا اور
 اس کے بعد کار میں خاموشی پھیل گئی تو صفدر آنکھیں بند کر کے سوچنے لگا
 کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ کیا خاموشی سے ان لوگوں کو قید میں چلا جائے یا
 فشر پر قابو پا کر اسے اپنے ہیڈ کوارٹر لے جائے تاکہ ایکسٹو اس سے
 معلومات حاصل کر سکے لیکن اچانک اسے خیال آیا کہ کہیں یہ وہی گروہ تو

حکومت سے کہا کہ سفیر کی بازیابی کے لئے فوری اقدامات کئے جائیں۔ عمران نے اسے واقعہ پر کافی غور کیا تھا اور اسے محسوس ہوا تھا کہ شوگرانی سفیر کا اغوا پاکیشیا کے خلاف اس کے دشمن ممالک کی سازش تھی۔ ایکریمیا اور اس کے کاسہ لیس ممالک اسرائیل اور کافرستان وغیرہ ابتداء سے پاکیشیا اور شوگران کے گہرے دوستانہ تعلقات اور ہر شعبہ میں تعاون کے مخالف تھے اور دونوں ملکوں کے دوستانہ تعلقات بڑھنے کے ساتھ ساتھ دشمن ممالک کی مخالفت میں اضافہ ہوتا چلا گیا تھا۔ موجودہ دہائی میں پاکیشیا اور شوگران کے تعلقات اور روابط ماضی کی نسبت زیادہ مضبوط اور مستحکم ہو چکے تھے اور دونوں ملکوں کی دوستی ایکریمیا اور کافرستان کے لئے ناقابل برداشت ہو چکی تھی اور وہ پاکیشیا سے خطرہ محسوس کر رہے تھے۔ ایکریمیا کو کسی طور پر بھی یہ گوارہ نہ تھا کہ پاکیشیا، شوگران کی مدد سے ترقی کرے اور جنوبی ایشیاء میں کافرستان سے بڑی طاقت بن جائے۔ اسی طرح کافرستان اور اسرائیل بھی چاہتے تھے کہ پاکیشیا ہمیشہ ایکریمیا کا دست نگر رہے تاکہ کسی وقت عربوں کی حمایت میں اسرائیل کے لئے خطرہ نہ بن سکے یا کافرستان کو اپنی طاقت سے دبا نہ سکے۔

چونکہ معاملہ ایک غیر ملکی سفیر کا تھا، اس لئے اس کیس کی تفتیش اصولی طور پر پولیس اور انٹیلی جنس کی ذمہ داری تھی لیکن مغوی کسی عام ملک کا نہیں بلکہ پاکیشیا کے بہترین دوست اور ہر مصیبت میں کام آنے والے ملک شوگران کا سفیر تھا۔ عمران کے اندازے کے مطابق شوگرانی سفیر کا اغوا شوگران اور پاکیشیا کی دوستی میں رخنہ ڈالنے اور شوگران کو بدگمان

شوگرانی سفیر کے اغوا کی خبر پوری دنیا میں پھیل چکی تھی اور پاکیشیائی حکومت سخت پریشانی کا شکار تھی۔ پولیس اور انٹیلی جنس ادارے بڑی شدومد سے مغوی سفیر کا سراغ لگانے میں مصروف تھے۔ پاکیشیا کے مخالف اور دشمن ممالک کا میڈیا خصوصی لیٹن میں پاکیشیا کو لتاڑ رہا تھا۔ خاص طور پر کافرستان، ایکریمیا اور اسرائیل اس واقعے کی ذمہ داری پاکیشیا پر ڈال رہے تھے اور اسے دہشت گردی کا واقعہ قرار دے کر پاکیشیا کے خلاف بیان داغ رہے تھے۔ اسرائیل اور کافرستان کے حکام نے تو ایکریمیا اور شوگران کو بھی لتاڑا تھا کہ دونوں ممالک پاکیشیا کی امداد و حمایت بند کر دیں کیونکہ پاکیشیا، ایکریمیا اور شوگران کے سفارت کاروں کی حفاظت کرنے میں ناکام رہا ہے اور پاکیشیا میں کسی غیر ملکی کی جان محفوظ نہیں ہے۔ البتہ شوگران نے اپنے سفیر کے اغوا پر اودھم مچانے کی بجائے دوستانہ انداز میں اس واقعہ پر افسوس کا اظہار کیا اور پاکیشیائی

کرنے اور پاکیشیا کو اس کی حمایت و اعانت سے محروم کرنے کی سازش تھی، اس لئے اس نے خود ہی بھاگ دوڑ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ ویسے بھی اسے یقین تھا کہ جلد ہی یہ کیس سیکرٹ سروس کو ٹرانسفر کر دیا جائے گا۔

البتہ وہ چاہتا تھا کہ ظاہری طور پر سوپر فیاض ہی اس معاملہ کی تحقیقات کرتا رہے اور سیکرٹ سروس خفیہ طور پر اس کیس پر کام کرے۔ چنانچہ اس نے دوپہر کے وقت ہی سرسلطان کو خود فون کر کے آگاہ کر دیا تھا کہ سیکرٹ سروس نے کام شروع کر دیا ہے اور حکومت کو ایڈوائس دینے کی ضرورت نہیں ہے اس کے بعد اس نے بحیثیت ایکسٹو جولیو کو ہدایت کی تھی کہ سرکس شو میں صفدر اور جولیو چوکنے رہیں۔ پھر وہ خود بھی میک اپ کر کے سرکس میں جا پہنچا تھا اور وہاں اس کی دور بین نگاہوں نے ایک ایکریمین کے چہرے پر میک اپ کی موجودگی محسوس کر لی تھی۔ چنانچہ اس نے سرکس سے باہر اپنی کار میں بیٹھ کر وایج ٹرانسمیٹر پر بطور ایکسٹو صفدر کو ایکریمین کے سلسلے میں ہدایات دی تھیں دوبارہ سرکس میں جا کر جولیو اور صفدر کو اپنی پہچان کرائی تھی کہ کہیں غصے میں صفدر مشتبه ایکریمین کی طرف سے غافل نہ ہو جائے لیکن جب جولیو اسے پہچان کر بات کرنے لگی تو وہ فوراً وہاں سے چل پڑا تھا۔ تاکہ جولیو سے گفتگو میں اس کی اصلیت ظاہر نہ ہو جائے اس وقت وہ دانش منزل کے آپریشن روم میں بلیک زیرو کے پاس بیٹھا اس سے گفتگو کر رہا تھا۔ بلیک زیرو نے اس کی ہدایت کے مطابق سیکرٹ سروس کے ممبرز کو الٹ کر دیا تھا اور انہیں

سفیر کا سراغ لگانے کا حکم دیا تھا۔ عمران نے بلیک زیرو کو اس مشتبه ایکریمین کے بارے میں بتایا جسے اس نے جولیو میں دلچسپی لیتے دیکھا تھا اور اس نے میک اپ کر رکھا تھا۔

”آپ کے خیال میں وہ کون ہو سکتا ہے“..... بلیک زیرو نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”اس کا میک اپ اترے گا تو پتا چلے گا کہ اصل میں وہ کون ہے۔ ہو سکتا ہے وہ کافرستانی یا کسی دوسرے ملک سے تعلق رکھتا ہو اور اس نے اپنی اصلیت چھپانے کے لئے خود کو ایکریمین بنا رکھا ہو کیونکہ نہ تو کوئی آدمی شوقیہ میک اپ کرتا ہے اور نہ ہی عام آدمی کو میک اپ فنانس آتا ہے۔ بہر حال وہ مجرم ہے کیونکہ اپنی اصل شکل چھپانا بھی جرم ہے“..... عمران نے جواب میں کہا اور آگے میز پر رکھا چائے کا کپ اٹھا لیا۔

”کیا اس کا تعلق شوگرانی سفیر کو اغوا کرنے والوں سے ہو سکتا ہے۔“

بلیک زیرو نے کہا۔

”ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی ہو سکتا۔ ملی تھیلے سے باہر آئے گی تو معلوم ہو جائے گا“..... عمران نے چائے کا سپ لے کر کہا۔

”عمران صاحب۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ مغوی سفیر کو اغوا کرنے والے پاکیشیا سے باہر جا چکے ہوں“..... بلیک زیرو نے اندیشہ ظاہر کیا تو عمران چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”یہ بات تو میرے ذہن میں آئی ہی نہیں طاہر۔ واقعی یہ ممکن ہے کیونکہ سفیر کو صبح پانچ بجے سے کچھ دیر پہلے اغوا کیا گیا تھا اور اغوا کاروں

”اوہ۔ آپ۔ میرا نام پودینہ نہیں پونم ہے سر“..... لڑکی نے جو منگل سنگھ کی سیکرٹری پونم تھی، چوکتے ہوئے کہا۔

”جنگل میں پونم نہیں پودینہ ہی ملتا ہے۔ بہر حال تم منگل سنگھ سے بات کر رہی ہو یا میں فون بند کر دوں“..... عمران نے مسکرا کر کہا۔

”سوری سر۔ ہولڈ کیجئے“..... پونم کی بوکھلاہٹ بھری آواز سنائی دی اور پھر چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”یس سر۔ منگل سنگھ بات کر رہا ہوں۔ مزاج کیسے ہیں جناب۔“ دوسری طرف سے منگل سنگھ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”فائن۔ تم سناؤ۔ کیا تم نے کوئی اہم خبر سنی ہے آج“..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”جی ہاں۔ آپ کے ملک میں شوگرانی سفیر کے اغوا کی خبر صبح سے ہی یہاں کے چینلز پر آرہی ہے“..... منگل سنگھ نے کہا۔

”کیا تمہیں اندازہ ہو چکا ہے کہ میں نے تمہیں کیوں فون کیا ہے۔“ عمران نے پوچھا۔

”اوہ۔ کیا آپ کو کافرستان پر شبہ ہے جناب“..... منگل سنگھ کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

”ہاں۔ کیونکہ پاکیشیا اور شوگران کے تعلقات پر سب سے زیادہ کافرستان کو ہی اعتراض ہے اور وہ دونوں ممالک کی دوستی کو اپنے لئے

بہت بڑا خطرہ سمجھتا ہے“..... عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
”یہ بات تو ہے۔ کافرستان ہمیشہ سے دونوں ملکوں کے تعلقات اور

نے سائینسٹریڈ ریوالوروں سے سفیر کے گارڈز پر فائرنگ کا ہتھی اور اس کے فوراً بعد دشمنی گارڈز کو بے ہوش کر ڈالا۔ اس طرح کسی و فوری طور پر اس واقعہ کا علم نہ ہو سکا۔ سات بجے سے پہلے سفیر کے بیڈ روم کی طرف چائے لے جانے والے ملازم کو سب سے پہلے سفیر کے اغوا کا علم ہوا اور پولیس کو اطلاع دی گئی تو پولیس نے شہر سے باہر جا۔ نے واپس راستے سیل کر دیئے اور چند گھنٹوں کے لئے ایئر پورٹ بھی بند کر دیا گیا چنانچہ مجھے خیال ہی نہیں آیا تھا کہ مجرم شہر سے باہر جا چکے ہوں گے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مجھے بھی ابھی خیال آیا ہے کہ مجرموں نے پانچ بجے سفیر کو اغوا کیا اور سات بجے کے بعد پولیس نے راستے سیل کئے تھے اس لئے مجرموں کے پاس کم از کم دو گھنٹے کا وقت تھا اور اتنے وقت میں مجرم شہر سے باہر تو کیا ملک سے بھی باہر جا سکتے تھے“..... بلکہ ذمہ دار نے کہا۔ عمران نے خالی کپ میز پر رکھا اور فون کا ریسیور اٹھا کر نمبر پر پریس کرنے لگا۔

”یس۔ مارواڑی کلب“..... چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہونے پر ایک نسوانی آواز لاؤڈر سے ابھری۔

”منگل سنگھ سے بات کراؤ“..... عمران نے کہا۔
”آپ کون ہیں جناب۔ کس سلیٹ میں بات کرنا چاہتے ہیں۔“

دوسری طرف سے لڑکی نے پوچھا۔
”شادی کے سلسلے میں۔ میرا نام منگل سنگھ ہے مس پودینہ“..... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا تو بلکہ زیر مسمک رانے لگا۔

باہمی روابط کا مخالف رہا ہے“..... منگل سنگھ نے کہا۔

”اس لئے مجھے شبہ ہے کہ پاکیشیا اور شوگران کی دوستی ختم کرنے کے لئے کافرستانی ایجنٹوں نے شوگرانی سفیر کو اغوا کیا ہے۔ بہر حال تصدیق ضروری ہے چنانچہ تم اس سلسلے میں معلومات حاصل کرو۔ کتنا وقت لو گے“..... عمران نے کہا۔

”تین چار گھنٹے تو لگ ہی جائیں گے جناب۔ میں شام کے وقت آپ کو رپورٹ دے سکوں گا“..... منگل سنگھ کی آواز آئی۔

”ٹھیک ہے۔ میں آٹھ بجے تم سے دوبارہ رابطہ قائم کروں گا۔ اوکے“..... عمران نے آخر میں کہا اور فون بند کر دیا۔

”عمران صاحب۔ میرا خیال ہے کہ کافرستان اتنی جرأت نہیں کر سکتا کہ شوگرانی سفیر کو اغوا کرائے“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”پیارے۔ تمہارے خیالات ہر لمحہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہے تو تھوڑی دیر بعد تم کہو گے کہ اکیرمیا اور اسرائیل بھی جرأت نہیں کر سکتے“..... عمران نے برا سامنہ بنا کر کہا۔

”نہیں جناب۔ اکیرمیا اور اسرائیل میں سے اکیرمیا پر شبہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ دہشت گردی کے خاتمہ کی جنگ میں پاکیشیا اس کا اتحادی ہے اور اس اتحاد کی آڑ میں آج کل پاکیشیا میں اکیرمین ایجنٹوں کی یہاں بھرمار ہو چکی ہے۔

بظاہر وہ سفارتکار یا امدادی ٹیموں اور این جی اوز میں شامل ہیں لیکن یہ بات یقینی ہے کہ وہ یہاں خفیہ کارروائیوں میں مصروف ہیں۔ کچھ عرصہ

پہلے ہی پولیس نے ایک اکیرمین سفارتکار کو گرفتار کیا تھا“..... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”خیر۔ تم مجھے ٹیلی فون نمبر والی ڈائری دو“..... عمران نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو نے میز کی دراز سے ڈائری نکال کر عمران کے حوالے کی اور عمران ڈائری کھول کر اس میں مطلوبہ نمبر تلاش کرنے لگا۔ چند لمحوں بعد اس نے نمبر ٹریس کیا اور ڈائری بند کرنے کے بعد فون کا ریسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر پریس کرنے لگا۔

”ہیلو۔ براؤن بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد اکیرمیا میں سیکرٹ سروس کے فارن ایجنٹ ابرار عرف براؤن کی آواز سنائی دی۔

”ایکسٹو“..... عمران نے آواز بدل کر ایکسٹو کے لہجے میں کہا۔

”لیس چیف۔ حکم فرمائیں“..... ابرار نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”یہاں ہونے والے واقعہ کی تمہیں خبر ہو چکی ہوگی۔ تم سراغ لگاؤ کہ اس واقعہ میں وہاں کی ایجنسیاں کس حد تک ملوث ہیں اور ذمہ دار کون ہے کیونکہ مجھے یقین کی حد تک شبہ ہے کہ شوگرانی سفیر کے اغوا میں اکیرمیا یا اسرائیل کا ہاتھ ہے یا پھر دونوں کی سازش ہے“..... عمران نے کہا۔

”رائٹ سر۔ میں کوشش کرتا ہوں“..... ابرار کی آواز سنائی دی۔

”معلومات جتنی ہونی چاہئیں۔ مجھے شام سے پہلے رپورٹ ملنی چاہئے اور اس کے لئے ٹرانسمیٹر استعمال کرنا۔ اوکے“..... عمران نے آخر میں کہا اور فون بند کر کے بلیک زیرو کی طرف دیکھنے لگا۔

ایکسو کے لہجے میں کہا۔

”نو سر۔ وہ تو شوقم ہونے سے پہلے ہی مشتہہ ایکریمین کے پیچھے سرکس۔ سے باہر نکل گیا تھا“..... جولیانے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔
 ”کیا وہ آدی واپس نہیں آیا تھا“..... بلیک زیرو نے چوکتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں چیف۔ مجھے صفدر کی کار پارکنگ میں نظر نہیں آئی۔ وہ یقیناً ایک ریہین کے تعاقب میں گیا تھا“..... جولیانے جواب میں کہا۔
 ”صفدر نے ابھی تک کوئی رپورٹ نہیں دی اور نہ ہی وہ میری کال اینڈ کر رہا ہے۔ بہر حال تم ہوشیار رہنا کیونکہ سرکس شو میں وہ ایکریمین بار بار تمہاری طرف دیکھ رہا تھا جس سے مجھے محسوس ہوا کہ وہ تمہاری نگرانی کر رہا تھا۔ مگر شاید بعد میں اسے شبہ ہو گیا کہ صفدر اور تم بھی اس میں دلچسپی لے رہے ہو اس لئے وہ وہاں سے رخصت ہو گیا ہو گا۔“
 بلیک زیرو نے کہا اور فون بند کر دیا۔

”لگتا ہے صفدر کہیں پھنس گیا ہے۔ تمہارا اندازہ درست ہے کہ وہ آدی صفدر کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کر وہاں سے روانہ ہو گیا تھا“..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”صفدر کو دوبارہ ٹرائی کروں“..... بلیک زیرو نے پوچھا۔
 ”رہنے دو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کال اینڈ کرنے کی پوزیشن میں نہ ہو۔ میں جا رہا ہوں۔ ممبرز کی طرف سے کوئی رپورٹ ملے تو مجھے واچ ٹرانسمیٹر پر اطلاع دینا“..... عمران نے کھڑے ہو کر کہا۔

”سر۔ صفدر نے ابھی تک رپورٹ نہیں دی“..... بلیک زیرو نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو عمران نے اپنی گھڑی پر وقت دیکھا اور چونک پڑا۔

”ہاں۔ سرکس شو تو ختم ہو چکا ہو گا۔ ہو سکتا ہے وہ مشتہہ ایکریمین کا تعاقب کرتا پھر رہا ہو“..... عمران نے کہا۔
 ”میرا خیال ہے شو ختم ہوئے نصف گھنٹہ گزر چکا ہے۔ اسے رپورٹ تو دینی چاہئے تھی“..... بلیک زیرو نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”تو پھر تم خود اسے کال کر کے رپورٹ لے لو۔ تعاقب اتنا طویل تو نہیں ہو سکتا“..... عمران نے جیب سے چیونگم کا پیس نکالتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو نے واچ ٹرانسمیٹر آن کیا اور صفدر کو کال کرنے لگا۔
 ”ہیلو صفدر۔ ایکسو کالنگ۔ اوور“..... بلیک زیرو نے ایکسو کے لہجے میں کہا۔

کئی لمحے گزر گئے لیکن صفدر کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو عمران چونک پڑا۔ بلیک زیرو نے تقریباً نصف منٹ تک کوشش کی اور پھر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”جولیا اپنے فلیٹ پہنچ چکی ہو گی۔ اس سے معلوم کرو“..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو بلیک زیرو فون کا ریسیور اٹھا کر نمبر پر پریس کرنے لگا۔
 ”ہیلو۔ جولیا بول رہی ہوں“..... چند سیکنڈ بعد جولیا کی آواز سنائی دی۔

”ایکسو۔ کیا صفدر تمہارے ساتھ واپس آیا ہے“..... بلیک زیرو نے

میجر سام نے فشر سے بات کرنے کے بعد ٹرانسمیٹر آف کر کے میز پر رکھا ہی تھا کہ ایک مرتبہ پھر ٹرانسمیٹر سے سگنل کی آواز ابھری تو میجر سام چونک پڑا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے ٹرانسمیٹر اٹھایا اور آن کر دیا۔
 ”ہیلو باس۔ فوکر کالنگ۔ اوور“..... ٹرانسمیٹر سے اس کے ماتحت کی آواز بلند ہوئی۔

”لیس فوکر۔ میجر سام رسیونگ یو۔ اوور“..... میجر سام نے سخت لہجے میں کہا۔

”باس۔ کیا فشر نے آپ کو رپورٹ دی ہے۔ اوور“..... فوکر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ تم دونوں اپنے ٹھکانے پر جاؤ اور آئندہ ہدایات کا انتظار کرو۔ اپنے تعاقب کا خیال رکھنا۔ اوور“..... میجر سام نے کہا۔

”رائٹ سر۔ ہم نے ابھی لہجے نہیں کیا باس۔ اوور“..... فوکر کی آواز

”تو کیا آپ اپنے فلیٹ پر نہیں جا رہے ہیں“..... بلیک زیرو نے کہا اور کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔

”کچھ پتا نہیں کہ فلیٹ پر کب جاؤں“..... عمران نے کہا اور اسی لمحے بلیک زیرو کے وایج ٹرانسمیٹر کی سیٹی بجنے لگی۔

سنائی دی۔

”ٹھیک ہے۔ لنچ کر لو لیکن جلدی اپنے پوائنٹ پر پہنچ جانا۔ تم لوگوں کا زیادہ دیر باہر گھومنا خطرناک ہو سکتا ہے۔ سیکرٹ سروس والے ہماری تلاش میں مصروف ہو چکے ہیں۔ اور اینڈ آف..... میجر سام نے آخر میں سختی سے تاکید کرتے ہوئے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اس نے ایک لمحہ کے لئے کچھ سوچا اور میز سے سگریٹ کا پیکٹ اٹھا لیا۔ اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

”لیس..... اس نے مختصر اُٹھا لیا۔

”بارڈن بول رہا ہوں باس..... دوسری طرف سے بارڈن کی آواز

سنائی دی۔

”لیس بارڈن۔ کیا خبر ہے..... میجر سام نے کہا۔

”باس۔ عمران اپنے فلیٹ پر موجود نہیں ہے۔ میں نصف گھنٹے سے اس کے فلیٹ کی نگرانی کر رہا ہوں..... بارڈن نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”نگرانی جاری رکھو بارڈن۔ سیکرٹ سروس کے ایک ممبر کو ہم نے اپنی گرفت میں لے لیا ہے..... میجر سام نے ہدایت کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ مگر آپ نے تو کہا تھا کہ ہم نے خود کو سیکرٹ سروس سے

پوشیدہ رکھنا ہے..... بارڈن کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

”ہاں۔ اسی لئے میں نے فشر کو جولیا کی خفیہ نگرانی کرنے کا حکم دیا

تھا لیکن سرکس شو میں جولیا اور اس کا ساتھی اپنی نگرانی سے باخبر ہو گئے

تھے۔ چنانچہ فشر انہیں اپنی طرف متوجہ دیکھ کر سرکس سے نکل آیا اور اس

نے مجھے اطلاع دی تو اسی وقت جولیا کا ساتھی بھی سرکس سے باہر آیا اور پارکنگ میں فشر کی نگرانی کرنے لگا۔ فشر نے اسے دیکھ کر مجھے بتایا تو میں نے بہتر سمجھا کہ اس آدمی کو پکڑ کر یرغمال بنا لیا جائے۔ چنانچہ میں نے فشر کو ہدایات دیں اور دو ممبرز کو اس کی مدد کے لئے بھیج دیا۔ حسب توقع فشر وہاں سے روانہ ہوا تو جولیا کے ساتھی نے اس کا تعاقب کیا اور ہمارے آدمیوں نے شہر سے باہر پہنچ کر جولیا کے ساتھی کو گرفت میں لے لیا۔“ میجر سام نے مسلسل بولتے ہوئے کہا اور اسی لمحے ٹرانسمیٹر سے سگنل کی آواز ابھرنے لگی تو اس نے فون کا ریسیور رکھا اور ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو باس۔ فشر کالنگ۔ اور..... ٹرانسمیٹر سے فشر کی آواز سنائی

دی۔

”لیس فشر۔ میجر سام ریسیونگ یو۔ اور..... میجر سام نے مخصوص

لہجے میں کہا۔

”میں ٹھکانے پر پہنچ گیا ہوں باس اور جولیا کے ساتھی کو ایک کمرے

میں قید کر دیا ہے۔ اور..... فشر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اس کی سخت نگرانی کی جائے۔ تمہارا تعاقب تو نہیں کیا

گیا۔ اور..... میجر سام نے کہا۔

”نو سر۔ میں نے مسلسل عقب پر نگاہ رکھی تھی۔ اور..... فشر نے

جواب میں کہا۔

”او کے۔ فی الحال تم وہیں رہنا۔ اور اینڈ آف..... میجر سام نے

آخر میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے میز پر رکھ دیا اور میز کی دراز کھول کر

نے سخت لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ میں سمجھا نہیں چیف۔ کیا سیکرٹ سروس کے ممبر کو گرفتار نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اور“..... میجر سام نے چونک کر کہا۔

”غلطی عمران اور جولیا کی نگرانی کرتا تھی میجر سام۔ میں نے تمہیں واضح طور پر ہدایت کی تھی کہ عمران اور سیکرٹ سروس سے ہر صورت میں دور رہا جائے اور کسی طرح بھی انہیں اپنی طرف متوجہ نہ کیا جائے کیونکہ عمران اور سیکرٹ سروس کا چیف ایکسٹو جس بھی دشمن ایجنٹ کی ایک مرتبہ بوسنگہ لیں، اس کا پاکیشیا سے زندہ واپس آنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ تم نے مشن میں کامیاب ہونے کے بعد اپنی ٹیم کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔ اور“..... کرنل راہن نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”سوری چیف۔ میں نے احتیاطی طور پر یہ قدم اٹھایا تھا تاکہ بے خبری میں سیکرٹ سروس ہم تک نہ پہنچ جائے اور ہم اس کی نقل و حرکت سے آگاہ رہیں بلکہ بروقت اپنا دفاع کر سکیں۔ اور“..... میجر سام نے پریشان ہو کر کہا۔

”بہر حال اب تم وہاں سے جلدی نکلنے کی کوشش کرو۔ تم نے سیکرٹ سروس کے ممبر کو گرفت میں لے کر مزید خطرہ مول لے لیا ہے۔ پہلے سیکرٹ سروس صرف سفیر کی بازیابی کے لئے بھاگ دوڑ کر رہی تھی اور اب اپنے ممبر کی تلاش میں وہ پورا شہر چھان مارے گی۔ سب سے زیادہ خطرہ عمران سے رہے گا اور اس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ اپنے ساتھی کے لئے ہزاروں قتل کر دیا کرتا ہے۔ اور“..... کرنل راہن کی آواز

اس میں رکھا بڑا ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ اس نے ٹرانسمیٹر پر ایک فریکوئنسی ایڈجسٹ کی اور کال دینے لگا۔

”ہیلو چیف۔ میجر سام کالنگ۔ اور“..... میجر سام نے قدرے بلند آواز میں کہا۔

”یس میجر سام۔ کرنل راہن رسیونگ یو۔ اور“..... چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے ہوا کے شور کے ساتھ ایک بھاری آواز سنائی دی۔

”چیف۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس بھی مغوی سفیر کی تلاش میں مصروف ہو گئی ہے۔ اور“..... میجر سام نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”صبح تو تم نے بتایا تھا کہ پولیس اور انٹیلی جنس تفتیش کر رہی ہے۔ اور“..... دوسری طرف سے کرنل راہن نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یس چیف۔ لیکن دوپہر سے پہلے انٹیلی جنس آفیسر کیپٹن فیاض نے عمران کے فلیٹ پر جا کر اسے سفیر کے اغوا کا معاملہ بتا کر اس سے مدد کی درخواست کی تھی اور عمران رضا مند ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں نے عمران اور اس کی ساتھی جولیا کی نگرانی شروع کر دی۔ تاکہ ان لوگوں کی نقل و حرکت ہماری نگاہ میں رہے لیکن جولیا اور سیکرٹ سروس کا ایک ممبر اپنی نگرانی سے باخبر ہو گئے اور نگرانی کرنے والا میرا ماتحت ان کی نظر میں آ گیا۔ یقینی بات تھی کہ سیکرٹ سروس والے ہمارے آدمی کو گرفتار کر لیتے۔ اس لئے ہم نے فوری طور پر جولیا کے ساتھی ممبر کو اغوا کر لیا اور اب وہ ہماری قید میں ہے۔ اور“..... میجر سام نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”یہ تم نے غلط کیا ہے میجر سام۔ اور“..... جواب میں کرنل راہن

”تم ٹھیک سمجھے ہو سام لیکن ان تمام ہدایات کا مطلب یہ نہیں کہ تم لوگ کسی طرح بھی سیکرٹ سروس سے کمزور ہو۔ مجھے تمہاری صلاحیتوں پر اعتماد ہے اور اسی لئے تمہیں پارٹی لیڈر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ چنانچہ تم اپنے ماتحتوں کی حفاظت کے سلسلے میں اپنی ذہانت سے پلاننگ کرو چاہے اس کے لئے تمہیں پاکیشیا سیکرٹ سروس کا خاتمہ ہی کرنا پڑے۔ ہمارا مشن اسی وقت مکمل ہو گا جب دونوں ملک ایک دوسرے سے تعلق توڑیں گے اور شوگران، پاکیشیا کی ہر قسم کی امداد اور تعاون ختم کرنے کا اعلان کر دے گا۔ اور اینڈ آل“..... کرنل رابن نے مسلسل بولتے ہوئے آخر میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو میجر سام نے بھی گہرا سانس لیتے ہوئے ٹرانسمیٹر آف کیا اور ٹرانسمیٹر واپس میز کی دراز میں بند کرنے کے بعد سوچنے لگا کہ سیکرٹ سروس کو کیسے الجھایا جائے۔

سنائی دی۔

”تو کیا ہم اس کے ساتھی کو چھوڑ دیں چیف۔ اور“..... میجر سام نے چونکتے ہوئے کہا۔

”تم لوگوں کے لئے یہی بہتر رہے گا کیونکہ اسے اپنی قید میں رکھنا بھی تمہارے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ موقع ملتے ہی تمہارے آدمیوں پر قابو پا کر یا انہیں ہلاک کر کے نکل جائے اور پھر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تم لوگوں پر ریڈ کر کے سب کو گرفتار کر لیں اس لئے فوری طور پر جان چھڑا لو میجر سام۔ اور“..... کرنل رابن نے سر ہلا کر کہا۔

”رائٹ سر۔ ہم اسے ختم کر دیتے ہیں۔ اور“..... میجر سام نے سر ہلا کر کہا۔

”نہیں سام۔ اسے بے ہوش کر کے کسی جگہ ڈال دو۔ اگر اسے ہلاک کر دیا گیا تو سیکرٹ سروس غضبناک ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ جلد از جلد پاکیشیا چھوڑ دو۔ اگر یہ فوری طور پر ممکن نہ ہو تو پھر کل کسی وقت کوشش کرو اس کے لئے تم اپنی ذہانت سے ایسا پلان بناؤ کہ سیکرٹ سروس تمہاری طرف سے غافل ہو کر کسی دوسری طرف الجھ جائے اور تم لوگوں کو سفیر سمیت وہاں سے نکلنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ اور“..... میجر سام نے جلدی سے کہا۔

”آپ کا مطلب ہے کہ سیکرٹ سروس کو الجھا دیا جائے۔ اور“..... میجر سام نے جلدی سے کہا۔

کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ ایک لمحہ بعد پچھلا دروازہ کھلا اور اس سے پہلے کہ صفدر خطرے سے آگاہ ہوتا، یکدم اس کے سر پر زور دار ضرب پڑی اور اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

اس مرتبہ صفدر کی بے ہوشی کا وقفہ طویل ثابت ہوا کیونکہ جب اسے ہوش آیا تو سورج غروب رہا تھا اور وہ نہر کی پٹری پر دراز تھا۔ مکمل طور پر حواس بحال ہوتے ہی وہ اٹھ بیٹھا اور سوچنے لگا کہ مجرموں نے اسے کب اپنی کوشی سے لا کر یہاں ڈالا۔ وہ کم از کم تین گھنٹے بے ہوش رہا تھا اور یہ نہر شہر کے شمال میں واقع تھی۔ کچھ فاصلے پر نہر کا پل نظر آ رہا تھا جہاں راج گڑھ کی طرف جانے والی سڑک تھی۔ نہر کے ایک جانب شہر کی ابتدائی بستیاں اور کالونیاں تھیں جبکہ نہر کے پار دیہاتی علاقہ تھا۔ صفدر کی سمجھ میں نہ آیا کہ مجرموں نے اسے کیوں آزاد کیا۔ جبکہ فشر کے پاس میجر سام نے فشر کو ہدایت کی تھی کہ اسے لاگ آپ میں رکھا جائے۔ پھر کیا ہوا تھا کہ ان لوگوں نے اپنا پلان تبدیل کر دیا۔ یہی سوچتا ہوا صفدر اٹھ کھڑا ہوا اور پل کی طرف بڑھنے لگا۔ مگر پھر اسے خیال آیا پہلے ایکسٹرو کو رپورٹ دی جائے تاکہ وہ اسے یہاں سے لے جانے کے لئے کسی ممبر کو بھیجے۔ چنانچہ اس نے آس پاس کا جائزہ لیا لیکن دور تک کسی ذی روح کو موجود نہ پا کر اس نے واچ پرائسمیٹر آن کیا اور ایکسٹرو کو کال کرنے لگا۔

”ہیلو چیف۔ صفدر کاننگ۔ اوور“..... صفدر نے کہا۔

کار دوڑتی رہی اور صفدر گا بے بگا ہے سر اٹھا کر باہر دیکھتا رہا۔ فشر ڈرائیونگ کرتا ہوا بار بار عقب نما آئینے میں پیچھے کا منظر دیکھ رہا تھا۔ شاید وہ اپنے تعاقب کا اندازہ لگا رہا تھا۔ چند منٹوں بعد کار گارڈن روڈ پر پہنچی اور پھر بائیں ہاتھ پر واقع ایک کوشی کے گیٹ پر رک گئی۔ صفدر نے سر اٹھا کر کوشی کے بند گیٹ کی طرف دیکھا اور دوبارہ سر نیچے کر کے آنکھیں بند کر لیں۔ فشر نے کار روکتے ہی مخصوص انداز میں پہلے آہستہ سے اور پھر زور سے ہارن بجایا تو چند سیکنڈ بعد ہی گیٹ کھلنے کی آواز سنائی دی اور پھر کار دوبارہ آگے بڑھی۔ اندر آ کر کار رکنے لگی تو صفدر نے آخری مرتبہ سر اٹھا کر سامنے کا جائزہ لیا اور آنکھیں بند کر کے ساکت ہو گیا۔

گیٹ کھولنے والا ایک نقاب پوش گیٹ بند کر رہا تھا جبکہ کار عمارت کے برآمدے کے سامنے رکی تھی اور اس طرف سے ایک نقاب پوش کار

کمپاؤنڈ میں موجود فشر کے دونوں ساتھی بھی سیاہ نقاب لگائے ہوئے تھے۔ بہر حال میں کوشش کر کے کوٹھی کے گیٹ کو پہچان سکتا ہوں۔ البتہ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ انہوں نے مجھے اس طرف کیوں لا کر پھینکا۔ اور“۔ صدر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”اس کا جواب وہی دے سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے انہیں شبہ ہو گیا ہو کہ تم ہوش میں آ کر وہاں سے فرار ہو جاؤ گے۔ البتہ تم فشر کے تعاقب کے دوران مجھے کال کر لیتے تو میں کسی ممبر کو تمہارے پیچھے روانہ کر دیتا۔ بہر حال میں چوہان کو بھیج رہا ہوں۔ وہ تمہیں وہاں سے اپنی گاڑی میں تمہاری کار تک لے جائے گا۔ تم پل پر پہنچ کر اس کا انتظار کرو۔ اور اینڈ آل“..... ایکسٹو نے آخر میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو صدر نے بھی ٹرانسمیٹر آف کیا اور نہر کے پل کی طرف بڑھنے لگا۔ جلد ہی وہ پل پر جا پہنچا اور چوہان کا انتظار کرنے لگا۔ وقفہ وقفہ سے وہاں سے گاڑیاں گزرتی رہیں۔ تقریباً دس منٹ بعد شہر سے آنے والی ایک کار قریب پہنچی تو صدر نے پہچان لیا۔ وہ چوہان کی کار تھی۔ چوہان نے اس کے قریب آ کر کار روکی اور فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ صدر اس کے برابر بیٹھ گیا تو چوہان نے وہیں سے یوٹرن لیا اور واپس شہر کی طرف کار دوڑانے لگا۔

”سناؤ پیارے۔ کیا نہر میں نہانے آئے تھے“..... چوہان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کمال کرتے ہو۔ یہ کون سا وقت ہے نہانے کا“..... صدر نے بے

”لیس صفدر۔ ایکسٹو اینڈنگ یو۔ تم کہاں ہو۔ اور“..... چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے ایکسٹو کی مخصوص آواز ابھری۔

”شہر کے شمال میں واقع نہر کے کنارے پر ہوں چیف اور مجھے ابھی ابھی یہیں ہوش آیا ہے۔ اور“..... صدر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”بے ہوش کیسے ہوئے اور تم نے بے ہوش ہونے سے پہلے مجھے کیوں نہیں رپورٹ دی تھی۔ اور“..... ایکسٹو نے سخت لہجے میں پوچھا۔

”سوری چیف۔ میں سرکس سے مشتبہ اکیرمین کے تعاقب میں روانہ ہوا تھا اور میرا ارادہ تھا کہ تعاقب کے اختتام پر آپ کو رپورٹ دوں گا لیکن بندر گاہ روڈ کے ایک موٹر پر اکیرمین کے دو نقاب پوش مسلح ساتھیوں نے سڑک بلاک کر کے مجھے فوراً ہی مشین پستلو سے کور کر لیا اور کار سے اتار کر کوئی بات کئے بغیر میرے سر پر ضرب لگا دی جس سے میں بے ہوش ہو گیا تھا۔ اور“..... صدر تفصیل سے پورا واقعہ بیان کرنے لگا۔

”یقیناً انہی لوگوں نے شوگرانی سفیر کو اغوا کیا ہے اور پوائنٹ تھری وہی عمارت ہو گی جہاں فشر تمہیں لے گیا تھا اس کا مطلب ہے کہ اس گروہ کے اور بھی کئی ٹھکانے ہیں اور دونوں نقاب پوش ڈیوڈ اور نوکر، فشر کے ساتھ جانے کی بجائے دوسرے ٹھکانے پر گئے تھے۔ کیا تم نے پوائنٹ تھری والی کوٹھی کا نمبر دیکھا تھا۔ اور“..... ایکسٹو نے رپورٹ سن کر کہا۔

”نوسر۔ میں صرف کوٹھی کا گیٹ ہی دیکھ سکا تھا جو سفید رنگ کا تھا۔

کسی گٹر میں پھینک سکتے تھے لیکن شاید انہیں یہ خطرہ ہو گا کہ سیکرٹ سروس پہلے شوگرانی سفیر کے سلسلے میں ان کے پیچھے پڑی ہوئی ہے اور میرے قتل پر ان کے لئے مزید خطرناک ہو جائے گی اور پھر ان کا بچنا ناممکن ہو جائے گا“..... صفدر نے سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔

”یہ بات تو ہے۔ ایکسٹو انہیں زمین کی تہہ سے نکال کر بھی تمہارا انتقام لیتا“..... چوہان نے مسکراتے ہوئے کہا اور چوراہے پر پہنچ کر کار بندر گاہ کو جانے والی سڑک پر موڑ دی۔ صفدر بیک دیو مرر میں پیچھے کا منظر دیکھ رہا تھا۔

”کیا بات ہے۔ کوئی تعاقب میں آ رہا ہے“..... چوہان نے صفدر کی طرف دیکھ کر کہا۔

”نہیں۔ لیکن اندازہ لگا رہا ہوں“..... صفدر نے مسکرا کر کہا۔

”تو کیا تعاقب کا اندیشہ ہے“..... چوہان نے چونک کر پوچھا۔

”ہاں۔ مجھے شبہ ہے کہ ان لوگوں نے مجھے اس لئے آزاد کیا ہے کہ میرا تعاقب کر کے میری منزل چیک کریں یا مجھے یہاں سے لے جانے کے لئے جو ممبر آئے اس سے بھی آشنا ہو جائیں لیکن ابھی تک کوئی ہمارے تعاقب میں نہیں ہے“..... صفدر نے مسکرا کر کہا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اس موٹر پر پہنچ گئے جہاں صفدر کی کار کھڑی تھی۔ چوہان نے اس کے قریب کار روکی تو صفدر اس کی کار سے اتر کر اپنی کار میں آ بیٹھا۔ چابی انکیشن سوچ میں موجود تھی۔ صفدر انجن اشارت کرنے لگا۔

اختیار ہنستے ہوئے کہا۔

”تو کیا یہاں کسی سے ملاقات کے لئے آئے تھے۔ تمہاری کار کہاں ہے“..... چوہان نے پوچھا۔

”کیا تمہیں چیف نے کچھ نہیں بتایا“..... صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ چیف نے صرف اتنا بتایا تھا کہ تم نہر کے پل پر موجود ہو۔ وہاں سے تمہیں لا کر تمہاری گاڑی تک پہنچا دوں“..... چوہان نے کہا تو صفدر نے اسے گزشتہ واقعہ کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔

”حیرت ہے کہ مجرموں نے اپنا پروگرام تبدیل کر کے تمہیں زندہ چھوڑ دیا لیکن شہر سے باہر کیوں ڈال گئے“..... چوہان نے سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔

”یہ بات تو میری سمجھ میں بھی نہیں آئی۔ البتہ چیف کو یقین ہے کہ شوگرانی سفیر کو انہی لوگوں نے اغوا کیا ہے اور اپنے بچاؤ کے لئے مجھے اپنی قید میں رکھ کر یرغمال کے طور پر استعمال کرنا چاہتے تھے لیکن پھر انہیں اندیشہ ہوا کہ میں ان کی قید سے فرار ہو جاؤں گا اور عمارت کے محل وقوع سے واقف ہو کر وہاں ریڈ کرا دوں گا“..... صفدر نے جواب میں کہا۔

”ہاں۔ یقیناً انہوں نے یہی سوچا ہو گا لیکن وہ تمہیں ہلاک بھی کر سکتے تھے“..... چوہان نے سر ہلا کر کہا۔

”بالکل۔ وہ مجھے بے ہوشی کے عالم میں ہی ہلاک کر کے میری لاش

کے برابر آرکی۔

”خیریت۔ رک کیوں گئے ہو؟“..... چوہان نے اس کی طرف دیکھ کر کہا تو صفدر نے اسے ایکسٹو کے حکم کے بارے میں بتایا اور دوبارہ کار آگے بڑھا دی تو چوہان کی کار بھی اس کے پیچھے آگے بڑھتی چلی گئی۔

”تم اب کہاں جاؤ گے؟“..... چوہان نے صفدر کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

”اپنے فلیٹ پر جا کر چیف کی آئندہ ہدایات کا انتظار کروں گا۔“
صفدر نے جواب دیا اور کار آگے بڑھا کر ٹرن کی تو چوہان نے بھی یوٹرن لیا اور دونوں کاریں واپس شہر کی طرف دوڑنے لگیں لیکن چوراہے کے قریب پہنچتے ہی صفدر کے وایج ٹرانسمیٹر پر سگنل موصول ہونے لگا تو صفدر چونکا اور اس نے سیدھے ہاتھ سے وایج ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو صفدر۔ ایکسٹو کالنگ۔ اور“..... ٹرانسمیٹر سے ایکسٹو کی آواز ابھری۔

”ہیس چیف۔ صفدر اینڈنگ یو۔ اور“..... صفدر نے جواب میں کہا۔
”تم چوہان کے ساتھ اس عمارت کی طرف جاؤ جہاں فشر تمہیں لے گیا تھا۔ وہاں کوٹھی کا گیٹ پہچان کر مجھے رپورٹ دو اور اس کی احتیاط سے نگرانی کرو۔ اور“..... ایکسٹو کی آواز سنائی دی۔

”رائٹ سر۔ اور“..... صفدر نے سر ہلا کر کہا۔

”باقی ہدایات تمہاری رپورٹ ملنے پر دی جائیں گی۔ اس کوٹھی کے زیادہ قریب جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے تمہیں دیکھ کر مجرم ہوشیار ہو جائیں۔ اور اینڈ آل“..... ایکسٹو نے آخر میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو صفدر نے ٹرانسمیٹر پر چوہان کی فریکوئنسی ایڈجسٹ کی مگر پھر کال کرنے کی بجائے ٹرانسمیٹر آف کیا اور رفتار کم کر کے بریک لگا دی اور پھر چوہان کو رکنے کا اشارہ کیا۔ چوہان کی کار اس

”اچھا۔ کتنے تلاش کر لئے ہیں رشتے“..... عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”رشتے تو کافی ہیں صاحب لیکن میرے مطلب کا صرف ایک ہے“..... سلیمان نے مسکرا کر کہا۔

”سچ“..... عمران نے بے یقینی کے انداز میں کہا۔

”آپ کی قسم صاحب۔ آپ سنیں گے تو مجھ پر رشک کریں گے۔“
سلیمان نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”فکر مت کرو۔ میں رشک نہیں کروں گا، اشک بہاؤں گا۔ کون سا رشتہ ہے تفصیل بتاؤ“..... عمران نے اطمینان سے کہا۔

”رشتہ ہے ایک کروڑ پتی نوجوان دوشیزہ کا۔ ماں باپ کی شفقت سے محروم ہونے کے سبب کروڑوں کی جائیداد کی مالک، ذاتی یتیم خانہ اور ہر بینک میں اکاؤنٹ ہے۔ ڈیڑھ ماہ پہلے بیوہ ہوئی تھی۔ آٹھ بچوں کے سوا دنیا میں اس کا کوئی نہیں۔ یتیم بچوں کے ساتھ اکیلی رہتی ہے۔ شادی کرنے کے بعد بچوں کو یتیم خانے میں داخل کرا دے گی تاکہ مزید بچوں کی گنجائش پیدا ہو جائے“..... سلیمان نے جواب دیا۔

”گڈ۔ اب اسے کس قسم کا شوہر چاہئے۔ شرائط کیا ہیں“..... عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”کوئی شرط نہیں ہے۔ بے روزگار، شادی شدہ، غیر شادی شدہ، رٹڈ، کنوارے، تعلیم یافتہ، ان پڑھ، شہری یا دیہاتی امیدوار بھی بچوں کے باپ اور جائیداد کے مالک بننے کے لئے رجوع کر سکتے ہیں۔ امیدوار کو بوقت

عمران اپنے فلیٹ پر پہنچا تو دروازہ اندر سے لاک نہیں تھا چنانچہ وہ دروازہ کھول کر خاموشی سے اندر آیا اور سنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ سلیمان کچن میں نہیں تھا۔ عمران سنگ روم میں داخل ہوا تو اندر سلیمان اطمینان سے صوفے پر بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا۔ عمران کو دیکھتے ہی سلیمان نے جلدی سے اخبار میز پر رکھا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

”بہت خوب۔ اخبار پڑھا جا رہا تھا“..... عمران نے اسے گھورتے ہوئے کہا اور آگے بڑھ کر صوفے پر بیٹھ گیا۔

”نہیں صاحب۔ پڑھ نہیں رہا تھا صرف تلاش کر رہا تھا“..... سلیمان نے کہا۔

”کیا۔ کس کو تلاش کر رہے تھے“..... عمران نے بے اختیار چونک کر کہا۔

”ضرورت رشتہ“..... سلیمان نے شرما کر آہستہ سے کہا۔

آپ کا پورا شجرہ نسب اور شجرہ اعمال بتاؤں گا اور بڑے صاحب کو بھی آپ کی شادی کی ایڈوانس مبارک باد دے آؤں گا“..... سلیمان نے جواباً دھمکی بھرے لہجے میں کہا تو عمران یکدم گھبرا گیا۔

”نن۔ نہیں۔ ڈیڈی تو میری کھال اتار لیں گے۔ تم فکر مت کرو۔ مجھے یہ رشتہ بالکل پسند نہیں ہے۔ میں تو یونہی مذاق کر رہا تھا“..... عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور اسی لمحے ڈور بیل بج اٹھی تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

”اوہ۔ جاؤ دیکھو، شاید واقعی ڈیڈی میری کھال اتارنے آ گئے ہیں“..... عمران نے گھبرا کر کہا تو سلیمان مسکراتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ عمران آنے والے کے بارے میں سوچنے لگا۔ اسے بلیک زیرو نے تھوڑی دیر پہلے ہی صفدر کی رپورٹ کے بارے میں بتایا تھا اور اس نے بلیک زیرو کو اس عمارت کی نگرانی کے بارے میں ہدایات دے کر فون پر منگل سنگھ سے رابطہ قائم کیا تھا مگر منگل سنگھ نے منفی رپورٹ دی تھی چنانچہ عمران، بلیک زیرو کو کنکٹن میں فارن کے ایجنٹ ابرار سے رپورٹ لینے کی ہدایت کر کے دانش منزل سے یہاں آ گیا تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ حلیہ بدل کر اس عمارت پر ریڈ کرے گا جہاں صفدر کو لے جایا گیا تھا۔ چند لمحوں بعد باہر سے قدموں کی آہٹیں بلند ہونے لگیں اور وہ آہٹیں سنگ روم کے دروازے پر پہنچیں تو عمران نے سر اٹھا کر دروازے کی طرف دیکھا اور اس کے چہرے پر یکدم خوف و دہشت طاری ہوتی چلی گئی۔ تین مسلح نقاب پوش کمرے میں داخل ہو رہے تھے۔ ان کے

نکاح صرف دس ہزار روپے نقد ادا کرنا ہوں گے۔ شادی کے اشتہار اور شادی دفتر والوں کی فیس کے سلسلے میں جبکہ رخصتی کے وقت ہی ہنی مون منانے کے لئے امیدوار کو دس کروڑ روپے ملیں گے اور دعوت ولیمہ کے لئے پانچ کروڑ“..... سلیمان نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”رشتہ تو بہت خوب ہے۔ کیا یہ رشتہ مجھے نہیں مل سکتا پیارے“ عمران نے کہا۔

”لیجئے۔ ٹپک پڑی رال۔ مجھے تو پہلے ہی خطرہ تھا کہ تفصیل سن کر آپ فوراً لٹو ہو جائیں گے۔ بہر حال مجبوری ہے۔ آپ اس رشتہ کے بالکل قابل نہیں ہیں“..... سلیمان نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

”کیوں۔ مجھ میں کسی چیز کی کمی ہے“..... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”دیکھیئے صاحب۔ لڑکی کو صرف ان پڑھ، دیہاتی، کنوارے یا روئڈے چاہئیں جبکہ آپ اعلیٰ تعلیم یافتہ، بے شمار جعلی ڈگریوں کے مالک کنوارے ہیں البتہ آپ مس جو لیا کے مرنے کے بعد ہی روئڈے کہلا سکتے ہیں“..... سلیمان نے اطمینان سے کہا۔

”بکو مت۔ میں یہ رشتہ ہر قیمت پر حاصل کروں گا۔ کل ہی جا کر میں اس لڑکی سے رشتہ طے کر کے اسے یہاں لے آؤں گا اور پھر ہنی مون منانے کے لئے چلا جاؤں گا“..... عمران نے سلیمان کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”کل تو دور کی بات ہے صاحب۔ میں آج ہی جا کر لڑکی والوں کو

ہاتھوں میں سائینس رڈ ریوالور تھے۔ ان میں سے ایک نے سلیمان کی کمر سے ریوالور لگا رکھا تھا۔ دو نقاب پوشوں نے عمران کی طرف ریوالور تان رکھے تھے۔ سلیمان کے ہاتھ اٹھے ہوئے تھے اور وہ خوفزدہ دکھائی دے رہا تھا اس لئے عمران نے بھی اپنے چہرے پر خوف کی علامات پیدا کر لی تھیں۔

”ہاتھ بلند کر لو مسٹر عمران۔ ہمارے ریوالور بے آواز ہیں“..... ایک نقاب پوش نے تحکمانہ لہجے میں عمران سے کہا۔

”کک۔ کیا۔ واقعی۔ اودہ نہیں۔ کیوں مجھے دہشت زدہ کر رہے ہو۔“ عمران نے خوف سے کانپتے ہوئے کہا۔

”ایکٹنگ نہیں چلے گی عمران“..... مخاطب نقاب پوش نے سخت لہجے میں کہا۔

”چائے تو چلے گی نا۔ سلیمان جلدی سے چائے لاؤ مہمانوں کے لئے“..... عمران نے جلدی سے کہا۔

”یہ مہمان نہیں، بلائے جان ہیں صاحب“..... سلیمان نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

”مہمان نہیں ہیں تو ہو جائیں گے۔ بقول کنفیو شس رفتہ رفتہ وہ میرے دل کے مہمان ہو گئے“..... عمران نے کہا۔

”سٹ اپ۔ ہاتھ بلند کر لو۔ ہم یہاں چائے پینے نہیں آئے۔“ نقاب پوش نے یکدم غراتے ہوئے کہا۔

”تو کیا خون پیو گے دوستو۔ ٹھیک ہے۔ بیٹھو میں ابھی بلڈ بینک سے

تمہارے لئے خون کی بوتلیں منگواتا ہوں“..... عمران نے کہا۔
”عمران۔ زندہ رہنا چاہتے ہو تو تصویر ہمارے حوالے کر دو جو تمہیں سوپر فیاض سے ملی ہے“..... نقاب پوش نے تحکمانہ لہجے میں کہا تو عمران چونک پڑا۔

”اچھا۔ اچھا۔ تو تم صرف تصویر لینے آئے ہو“..... عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ اگر تم نے تصویر ہمارے حوالے نہ کی تو ہم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے“..... دوسرے نقاب پوش نے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

”سوری مسٹر۔ میں تصویر نہیں دے سکتا۔ مجھے شرم آتی ہے کیونکہ وہ بے حد قابل اعتراض اور شرمناک ہے“..... عمران نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

”بالکل صاحب۔ وہ شرمناک تصویر انہیں نہیں مجھے دیجئے گا۔“ سلیمان نے کہا۔

”کیوں۔ تم کیا کرو گے احق“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔
”آپ خود ہی تو کہہ رہے ہیں کہ وہ شرمناک اور قابل اعتراض ہے۔ دل بہلایا کروں گا تصویر سے“..... سلیمان نے جواب میں کہا۔

”کمبخت۔ تم ابھی نا بالغ ہو۔ بچوں کو وہ تصویر دیکھنے کی اجازت نہیں ہے“..... عمران نے سلیمان کو گھورتے ہوئے کہا۔

”نہیں صاحب۔ میں مکمل بالغ ہوں۔ کیا اپنا شناختی کارڈ دکھاؤں آپ کو“..... سلیمان نے مسکرا کر کہا۔

”مجبوری ہے۔ اس وقت وہ تصویر ہماری زندگی کی قیمت ہے۔ فکر مت کرو میں تمہیں تصویروں سے بھرا ایسا واپیات میگزین لا دوں گا کہ ایک مرتبہ دیکھنے کے بعد دوبارہ دیکھنے کے قابل ہی نہیں رہو گے۔“ عمران نے ٹھنڈا سانس لیتے ہوئے کہا۔

”وہ تصویر میں نے گزشتہ روز آپ کے کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈال دی تھی جو آپ نے پہنا ہوا ہے“..... سلیمان نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

”کیا۔ بہت احمق آدمی ہو گدھے۔ اگر میں تصویر رکھنے کے جرم میں پکڑا جاتا تو پھر“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”عمران۔ جلدی کرو۔ جیب سے تصویر نکال کر میری طرف پھینک دو“..... بارڈن نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”اتنی جلدی ہے تو آ کر خود نکال لو“۔ عمران نے برا سا منہ بنا کر کہا۔
 ”نہیں۔ تم خود نکالو۔ جلدی کرو ایک منٹ ختم ہونے والا ہے۔“
 بارڈن نے سخت لہجے میں کہا۔

”اچھا۔ مگر تصویر دیکھ کر مجھے واپس دے دینا۔ میں نے بھی آج رات اسے دیکھا ہے“..... عمران نے سر ہلا کر کہا اور سیدھا ہاتھ کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈالا اور بجلی کی سی تیزی سے جیب سے ریو اور نکال کر اور سلیمان کے عقب میں کھڑے نقاب پوش پر فائر کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے یکدم قلابازی کھائی اور اپنے صوفے کے عقب میں جا گرا۔ بارڈن کے ساتھی کے حلق سے کرہناک چیخ نکلی اور وہ گردن میں سوراخ

”تم بتاؤ دوستو۔ کیا یہ احمق تمہیں بالغ نظر آتا ہے“..... عمران نے نقاب پوشوں کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

”عمران۔ ہمارا وقت ضائع مت کرو۔ تصویر ہمارے حوالے کر دو۔ ورنہ ہم تمہارے ملازم کو گولی مار دیں گے“..... نقاب پوش نے غرا کر کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اسے گولی مار دو۔ یہ گدھا ہے ہی اسی قابل۔ کمینہ گندی تصویر مانگتا ہے“..... عمران لا پرواہی سے نے کہا۔

”خدا کا خوف کھائیں صاحب۔ کمینے، بے ہودہ اور ذلیل تو یہ لوگ ہیں جو تصویر مانگ رہے ہیں“..... سلیمان نے گھبرا کر کہا۔

”بارڈن۔ یہ دونوں دانشہ ہمارا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ انہیں فوراً گولی مار دو“..... دوسرے نقاب پوش نے پہلے نقاب پوش سے کہا۔

”عمران۔ اگر تم نے ایک منٹ کے اندر اندر تصویر نہ دی تو تم دونوں کو ختم کر دیا جائے گا“..... بارڈن نامی نقاب پوش نے حتیٰ لہجے میں کہا۔

”وہ تصویر میرے پاس نہیں ہے۔ میں نے کل ہی اس کبخت کو دے دی تھی کہ یہ تصویر سے دل بہلانے کے بعد تصویر کو حفاظت سے الماری میں رکھ دے تاکہ آج رات میں بھی اس سے آنکھیں ٹھنڈی کر سکوں۔“

عمران نے جواب میں سلیمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”تم بتاؤ۔ تصویر کہاں ہے“..... بارڈن نے سلیمان کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

”صاحب۔ کیا بتا دوں اسے“..... سلیمان نے عمران کا اشارہ سمجھتے ہوئے کہا۔

لئے فرش پر گر کر ترپنے لگا۔ بارڈن اور دوسرا نقاب پوش بوکھلا کر اپنے گرنے والے ساتھی کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی لمحے عمران نے صوفے کی آڑ سے بارڈن کے دوسرے ساتھی کے ہاتھ پر فائر کیا اور اس آدمی کے ہاتھ سے ریوالور نکل کر فرش پر جا گرا تو سلیمان نے پھرتی سے بارڈن کے ریوالور والے ہاتھ پر ٹھوکر ماری اور اس کے ہاتھ سے ریوالور نکل کر دروازے سے باہر جا گرا۔

”ہاتھ بلند کر لو تصویر کے پچاریو“..... عمران نے صوفے کی آڑ سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور ان پر ریوالور تال لیا لیکن بارڈن کے ساتھی نے فوراً ہی سلیمان پر چھلانگ لگائی اور اسے دبوچے فرش پر آگرا۔ بارڈن نے ہاتھ بلند کر لئے تھے سلیمان نے تیزی سے یکدم پلٹا کھایا اور نقاب پوش کے نیچے سے نکل گیا لیکن نقاب پوش تیزی سے اٹھ کر دوبارہ سلیمان سے لپٹ گیا۔

”خبردار۔ ہٹ جاؤ۔ ورنہ کھوپڑی اڑا ڈالوں گا“..... عمران نے نقاب پوش کو لٹکارتے ہوئے کہا لیکن اس آدمی نے پرواہ نہ کی اور سلیمان کی کمر سے لپٹا کر وٹیں لیتا ہوا دروازے کے پاس پہنچ گیا۔ شاید وہ فرار ہونا چاہتا تھا لیکن اسی لمحے سلیمان کا داؤ چل گیا اور اس نے نقاب پوش کے پیٹ میں اس زور سے کہنی ماری کہ اس نے کراہتے ہوئے سلیمان کو چھوڑ دیا۔ سلیمان اچھل کر کھڑا ہوا اور اس نے مڑ کر نقاب پوش کے پہلو میں لات دے ماری تو نقاب پوش کراہتے ہوئے کروٹ بدل گیا۔ بارڈن نے عمران کو سلیمان کی طرف متوجہ دیکھ کر ہاتھ نیچے کرنے کی کوشش کی لیکن

عمران غافل نہیں تھا۔ اس نے فوراً بارڈن پر فائر کر دیا اور بارڈن نے چیخ کر اپنا بازو پکڑ لیا۔ سائیلنسرڈ ریوالور کی گولی نے اس کے بازو میں سوراخ کر دیا تھا۔ اس کی چیخ سن کر سلیمان نے بے اختیار بارڈن کی طرف دیکھا اور اسی لمحے فرش پر پڑے نقاب پوش نے دروازے سے باہر چھلانگ لگا دی۔ یہ دیکھ کر عمران تیزی سے دروازے کی طرف لپکا۔ مگر راستے میں کھڑے بارڈن نے تیزی سے عمران کے ریوالور پر ٹھوکر جمائی اور عمران کے ہاتھ سے ریوالور نکل کر دیوار کے پاس جا گرا۔ اس کے ساتھ ہی بارڈن نے بھی دروازے کی طرف جست کی اور دوڑتا ہوا باہر نکل گیا۔ عمران سنبھل کر اس کے پیچھے لپکا۔ وہ باہر آیا تو نقاب پوش بیرونی دروازے سے باہر نکل چکا تھا۔ بارڈن بھی دروازے کے پاس پہنچا اور اس نے باہر نکلتے ہی باہر سے دروازہ بند کر دیا۔ عمران دوڑتا ہوا دروازے پر پہنچا اور دروازہ کھولنے کی کوشش کی لیکن باہر سے دروازے کا بولٹ چڑھا ہوا تھا۔

عمران نے غصے سے جڑے بھیجنے اور تیزی سے مڑ کر سٹنگ روم کی طرف بڑھا۔ اندر آ کر اس نے عقبی کھڑکی کھولی اور باہر جھانکا تو اسی لمحے مڑک کے کنارے کھڑی نیلے رنگ کی ایک شیرازہ کار حرکت میں آئی اور تیزی سے دائیں جانب دوڑتی چلی گئی اس میں بارڈن اور اس کا ساتھی سوار تھے اور کار کی عقبی نمبر پلیٹ غائب تھی۔ عمران نے ٹھنڈا سانس لیا اور مڑ کر بارڈن کے ساتھی نقاب پوش کی طرف دیکھا جو وہ ہمیشہ کے لئے ساکت ہو چکا تھا۔

بلیک زیرو نے عمران کو ابرار کی رپورٹ سے مطلع کرنے کا ارادہ کرتے ہوئے فون کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اس کی وائچ ٹرانسمیٹر پر سگنل موصول ہوا تو اس نے چونک کر وائچ ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔
 ”ہیلو چیف۔ صدر کانگ۔ اوور“..... ٹرانسمیٹر سے صدر کی آواز ابھری۔

”لیس صدر۔ ایکسٹو انٹینڈنگ یو۔ اوور“..... بلیک زیرو نے ایکسٹو کی مخصوص آواز میں کہا۔

”چیف۔ چوہان اور میں مطلوبہ عمارت کے قریب موجود ہیں۔ اوور“..... صدر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”گڈ۔ کیا تم نے عمارت کو پہچان لیا ہے کہ فشر تمہیں اسی عمارت میں لے گیا تھا۔ اوور“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”لیس چیف۔ عمارت تو وہی ہے لیکن خالی پڑی ہے۔ گیٹ کو باہر سے لاک کیا گیا ہے۔ اوور“..... صدر نے جواب میں کہا تو بلیک زیرو چونک پڑا۔

”یقیناً ان لوگوں نے تمہیں آزاد کرنے کے ساتھ ہی عمارت خالی کر دی ہوگی۔ بہر حال تم عمارت میں داخل ہو کر عمارت کی تلاشی لو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ کوئی ایسا نشان چھوڑ گئے ہوں جو انہیں ٹریس کرنے میں مدد دے سکے۔ اوور“..... بلیک زیرو نے ایک لمحہ بعد کہا۔

”رائٹ سر۔ میں چوہان کو باہر کی نگرانی پر چھوڑ کر عمارت کے اندر جاتا ہوں۔ اوور“..... صدر کی آواز سنائی دی۔

بلیک زیرو دانش منزل کے آپریشن روم میں بیٹھا اپنے ایجنٹ ابرار کی رپورٹ پر غور کر رہا تھا۔ ابرار نے اپنی رپورٹ میں بتایا تھا کہ اکیمریمیا کی ایک طاقتور خفیہ ایجنسی کے ایجنٹ گزشتہ چار دن سے غائب تھے۔ وہ خفیہ ایجنسی ”ایگل آئی“ تھی اور ایجنسی کے چیف کرنل رابن نے ایجنٹوں کو کسی مشن پر اسرائیل میں بھیجا تھا۔ انہیں اسرائیلی سیکرٹ سروس کے چیف کی درخواست پر تل ابیب بھیجا گیا تھا۔ ان ایجنٹوں کا لیڈر ایگل آئی کے سپر ایجنٹ میجر سام کو بنایا گیا تھا اور انہیں وہاں اسرائیلی سیکرٹ سروس کے لئے کوئی اہم اور خفیہ مشن پر کام کرنا تھا۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ میجر سام اور اس کے ساتھی ممبرز ابھی تک اسرائیل میں ہی تھے یا کسی دوسرے ملک میں اور بلیک زیرو یہی سوچ رہا تھا کہ وہ کون سا ایسا مشن تھا جسے اسرائیلی سیکرٹ سروس کے ممبرز مکمل نہیں کر سکتے تھے۔ کیا وہ مشن شوگرانی سفیر کا اغوا تھا یا کوئی اور۔

پہنچ کر مسکراتے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو عمران اچھل پڑا۔

”کیا۔ کیا تم نجوی ہو یا جادوگر“..... عمران نے حیرت سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

”کچھ بھی نہیں سر۔ کس کی لاش ہے“..... بلیک زیرو نے ہنس کر کہا۔
 ”تم کیوں پوچھتے ہو۔ تم تو نجوی ہو۔ تمہیں تو پہلے سے علم ہو گا۔“
 عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”دراصل میں نے ابھی آپ کو فون کیا تھا تو سلیمان نے بتایا تھا کہ آپ لاش یہاں لا رہے ہیں“..... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تم پہلے لاش ڈگنی سے نکال کر لے جاؤ اور اس کے چہرے سے میک اپ صاف کر کے آپریشن روم میں آؤ“..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور آپریشن روم کی طرف بڑھ گیا۔ کمرے میں آ کر وہ کرسی پر بیٹھ گیا اور جیب سے چیونگم نکال کر منہ میں رکھنے کے بعد سوچنے لگا کہ بارڈن اور اس کے ساتھی جس تصویر کو حاصل کرنے آئے تھے سوپر فیاض کو وہ تصویر پر کہاں سے حاصل ہوئی تھی۔ تصویر کسی مرد کی تھی یا لڑکی کی اور وہ مجرموں کے لئے کیا اہمیت رکھتی تھی۔ صبح فیاض نے اس سے تصویر کا ذکر نہیں کیا تھا۔ عمران نے اس سلسلے میں سوپر فیاض کو فون کیا تھا لیکن وہ اپنے آفس میں موجود نہیں تھا۔

تھوڑی دیر بعد بلیک زیرو چائے سمیت آپریشن روم میں داخل ہوا اور ایک کپ عمران کے سامنے رکھ کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

”عمران صاحب۔ لاش کا میک اپ واش کر دیا ہے اور وہ آدی

”تلاشی لے کر مجھے فوراً رپورٹ دینا۔ اور اینڈ آل“..... بلیک زیرو نے کہا اور واچ ٹرانسمیٹر آف کر کے فون کا رسیور اٹھا لیا۔ اس نے عمران کے نمبر پر پریس کئے اور انتظار کرنے لگا۔

”ہیلو۔ سلیمان پاشا بن گیا تماشا بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہونے پر سلیمان کی احقانہ آواز سنائی دی۔

”ظاہر بول رہا ہوں سلیمان پاشا۔ کیا عمران صاحب موجود ہیں۔“
 بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں ظاہر صاحب۔ وہ چند منٹ پہلے آپ کے پاس ایک عدد لاش لے کر گئے ہیں۔ پہنچنے ہی والے ہوں گے“..... سلیمان نے کہا۔
 ”کیا۔ لاش۔ کس کی لاش“..... بلیک زیرو نے بے اختیار چونکتے ہوئے کہا۔

”اپنی حسرتوں کی، ارمانوں اور آرزوؤں کی۔ میرا مطلب ہے اپنے اس دشمن کی جسے انہوں نے بڑی بے رحمی سے قتل کر دیا تھا اور ان کی آنکھوں سے ایک بھی آنسو نہیں ٹپکا تھا“..... سلیمان کی آواز سنائی دی اور اسی لمحے اسکرین پر دانس منزل کے گیٹ پر عمران کی کار رکتی دکھائی دی۔ تو بلیک زیرو نے فون بند کر کے گیٹ کھولنے والا بٹن دبا دیا اور گیٹ کھولنے پر عمران کی کار گیٹ سے اندر آگئی تو بلیک زیرو اٹھ کر آپریشن روم سے باہر نکل آیا۔ عمران کمپاؤنڈ میں کار روک کر نیچے اتر رہا تھا جبکہ گیٹ خود کار سسٹم کے تحت بند ہو چکا تھا۔

”سنا ہے آپ لاش لائے ہیں“..... بلیک زیرو نے عمران کے قریب

وہ تصویر سوپر فیاض کے پاس ہے اور بارڈن کو یقین تھا کہ سوپر فیاض نے وہ تصویر میرے حوالے کر دی ہوگی۔ اب میں سوپر فیاض سے معلوم کروں گا کہ تصویر کا کیا چکر ہے..... عمران نے کہا۔

”یقیناً وہ تصویر بے حد اہم ہوگی جس کے حصول کے لئے انہیں آپ پر حملہ کرنا پڑا“..... بلیک زیرو نے پرسوج انداز میں کہا۔

”ہاں۔ صفدر نے کوئی رپورٹ دی ہے“..... عمران نے پوچھا۔

”جی ہاں۔ اس نے کٹھن تلاش کر لی ہے لیکن عمارت کا گیٹ لاکڈ ہے اور اندر کوئی نہیں ہے۔ صفدر کے خیال میں عمارت خالی پڑی ہے میں نے اسے ہدایت کی ہے کہ وہ عمارت میں داخل ہو کر تلاشی لے۔“ بلیک زیرو نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”بہر حال تم فوری طور پر تمام ممبرز کو ہدایات دے دو کہ وہ اکیمری باشندوں کو چیک کریں اور جو بھی میک اپ میں یا مشتبہ معلوم ہو اس کی کڑی نگرانی کی جائے۔ کاش بارڈن یا اس کا کوئی ساتھی زندہ ہاتھ لگ جاتا تو اس سے سب کچھ معلوم کیا جا سکتا تھا۔ یہ بات تو طے ہے کہ اکیمریمین اور اسرائیلی ایجنٹوں کی مشترک ٹیم یہاں موجود ہے اور اس ٹیم کے لیڈر کا نام پہلے ہی صفدر سے معلوم ہو چکا ہے۔ کیونکہ فشر نے ٹرانسمیٹر پر میجر سام سے بات کی تھی“..... عمران نے کہا۔

”جی ہاں۔ ابرار نے اپنی رپورٹ میں بتایا تھا کہ ایگل آئی ایجنسی کا سربراہ کرنل راہن نسلاً یہودی ہے اور غالباً اس نے غیر سرکاری طور پر اسرائیلی مشن کے لئے اپنے چند ماتحتوں کو بھیجا ہوگا“..... بلیک زیرو نے

اسرائیلی ہے“..... بلیک زیرو نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

”گویا اس نے خود کو اکیمریمین ظاہر کر رکھا تھا“..... عمران نے کہا۔

”یہی بات ہوگی لیکن وہ آدمی آپ کے فلیٹ پر کیا کرنے گیا تھا اور آپ نے اسے کیوں ہلاک کیا تھا“..... بلیک زیرو نے سر ہلا کر کہا تو جواب میں عمران نے اسے فلیٹ پر پیش آنے والے واقعہ کے بارے میں دیا۔

”یہ وہی لوگ تو نہیں ہیں جنہوں نے صفدر کو اغوا کیا تھا“..... بلیک زیرو نے چونک کر کہا۔

”ہو سکتا ہے۔“ لیکن سے ابرار نے کیا رپورٹ دی ہے“..... عمران نے چائے کا گھونٹ لے کر پوچھا تو بلیک زیرو نے جواب میں اسے ابرار کی رپورٹ سے آگاہ کیا۔

”تمہارا کیا خیال ہے، اکیمریمین ایجنٹ اسرائیل کے کس مشن کی تکمیل کے لئے وہاں گئے تھے“..... عمران نے کہا۔

”یقیناً اسرائیل سے انہیں یہاں شوگرانی سفیر کے اغوا کے لئے بھیجا گیا ہے کیونکہ آپ جس شخص کی لاش لائے ہیں وہ اسرائیلی ہی ہے کیونکہ یہاں بلیک وائر اور دوسری کئی اکیمریمین این جی اوز کام کر رہی ہیں اس لئے اسرائیلی ایجنٹوں نے میک اپ سے خود کو اکیمریمین بنا رکھا ہے تاکہ پکڑے جانے کی صورت میں انہیں اکیمریمین سمجھا جائے“..... بلیک زیرو نے وثوق بھرے لہجے میں کہا۔

”تمہاری بات درست لگتی ہے۔ بارڈن نے جس تصویر کا مطالبہ کیا تھا

”سلطان“..... عمران نے چونک کر کہا۔
 ”حماتوں میں وقت ضائع مت کرو شیطان۔ میں بہت پریشان ہوں“..... سرسلطان نے قدرے غصے سے کہا۔
 ”سوری سر۔ حکم فرمائیں یہ شیطان آپ کے لئے کیا کر سکتا ہے۔“
 عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”شوگرانی سفیر کا کیا ہوا“..... سرسلطان نے پوچھا۔
 ”اے شوگر ہو گئی ہوگی۔ بہر حال میں اس کی تشخیص کر رہا ہوں۔ جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ اصل مرض کیا اور کہاں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ میں اسے شوگر کی دوا دے بیٹھوں اور اصل مرض ذیابیطس ہو“..... عمران نے پھر پٹری سے اترتے ہوئے کہا۔

”مذاق مت کرو بیٹے۔ شوگرانی سفیر کے اغوا کو بارہ تیرہ گھنٹے گزر چکے ہیں۔ صدر مملکت بے حد پریشان ہیں اور وہ تین مرتبہ مجھ سے فون پر پوچھ گچھ کر چکے ہیں۔ مخالف ملکوں کا میڈیا بھی پاکیشیا پر تنقید کر رہا ہے۔ شوگرانی حکومت بار بار ہمارے صدر اور وزیر اعظم پر دباؤ ڈال رہی ہے کہ مغوی سفیر کو جلدی بازیاب کرایا جائے۔ ورنہ شوگرانی عوام پاکیشیا پر اعتماد کرنا چھوڑ دیں گے اور دونوں ملکوں کے باہمی دوستانہ تعلقات کو دھچکا لگے گا“..... سرسلطان نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”آپ یا حکومت کو زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے جناب۔ میں مجرموں کی راہ پر لگ چکا ہوں اور اللہ نے چاہا تو میں جلد ہی اغوا کاروں کی گرفت سے مغوی سفیر کو آزاد کرا لوں گا“..... عمران نے

سر ہلاتے ہوئے کہا اور اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو بلیک زیرو نے تھوڑے سے توقف کے بعد فون کا رسیور اٹھا لیا۔

”ہیلو۔ ایکسٹو“..... بلیک زیرو نے مخصوص لہجے میں کہا۔
 ”سلطان بول رہا ہوں مسٹر ایکسٹو۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ عمران آپ کے پاس موجود ہے“..... دوسری طرف سے سرسلطان کی آواز سنائی دی۔ فون کا لاؤڈر بلیک زیرو نے آن کر دیا تھا، اس لئے سرسلطان کا نام سن کر عمران چونک پڑا اور اس نے بلیک زیرو سے رسیور لے لیا۔

”ہیلو۔ میں بھی بول رہا ہوں“..... عمران نے شوخ لہجے میں کہا۔
 ”میں کون“..... سرسلطان کی چونکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”یہ تو آپ خود ہی جانتے ہوں گے کہ آپ کون ہیں۔ میں پھلانہض دیکھے بغیر کیسے بتا سکتا ہوں کہ آپ کون ہیں۔ بے چارہ غالب بھی اپنے بارے میں یہی پوچھتا ہوا دنیا سے کوچ کر گیا تھا کہ کی جاناں میں کون“..... عمران نے چپکتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ تو تم عمران ہو“..... سرسلطان نے اس کی آواز پہچان کر کہا۔
 ”کمال ہے آپ نجوی ہیں کہ میرا نام تو جانتے ہیں لیکن اپنے بارے میں آپ کو معلوم نہیں اور مجھ سے پوچھتے ہیں۔ کاش میں بھی آپ کی طرح نجوی ہوتا اور آپ کو بتا دیتا کہ آپ کون ہیں“..... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”بیٹے۔ میں سلطان ہوں“..... سرسلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔
 ”کون سے سلطان جناب۔ کسی ریاست کے سلطان یا سلطانوں کے

یقین بھرے لہجے میں کہا۔

”کیا اغوا کرنے والے شوگران کے دشمن ہیں“..... سرسلطان نے

پوچھا۔

”یہی سمجھ لیں لیکن اصل میں وہ پاکیشیا اور عالم اسلام کے دشمن ہیں جو نہیں چاہتے کہ پاکیشیا، شوگران کی مدد و تعاون سے ترقی کر سکے اور ترقی یافتہ ملکوں کی صف میں شامل ہو سکے۔ فی الحال صرف اتنا ہی ثابت ہو سکا ہے کہ وہ غیر ملکی ہیں اور شوگرانی سفیر کے اغوا کی سازش میں“
ملک بلوٹ ہیں۔ اللہ حافظ“..... عمران نے آخر میں کہا اور فون بند کر دیا۔

گولڈن ہوٹل کے ہال میں داخل ہو کر تنویر نے ہال میں موجود افراد کا جائزہ لیا تو ان میں کوئی ایکریمین نہیں تھا۔ چنانچہ چائے پینے کے لئے وہ ایک خالی میز پر جا بیٹھا۔ وہ ایکسٹو کے حکم پر مشتبہ ایکریمیوں کی تلاش میں نکلا تھا اور اب تک تین بڑے ہوٹلوں کو چیک کر چکا تھا۔ ویٹر آیا تو تنویر نے اسے چائے کا آرڈر دیا اور ویٹر جلد ہی چائے لے آیا۔ ویٹر کے جانے کے بعد جونہی تنویر کی نگاہ ہال کے داخلی دروازے کے طرف اٹھی وہ ٹھنڈا سانس لے کر رہ گیا۔ ہال میں ایک خوبصورت اور نوجوان لڑکی داخل ہوئی تھی۔ تنویر کی میز دروازے کی قریب ہی تھی۔ لڑکی نے بھی آگے بڑھتے ہوئے تنویر کی طرف دیکھا اور اس کے سامنے سے گزر کر ہال کے اختتام پر واقع سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔ اس دوران تنویر کی نگاہیں مسلسل اس پر مرکوز رہیں۔ لڑکی سیڑھیاں طے کر کے نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو تنویر نے ایک اور ٹھنڈا سانس لیا اور چائے پینے لگا۔

چائے پینے کے دوران وہ ہال اور ہال کے داخلی دروازے پر نظر رکھے ہوئے تھا کہ ایک مقامی شخص سیڑھیوں سے نیچے ہال میں آیا اور چند لمحوں تک اسے غور سے دیکھتے رہنے کے بعد مڑ کر دوبارہ سیڑھیوں کی طرف چلا گیا تھا، چائے سے فارغ ہو کر تنویر نے ویٹر کو طلب کر کے بل لانے کی ہدایت کی اور ویٹر ایک منٹ بعد بل لے آیا تو تنویر نے بل ادا کر دیا۔ پھر وہ اٹھنے ہی والا تھا کہ سیڑھیوں سے وہی خوبصورت لڑکی اترتی نظر آئی تو تنویر نے اس پر نگاہیں جما دیں۔ لڑکی ہال میں آ کر آگے بڑھنے لگی۔ شاید وہ باہر جا رہی تھی مگر پھر خلاف توقع وہ لڑکی اس کی میز کے پاس آئی تو تنویر چونک پڑا۔

”ہیلو۔ شاید آپ اٹھ رہے ہیں“..... لڑکی نے مسکرا کر دلکش لہجے میں کہا۔

”جی ہاں۔ محض آپ کی بھلک دیکھنے کے لئے رک گیا تھا“..... تنویر نے صاف گوئی سے کہا۔

”آپ کے پاس گاڑی ہے“..... لڑکی نے پوچھا۔

”نہیں۔ کیا آپ کو چاہئے“..... تنویر نے چونکتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ آپ مجھے پرنس چوک تک پہنچا دیں گے تو شکر گزار ہوں گی“..... لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیوں نہیں۔ آئیے۔ کیا آپ کے پاس گاڑی نہیں ہے“..... تنویر نے بھر پور نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہے لیکن میں نے ڈرائیور سے کہہ دیا تھا کہ وہ ایک گھنٹہ بعد آ کر

مجھے لے جائے۔ اتفاق سے میری دوست اپنے کمرے میں موجود نہیں ہے اس لئے میرا یہاں ٹھہرنا بیکار ہے“..... لڑکی نے جواب میں کہا تو تنویر کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور لڑکی کے ساتھ ہال کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ لڑکی اجنبی مگر حسین تھی، اس لئے تنویر نے مزید کوئی بات نہ کی کہ اپنی کار میں لڑکی کا تعارف حاصل کر سکتا تھا۔ اس کی کار کمپاؤنڈ کے گیٹ سے باہر سڑک کے کنارے موجود تھی۔ وہ دونوں ہال سے نکل کر گیٹ سے باہر کار کے پاس پہنچے تو تنویر نے لڑکی کے لئے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ لڑکی سیٹ پر بیٹھ گئی تو تنویر نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور انجن اسٹارٹ کر کے کار آگے بڑھ دی۔ لڑکی کے لباس سے اٹھنے والی مسحور کن خوشبو سے تنویر کا دل و دماغ معطر ہونے لگا تھا۔

”آپ نے اپنا تعارف نہیں کرایا“..... دفعتاً لڑکی نے سامنے دیکھتے ہوئے تنویر سے کہا۔

”مجھے ارشد پرویز کہتے ہیں۔ بزنس مین ہوں“..... تنویر نے جواب میں اپنا فرضی نام بتاتے ہوئے کہا۔

”میرا نام ریشم ہے۔ میری والد طارق خان بینک آفیسر ہیں اور میں بی اے کی سٹوڈنٹ ہوں“..... لڑکی نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”اس کے علاوہ کیا مشاغل ہیں“..... تنویر نے پوچھا۔

”کچھ نہیں۔ فارغ وقت تفریح کرنے میں گزر جاتا ہے۔ البتہ کسی اچھے دوست سے محروم ہوں“..... لڑکی ریشم نے مسکرا کر کہا۔

”آپ چاہیں تو میں آپ کی محرومی دور کر سکتا ہوں“..... تنویر نے

بعد اس نے سوچا کہ وہ خود جا کر ریشم کا پتا کرے لیکن اس کے اٹھنے سے پہلے ہی سوپر فیاض ہال میں داخل ہوتا دکھائی دیا۔ اس مرتبہ وہ اکیلا نہیں تھا بلکہ اس کے پیچھے ایک انسپکٹر اور تین کانسیبل بھی تھے جو جدید ہتھیاروں سے لیس تھے۔ تنویر کو حیرت ہوئی اور وہ سوچنے لگا کہ فیاض پولیس اہلکاروں کو کیوں لے آیا۔ کیا وہ یہاں کسی مجرم کو گرفتار کرنے آیا تھا اور اس نے باہر جا کر اپنے ماتحتوں کو طلب کیا تھا۔

فیاض کے اشارے پر ایک سپاہی دروازے میں رک گیا تھا جبکہ بقیہ اہلکار فیاض کے پیچھے آگے بڑھ رہے تھے مگر فیاض کو اپنی طرف دیکھتا پا کر تنویر چونک پڑا اور ایک دو لمحوں بعد وہ لوگ تنویر کی میز کے پاس آ کر رکے تو تنویر یکدم پریشان ہو گیا۔

”مسٹر۔ تمہاری ساتھی کہاں ہے“..... فیاض نے تنویر کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا تو تنویر کو حیرت کا جھٹکا لگا۔

”میری ساتھی۔ میں سمجھا نہیں“..... تنویر نے سنبھل کر کہا۔

”میں اس لڑکی کا پوچھ رہا ہوں جو چند منٹ پہلے تمہارے پاس بیٹھی تھی“..... فیاض نے سخت لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ مگر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں“..... تنویر نے چونکتے ہوئے کہا۔

”وہ ہمیں ایک مرڈر کیس میں مطلوب ہے۔ کیا تم نے اسے بھگا دیا ہے“..... فیاض نے تنویر کو گھورتے ہوئے کہا۔

”نہیں آفیسر۔ وہ تو واش روم میں ہے“..... تنویر نے حیرت بھرے

پیش کش کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ تھینک یو۔ یہ تو میری خوش نصیبی ہوگی۔ آپ کی رفاقت سے میری تمہائی دور ہو جائے گی“..... لڑکی نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”تو پھر دوستی کی ابتدا چائے کے ساتھ کرتے ہیں“..... تنویر نے بائیں ہاتھ پر ایک ریسٹورنٹ دیکھ کر بریک لگاتے ہوئے کہا تو ریشم نے کوئی اعتراض نہ کیا اور تنویر نے ریسٹورنٹ کے باہر کار روک دی۔ چند لمحوں بعد وہ دونوں ریسٹورنٹ کے ہال میں ایک میز پر آنے سامنے بیٹھے تھے اور تنویر حریصانہ نگاہوں سے ریشم کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ویٹر کے آنے پر اس نے چائے کا آرڈر دیا۔ اسی لمحے سوپر فیاض ریسٹورنٹ کی بالائی منزل کی سیڑھیاں اتر کر ہال کے خارجی دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ تنویر کی میز کے پاس سے گزرا تو تنویر نے اسے دیکھ کر غصے سے جڑے بھینچ لئے کیونکہ سوپر فیاض ریشم کی طرف حریصانہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ تنویر کو اس کی یہ حرکت بے حد ناگوار گزری تھی لیکن فیاض رکے بغیر ہال سے باہر نکل گیا اور اسی لمحے ریشم اٹھ کھڑی ہوئی۔

”ارشاد صاحب۔ میں ذرا واش روم تک جا رہی ہوں“..... ریشم نے معذرت بھرے لہجے میں تنویر سے کہا تو تنویر نے سر ہلایا اور ریشم ہال کے دروازے کی مخالف سمت میں بڑھ گئی۔ تنویر اسے دیکھتا رہا۔ ریشم ہال کی دیوار کے عقب میں مڑ گئی جہاں راہداری میں واش روم بنے ہوئے تھے۔ اس کے نگاہوں سے اوجھل ہو جانے کے بعد تنویر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ جلد ہی ویٹر چائے لے آیا تو تنویر کی بے تابلی بڑھ گئی۔ مزید دو منٹ

استعمال کیا ہوگا“..... فیاض نے غصے سے دانت پیٹتے ہوئے کہا۔
 ”لیس سر۔ میرا بھی یہی خیال ہے“..... انسپکٹر نے سر ہلا کر کہا۔
 ”اس کے ساتھی کو گرفتار کر لو“..... فیاض نے تنویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”میں اس کا ساتھی نہیں ہوں“..... تنویر نے سخت لہجے میں کہا۔
 ”بکومت۔ تم اس کے ساتھی اور اس کے گروہ سے تعلق رکھتے ہو اور وہ لڑکی ہمیں قتل کے کیس میں مطلوب ہے اس کے فرار سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خود قاتلہ ہے یا قتل کرنے والوں کی ساتھی ہے“..... فیاض نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا اور انسپکٹر کے اشارے پر ایک سپاہی نے اپنی بیلٹ سے بندھی ہتھکڑی کھول لی۔

”آفیسر۔ میں کہہ چکا ہوں کہ میرا اس لڑکی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میری اس سے کچھ دیر پہلے ملاقات ہوئی تھی اور وہ میرے لئے قطعی اجنبی تھی“..... تنویر نے ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔
 ”اپنی صفائی عدالت میں پیش کرنا مسٹر“..... فیاض نے تنویر کو گھورتے ہوئے کہا اور سپاہی کو اشارہ کیا۔

”اریسٹ کرو اسے“..... فیاض نے تحکمانہ لہجے میں کہا تو سپاہی ہتھکڑی لئے تنویر کی طرف بڑھا لیکن تنویر گرفتار نہ ہونے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ بے شک ریشم کو دوست بنانے کی اس سے غلطی ہوئی تھی لیکن گرفتار ہو کر وہ ایکسٹو کا عتاب مول نہیں لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ سپاہی اس کے قریب آیا تو تنویر اس کی طرف ہاتھ بڑھانے کی بجائے غضبناک ہو کر

لہجے میں کہا۔
 ”جاؤ۔ واش روم دیکھو“..... فیاض نے انسپکٹر کی طرف دیکھ کر کہا اور انسپکٹر ایک سپاہی کے ساتھ ہال کے عقبی حصے کی طرف بڑھ گیا جس طرف واش روم تھے۔ ہال میں موجود تمام لوگ تنویر اور فیاض کی طرف متوجہ تھے اور تنویر سوچ رہا تھا کہ کیا فیاض کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ اتنی معصوم اور ایک بینک آفیسر کی تعلیم یافتہ بیٹی کسی قتل میں کیسے ملوث ہو سکتی ہے۔
 ”تمہارا اس لڑکی کے ساتھ کیا رشتہ ہے مسٹر“..... دفعتاً فیاض نے تنویر سے پوچھا۔

”کوئی رشتہ نہیں۔ یہاں سے تھوڑی دور کے لئے اس نے مجھ سے لفٹ مانگی تھی اور سفر کے دوران چائے پینے کا موڈ بن گیا تو ہم یہاں چائے پینے کے لئے رک گئے“..... تنویر نے سپاٹ لہجے میں کہا۔
 ”جھوٹ مت بولو۔ ورنہ مجھے سچ اگلوانا آتا ہے“..... فیاض نے دھکی دیتے ہوئے کہا تو تنویر کو بھی غصہ آ گیا۔

”میں درست کہہ رہا ہوں آفیسر۔ آپ اس لڑکی سے تصدیق کر سکتے ہیں“..... تنویر نے برا سا منہ بنا کر کہا اور اسی لمحے انسپکٹر واپس آتا دکھائی دیا مگر اس کے ساتھ ریشم نہیں تھی۔

”سر۔ وہ کسی واش روم میں نہیں ملی۔ ہم نے راہداری بھی چیک کی ہے اس طرف عقبی دروازہ کھلا ہے لیکن وہ عقبی گلی میں بھی نظر نہیں آئی۔“..... انسپکٹر نے فیاض سے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”اس کا مطلب ہے وہ فرار ہو گئی ہے۔ یقیناً اس نے عقبی دروازہ

”جی تہاڑی ضمانت نہیں کرا سکتی“..... فیاض نے طنزیہ لہجے میں کہا۔
 ”نہیں۔ مجھے کسی سفارش کی ضرورت نہیں ہے۔ میں صرف اپنے گھر
 اطلاع دینا چاہتا ہوں“..... تنویر نے سر جھٹک کر کہا۔
 ”فکر مت کرو۔ ہم تمہارے ورثاء کو خبر دیں گے۔ اپنے گھر کا
 ایڈریس بتاؤ“..... فیاض نے بے پروائی سے کہا۔
 ”تم حماقت کر رہے ہو آفیسر۔ بہتر ہے کہ مجھے فون کرنے دو۔ ورنہ
 بعد میں تمہیں پچھتانے کا موقع بھی نہیں ملے گا“..... تنویر نے یکدم غرا
 کر کہا۔

”سر۔ آپ اجازت دیں۔ میں ایک منٹ میں اس کی ساری اکڑ فون
 نکال کر رکھ دوں گا“..... انسپکٹر نے تنویر کو گھورتے ہوئے فیاض سے کہا۔
 ”نہیں۔ یہ پبلک پلیس ہے۔ تھانے پہنچ کر ساری کارروائی کی جائے
 گی“..... فیاض نے جلدی سے کہا۔

”رائٹ سر“..... انسپکٹر نے سر ہلا کر مؤدبانہ لہجے میں کہا۔
 ”اس کے ساتھ جاؤ اور کاؤنٹر سے اسے فون کراؤ۔ مگر خیال رکھنا۔ یہ
 فرار ہونے کی کوشش کرے تو اسے فوراً شوٹ کر دینا“..... فیاض نے کہا۔
 ”چلو“..... انسپکٹر نے کاؤنٹر کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے
 نویو سے غصیلے لہجے میں کہا تو تنویر کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا انسپکٹر اور مسلح
 سپاہی اس کے پیچھے تھے تنویر کو اچانک ہی خیال آیا تھا کہ خادر سے مدد لی
 جائے۔ وہ پولیس کے ساتھ تصادم سے بچنا چاہتا تھا اور اس صورت میں
 اس کے ہاتھوں کوئی پولیس اہلکار مارا جاتا تو وہ واقعی مجرم بن جاتا۔ چنانچہ

یکدم جارحانہ انداز میں کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ چاہتا تو اپنی شناخت
 کروا کر کے خود نہ صرف گرفتاری سے بچا سکتا تھا بلکہ فیاض اور پولیس
 انسپکٹر کو احکامات بھی دے سکتا تھا کیونکہ سیکرٹ سروس کے ممبر کی حیثیت
 ڈی آئی جی کے برابر تھی لیکن اس صورت میں ایکسٹو اسے کبھی معاف نہ
 کرتا۔ چنانچہ اس نے پولیس سے ٹکرا جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ مگر شاید انسپکٹر
 نے تنویر کے چہرے سے اس کے خطرناک تیور بھانپ لئے تھے۔ اس
 لئے جیسے ہی تنویر کرسی سے اٹھا، انسپکٹر نے پھرتی سے اپنا ریوالور ہولسٹر
 سے نکال کر تنویر کے پہلو سے لگا دیا۔

”کوئی غلط حرکت مت کرنا مسٹر۔ ورنہ میں فائر کر دوں گا“..... انسپکٹر
 نے دھمکی دیتے ہوئے سخت لہجے میں کہا تو تنویر غضبناک نگاہوں سے
 انسپکٹر کی طرف دیکھنے لگا۔

”آفیسر۔ اپنے اس کتے کو پٹا ڈالو۔ میں مجرم نہیں ہوں کہ اس دو
 ٹکے کے انسپکٹر کی دھمکیاں برداشت کر لوں گا“۔ تنویر نے فیاض سے کہا۔
 ”شٹ اپ۔ سیدھی طرح ہتھکڑی پہن لو۔ اسی میں تمہاری بہتری
 ہے“..... فیاض نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔ بھرے ریسٹورنٹ میں
 اپنے ماتحت سپاہیوں کے سامنے بے عزتی پر انسپکٹر کا چہرہ غیظ و غضب کی
 زیادتی سے بگڑ گیا تھا۔

”مجھے ایک فون کرنے دو۔ پھر میں خود کو تمہارے حوالے کر دوں گا
 آفیسر“..... تنویر نے فیاض کو گھورتے ہوئے کہا۔

”کسے فون کرو گے۔ عدالت میں پیش ہونے سے پہلے بڑی سفارش

کاؤنٹر پر پہنچ کر اس نے وہاں رکھے ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا اور انسپکٹر
طرف پشت کر کے تیزی سے نمبر پرپس کرنے لگا تاکہ انسپکٹر نمبر نہ دے
سکے۔

”ہیلو۔ خاور بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہونے پر خاور
”نہیں مسٹر۔ قانونی تقاضا پورا کرنا ضروری ہے“..... فیاض نے سخت
”تویر بول رہا ہوں“..... تویر نے سیکرٹ سروس کے مخصوص لہجے میں کہا۔

ورڈز میں کہا۔
”ٹھیک ہے۔ اگر تم ہتھکڑی لگانے کی ضد کرو گے تو میں تمہارے
”اوہ۔ خیریت“..... دوسری طرف سے خاور نے چونکتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ کیا تم میری مدد کر سکتے ہو“..... تویر نے کہا اور کوڈ لینگو
میں خاور کو موجودہ صورت حال سے آگاہ کرنے لگا۔ انسپکٹر اور دونوں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

سپاہی اس کی بات نہیں سمجھ پا رہے تھے اور بے وقوفوں کی طرح تویر
طرف دیکھ رہے تھے۔
”ٹھیک ہے لیکن چیف کو علم ہو گیا تو تمہارے ساتھ میری؟“ کہا۔

شامت آ جائے گی کہ میں نے اس کی اجازت کے بغیر تمہاری مدد کیو
کی“..... خاور کی پریشان سی آواز سنائی دی۔

”تم چیف کو نہ بتانا۔ کیا تم آرہے ہو“..... تویر نے جلدی سے کہا۔
”ہاں۔ آخر تمہاری جان تو چھڑانی ہی ہے“..... خاور نے دوسرے

طرف سے کہا اور پھر ان دونوں نے تیزی سے پروگرام بنالیا تو تویر۔
فون بند کر دیا اور پولیس والے اسے دوبارہ فیاض کے قریب لے آئے۔
”ہو گئی گھر والوں کو اطلاع“..... فیاض نے تویر سے طنزیہ لہجے میں

کے علاوہ پولیس والوں کی جیب بھی موجود تھی۔ تنویر کو پولیس جیب -
عقبی حصے میں بٹھایا گیا اور مسلح سپاہی اس کے دائیں بائیں بیٹھ گئے
انسپکٹر ڈرائیور کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ فیاض اپنی جیب میں
بیٹھا تھا۔ پھر جیسے ہی فیاض کی جیب حرکت میں آکر آگے بڑھی، پولی
جیب اس کے پیچھے دوڑتی چلی گئی۔

گلی سے نکل کر ریشم ایک سڑک پر آئی اور سڑک پار کر کے دوسری
جانب واقع ایک گلی میں داخل ہو گئی۔ اس گلی کا اختتام ایک کشادہ سڑک
پر ہوا۔ چند قدم کے فاصلے پر ایک ٹیکسی کھڑی تھی۔ ریشم ٹیکسی کی طرف
بڑھی اور قریب پہنچ کر اس نے ڈرائیور سے کیپری ہوٹل چلنے کی ہدایت کی
تو ڈرائیور انجن اسٹارٹ کرنے لگا اور ریشم دروازہ کھول کر عقبی نشست پر
بیٹھ گئی۔ ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھائی اور رفتار میں اضافہ کرنے لگا۔
گلے چوراہے سے ٹیکسی بائیں جانب کی سڑک پر مڑ گئی۔ چند لمحوں بعد
سڑک کے کنارے ایک ٹیلی فون بوتھ دیکھ کر ریشم نے جلدی سے ڈرائیور
کو روکنے کی ہدایت کی اور ڈرائیور نے پبلک فون بوتھ کے پاس آ کر ٹیکسی
روک دی۔ ریشم ٹیکسی سے اتر کر فون بوتھ میں داخل ہوئی اور دروازہ بند کر
کے اس نے اپنے لباس کے اندر سے سیل فون کی شکل کا ٹرانسمیٹر نکال
لیا۔ دروازے کی طرف پشت کر کے اس نے ٹرانسمیٹر آن کیا اور آہستہ

آہستہ بولنے لگی۔

”ہیلو باس۔ جینفر کالنگ۔ اوور“..... ریشم نے کہا۔

”ہیں جینفر۔ میجر سام ریسونگ یو۔ اوور“..... چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے آواز ابھری۔

”سر۔ میں نے اس آدمی سے پیچھا چھڑا لیا ہے جس پر مجھے شبہ ہوا تھا کہ وہ فوکر کی نگرانی کے لئے ہوٹل میں موجود ہے۔ اوور“..... اس نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ مجھے فوکر نے اطلاع دی تھی کہ تم اس کے ساتھ ہوٹل سے باہر لگتی تھیں۔ کون تھا وہ۔ اوور“..... میجر سام کی آواز سنائی دی۔

”کوئی برنس مین تھا۔ اس نے اپنا نام ارشد پرویز بتایا تھا۔ اوور“۔ جینفر نے کہا اور پھر تفصیل سے تنویر کے ساتھ دوستی اور ریسٹورنٹ میں جانے کے بارے میں بتانے لگی۔

لیکن چائے آنے سے پہلے فیاض آ گیا۔ وہ ریسٹورنٹ کی بالائی منزل سے اترتا تھا اور میری طرف غور سے دیکھتا ہوا ہال سے باہر چلا گیا تو مجھے شبہ ہوا کہ وہ مجھے پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا چنانچہ اس کے باہر جاتے ہی میں واش روم کے بہانے ابھی اور ریسٹورنٹ کے پچھلے دروازے سے عقبی گلی میں نکل آئی۔ وہاں سے کافی دور آ کر میں نے ایک ٹیکسی انگیج کی اور اب راستے میں ایک پبلک بوتھ پر رک کر آپ کو کال کر رہی ہوں۔ اوور“..... جینفر نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”فیاض نے تمہیں پہچان تو نہیں لیا تھا جینفر۔ اوور“..... دوسری طرف

سے میجر سام کی تشویش بھری آواز سنائی دی۔

”یقین سے نہیں کہہ سکتی باس۔ لیکن وہ مسلسل مجھے غور سے دیکھتا ہوا میرے قریب سے گزرتا تھا اور اگر اس نے مجھے پہچان بھی لیا ہو تو اس وقت وہ ارشد پرویز کو گرفتار کر کے مجھے تلاش کر رہا ہو گا۔ اوور“..... جینفر نے مسکرا کر کہا۔

”میں نے تمہیں ہدایت کی تھی کہ ارشد کو ہوٹل سے نکال کر کافی دور چھوڑ آؤ تاکہ فوکر کو ہوٹل سے روانہ ہوتے وقت کوئی خطرہ نہ رہے اور تم راستے میں ہی چائے پینے کے لئے رک گئیں۔ اوور“..... میجر سام نے سخت لہجے میں کہا۔

”سوری باس۔ چائے پینے کی خواہش ارشد پرویز کی ہی تھی اور میرا ارادہ تھا کہ چائے پینے کے بعد اسے وہاں سے دور لے جاؤں گی۔ اب راستے میں مجھے خیال آیا ہے کہ کہیں ارشد پرویز، فیاض کو لے کر گولڈن ہوٹل نہ پہنچ جائے۔ اوور“..... جینفر نے اندیشہ ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

”بہر حال اب تم کمپلا ہوٹل جاؤ اور وہاں دو کمرے حاصل کرو۔ میں فوکر اور بوب کو وہاں بھیجتا ہوں۔ اوور“..... میجر سام نے کہا۔

”رائٹ سر۔ کیا فوکر گولڈن ہوٹل سے نکل آیا ہے۔ اوور“..... جینفر نے سر ہلا کر کہا۔

”ہاں۔ اسے میں نے پوائنٹ دن پر طلب کیا تھا لیکن ابھی وہ راستے میں ہے۔ میں اسے دوبارہ ہدایات دیتا ہوں۔ اوور اینڈ آل“..... میجر سام نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو جینفر نے بھی ٹرانسمیٹر

پہچان کر اس نے دروازہ کھول دیا۔ باہر دو آدمی کھڑے تھے جن میں سے ایک نے آنکھوں پر سیاہ چشمہ لگا رکھا تھا۔ جیفر انہیں دیکھ کر مسکرائی اور ایک طرف ہٹ گئی تو وہ دونوں اندر آ گئے اور جیفر نے دروازہ بند کر دیا۔ دونوں ایک صوفے پر بیٹھ گئے اور جیفر ان کے سامنے دوسرے صوفے پر بیٹھ کر ان کی طرف دیکھنے لگی۔

”جیفر۔ تم نے اچھا کیا کہ ویٹر کو ہماری آمد سے آگاہ کر دیا تھا ورنہ ہمیں کاؤنٹر سے تمہارے کمرے کا نمبر معلوم کرنا پڑتا“..... چشمے والے نے اپنا چشمہ اتارتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

”ہاں۔ میں نے اسے تمہارے چشمے کی نشانی بتائی تھی فوکر تاکہ تمہارے ہال میں داخل ہوتے ہی وہ تمہیں پہچان کر میرے کمرے کا نمبر بتا دے“..... جیفر نے کہا۔

”بوب۔ میرا خیال ہے باس کو اپنے یہاں پہنچنے کی اطلاع دے دی جائے“..... فوکر نے اپنے ساتھی سے کہا۔

”ہاں۔ یہ ضروری ہے۔ تم باس کو کال کرو۔ میں ذرا واش روم میں جا رہا ہوں“..... بوب نامی شخص نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور اٹھ کر دائیں جانب واش روم کی طرف بڑھ گیا تو فوکر نے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب سے چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال جو بظاہر سیل فون دکھائی دیتا تھا۔ اس نے ٹرانسمیٹر آن کیا اور کال کرنے لگا۔

”ہیلو باس۔ فوکر کالنگ۔ اوور“..... فوکر نے کہا۔ جیفر خاموشی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

آف کر کے اپنے لباس میں چھپایا اور بوتھ سے نکل کر ٹیکسی میں آ بیٹھی۔ ”کمپالا ہوٹل چلو ڈرائیور“..... اس نے ڈرائیور سے کہا تو ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھائی اور اگلے چوراہے پر پہنچ کر دائیں جانب مڑ گیا۔ ”تین سڑکوں پر گھومنے کے بعد ٹیکسی کمپالا ہوٹل کے گیٹ پر رکی تو جیفر ٹیکسی سے اتری اور کرایہ ادا کر کے ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو گئی۔ ہال میں آ کر وہ کاؤنٹر پر پہنچی تو کلرک نے کاروباری سے زیادہ پسندیدگ کی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

جیفر نے دو کمرے بک کرائے اور ایک ویٹر کی رہنمائی میں ہال کے اختتام پر واقع سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔ سیڑھیاں چڑھ کر وہ دونوں سیکنڈ فلور پر پہنچے اور ویٹر نے اسے دونوں کمرے دکھائے تو جیفر نے اسے ایک سرخ نوٹ بطور ٹپ دیا۔

”سنو۔ میرے دو مہمان یہاں آنے والے ہیں۔ انہیں میرا روم نمبر بتا دینا۔ ان میں سے ایک نے سیاہ چشمہ لگایا ہوا ہو گا“..... جیفر نے مسکرا کر ویٹر سے کہا تو ویٹر نے نوٹ اپنی جیب میں رکھا اور کمرے سے نکل گیا۔ جیفر نے دروازہ بند کیا اور ایک صوفے پر بیٹھ کر فوکر اور بوب کا انتظار کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی تو وہ چونک پڑی۔

”کون“..... جیفر نے صوفے سے کھڑے ہوتے ہوئے پوچھا اور دروازے کے قریب پہنچ گئی۔

”اینگلو“..... باہر سے اس کے ایک ساتھی کی آواز بلند ہوئی تو آواز

اسے باس کی ہدایات سے آگاہ کر دیا۔

”باس نے تو معاملہ الجھا دیا ہے۔ کیا خیال ہے؟“..... بوب نے ایک لمحہ بعد فوکر اور جیفر کی طرف دیکھ کر کہا۔

”وہ کیسے؟“..... جیفر نے چونک کر کہا۔

”ہم نے مشن میں کامیابی حاصل کر لی تھی اور صبح ہونے تک یا پولیس کے باخبر ہونے تک ہمارے پاس کم از کم تین گھنٹے کا وقت تھا۔ اتنے وقت میں ہم بڑی آسانی سے پاکیشیا سے باہر نکل سکتے تھے۔“ بوب نے جواب میں کہا۔

”ہم تو نکل سکتے تھے لیکن شکار کو کیسے ساتھ لے جاتے؟“..... فوکر نے مسکرا کر کہا۔

”تاہوت میں بند کر کے آزاد سمندر میں ہمارے کئی بحری جہاز محو سفر ہوتے ہیں۔ ہم اسٹیمر کے ذریعے کسی بھی شپ تک پہنچ سکتے تھے۔ اب دیکھو عمران اور سیکرٹ سروس کو الجھانے کے لئے باس نے تصویر کا چکر چلایا ہے اور اس مقصد کے لئے ایک قتل بھی کرا دیا ہے۔ یہ تو جیفر نے عقل مندی سے کام لیا اور پولیس کو متوجہ پا کر فوراً ریسٹورنٹ سے نکل آئی لیکن اگر پولیس جیفر کو فوراً ہی پکڑ لیتی تو پھر اس کی آزادی کے لئے ہمیں طویل جدوجہد کرنا پڑتی یا اس کے ذریعے پولیس اور سیکرٹ سروس ہمارے ٹھکانوں تک پہنچ جاتی اس طرح ہمارے مزید کئی ساتھی مارے جاتے جبکہ پہلے ہی ہم اپنے ایک ساتھی سے محروم ہو چکے ہیں جسے عمران نے اپنے فلیٹ میں ہلاک کیا تھا“..... بوب نے مسلسل بولتے

اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

”نیس فوکر۔ میجر سام رسیونگ یو۔ اور“..... چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے آواز بلند ہوئی۔

”باس۔ ہم کپالا ہوٹل پہنچ گئے ہیں اور اس وقت جیفر کے کمرے میں بیٹھے ہیں۔ اور“..... فوکر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”گڈ۔ جیفر کو ہدایت کر دو کہ وہ فوری طور پر اپنی شکل اور لباس تبدیل کر لے۔ ہو سکتا ہے سوپر فیاض، ارشد پرویز کے ساتھ اسے تلاش کر رہا ہو البتہ وہ پہلے گولڈن ہوٹل کو چیک کریں گے اور بعد میں دوسرے ہوٹلز کو۔ اور“..... میجر سام کی آواز سنائی دی۔

”رائٹ سر۔ بوب اور میرے لئے کیا حکم ہے۔ اور“..... فوکر نے سر ہلا کر کہا۔

”تم دونوں بھی نئے میک اپ کر لو۔ باقی ہدایات بعد میں دوں گا۔ تم ہوٹل کا فون نمبر اور روم نمبر مجھے بتا دو۔ اور“..... میجر سام نے ہدایات دیتے ہوئے کہا تو فوکر نے ٹیلی فون سیٹ پر لکھا فون نمبر اور دونوں کمروں کے نمبر بتا دیئے۔

”ٹھیک ہے میری کال کا انتظار کرو اور اپنے کمروں تک محدود رہو۔ اور اینڈ آل“..... میجر سام نے آخر میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو فوکر نے بھی ٹرانسمیٹر آف کر کے اپنی جیب میں رکھ لیا اور اسی لمحے بوب واش روم سے نکل آیا۔

”باس نے کیا ہدایات دی ہیں فوکر؟“..... بوب نے آگے بڑھتے

ہوئے کہا۔

”بہر حال باس جو کچھ کر رہا ہے اس کے نزدیک درست ہے اور ہم اس کے حکم کے پابند ہیں۔ اس لئے مزید بحث فضول ہے۔ تم دونوں اپنے میک اپ تبدیل کر لو۔ نہ جانے کس وقت باس کی کال آ جائے۔“ جینفر نے مسکراتے ہوئے کہا اور صوفے سے اٹھ کر ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

پولیس جیپ میں بیٹھا تنویر خاموشی سے سامنے دیکھ رہا تھا۔ قریب ترین پولیس اسٹیشن وہاں سے کم از کم سات کلو میٹر کے فاصلے پر تھا اور دونوں جیپیں اسی جانب دوڑ رہی تھیں۔ تنویر کے ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں اور وہ سوچ رہا تھا کہ اگر خاور اسے آزاد کرانے میں کامیاب نہ ہوا تو پھر اسے خود ہی کوشش کرنا ہوگی جس کے نتیجے میں اسے لازماً پولیس سے ٹکرانا پڑے گا۔ تقریباً ایک منٹ بعد دونوں پولیس گاڑیاں ایک چوراہے کے قریب پہنچ کر رک گئیں کیونکہ ٹریفک سگنل کی لائٹ سرخ ہو چکی تھی۔ نصف منٹ بعد سگنل گرین ہوا تو گاڑیاں دوبارہ آگے بڑھنے لگیں لیکن اتفاق سے اگلے چوک پر پہنچنے تک وہاں بھی سگنل ریڈ ہو چکا تھا۔ چنانچہ پولیس گاڑیاں رک گئیں۔ تنویر نے کن آنکھوں سے دائیں بائیں بیٹھے سپاہیوں کی طرف دیکھا تو وہ دونوں اس کی طرف متوجہ نہ تھے۔ سگنل گرین ہوا تو دونوں گاڑیاں دوبارہ آگے بڑھنے لگیں اور چوک

انسپکٹر بھی اتر گیا، اسی لمحے خاور کی کار ٹرن لے کر ان کی طرف بڑھنے لگی۔ فیاض کی جیب قریب پہنچ کر رکی اور فیاض جیب سے اتر آیا۔

”کیا بات ہے۔ ٹائر کیسے برسٹ ہوا ہے“..... فیاض نے غصیلے لہجے میں انسپکٹر سے کہا۔

”معلوم نہیں سر۔ شاید کوئی کیل وغیرہ لگ گیا ہو گا“..... انسپکٹر نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”فاضل ٹائر لگا کر جلدی اسٹیشن پہنچو۔ مجرم کا خیال رکھنا“..... فیاض نے سخت لہجے میں کہا اور مڑ کر واپس اپنی جیب میں جا بیٹھا دوسرے ہی لمحے اس کی جیب وہاں سے روانہ ہو گئی۔ اتنے میں خاور کی کار جیب کے برابر میں آ رکی۔

”سر۔ فاضل ٹائر تو میں نے کل ہی پتھر لگانے کے لئے دے دیا تھا“..... ڈرائیور نے انسپکٹر سے کہا۔

”اوہ۔ کبخت تم پہلے بتا دیتے تو کپتان صاحب سے لے لیتے“..... انسپکٹر نے غصے سے کہا۔

”جناب۔ کیا میں آپ کی کوئی مدد کر سکتا ہوں“..... دفعتاً خاور کی آواز سنائی دی۔

”تم کیا کر سکتے ہو“..... انسپکٹر نے خاور کی طرف دیکھ کر غصیلے لہجے میں کہا۔

”قانون سے تعاون کرنا ہر شہری کا فرض ہے۔ آپ کے ساتھ کتنے افراد ہیں“..... خاور نے شائستہ لہجے میں کہا۔

سے دائیں جانب مڑ گئیں۔ اس سڑک پر ٹریفک بہت کم تھا۔ چند لمحوں بعد ہی تنویر نے سامنے سے آتی خاور کی کار دیکھی تو وہ آئندہ لمحوں میں پیش آنے والی پتھڑیوں سے نمٹنے کے لئے ذہنی طور پر تیار ہو گیا۔

جلد ہی خاور کی کار فیاض کی جیب کے قریب آ پہنچی۔ تنویر اس سے لاعلم تھا کہ اسے آزاد کرانے کے لئے خاور کیا طریقہ اختیار کرے گا کیونکہ فون پر زیادہ تفصیل سے پروگرام طے نہیں ہو سکا تھا۔ خاور کی کار کی رفتار کم ہو گئی تھی۔ فیاض کی جیب اس کے قریب سے گزر گئی۔ ایک دو لمحوں بعد تنویر والی جیب بھی خاور کے قریب سے گزری مگر ایک لمحہ بعد ہی ایک زور دار دھماکا ہوا اور جیب لڑکھڑانے لگی۔ جیب کا پچھلا ٹائر برسٹ ہو گیا تھا۔ ڈرائیور نے فوراً بریک لگائی اور لڑکھڑاتی ہوئی جیب سڑک کے کنارے رکتی چلی گئی۔ خاور کی کار جیب کے عقب میں تقریباً تین قدم کے فاصلے پر جا رکی تھی جبکہ فیاض کی جیب ریورس گیر میں واپس آ رہی تھی۔ تنویر کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس صورت حال سے کیسے فائدہ اٹھایا جائے۔ اگر وہ جیب سے اتر کر بھاگنے کی کوشش کرتا تو پولیس والے اس پر فائرنگ کر دیتے اور وہ خاور کی کار تک پہنچنے سے پہلے ہی دوسری دنیا میں پہنچ جاتا۔ اس کے اندازے کے مطابق خاور نے سائیلنسر ڈ ریوالتور سے فائر کر کے جیب کا ٹائر برسٹ کیا تھا لیکن پولیس والوں کو علم نہ ہو سکا تھا۔

”اس نے بھی یہیں آ کر برسٹ ہونا تھا“..... جیب کے ڈرائیور نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور جیب سے اتر گیا تو فرنٹ سیٹ پر بیٹھا

”سر۔ ذرا رفتار بڑھا دیں۔ مجھے واپس بھی جانا ہے بلکہ شارٹ کٹ راستہ اختیار کریں۔ بائیں ہاتھ پر جو گلی نظر آ رہی ہے وہ سیدھی آپ کے تھانہ کے قریب والی سڑک پر جا نکلتی ہے“..... چند لمحوں بعد خاور نے انپکٹر سے کہا تو انپکٹر نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا اور گلی کے پاس پہنچ کر اس نے کار گلی میں موڑ دی۔ گلی کشادہ تھی لیکن سنسان پڑی تھی۔ کار ابھی گلی کے وسط میں ہی پہنچی تھی کہ خاور نے یکدم انپکٹر کے ہولسٹر سے ریوالور کھینچا اور اس کی گنپٹی سے لگا دیا تو انپکٹر بوکھلا گیا اور اس نے فوراً ہی بریک لگا کر کار روک دی۔

”خبردار۔ تم میں سے کسی نے بھی کوئی حرکت کی تو انپکٹر کی کھوپڑی میں گولی اتار دوں گا“..... خاور نے پیچھے بیٹھے حیرت زدہ سپاہیوں کی طرف دیکھ کر غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

”یہ۔ یہ کیا مذاق ہے مسٹر“..... انپکٹر نے غصیلے لہجے میں کہا۔
 ”انجمن بند کر کے ہاتھ بلند کر لو انپکٹر۔ ورنہ فائر کر دوں گا۔ ماتحتوں سے کہو کہ ہتھیار پھینک کر سر پر ہاتھ رکھ لیں“..... خاور نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”کیا۔ کیا تم اس مجرم کے ساتھی ہو“..... انپکٹر نے چونک کر ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا۔

”شاید۔ اگر تم تینوں زندہ رہنا چاہتے ہو تو میرے حکم کی تعمیل کرو۔ ہری اپ“..... خاور نے انتہائی سرد لہجے میں کہا تو دونوں سپاہیوں نے اپنی رائفلیں اپنے پیروں میں ڈال کر سر پر ہاتھ رکھ لئے۔ تنویر نے گنیں

”پانچ چھ۔ کیا بٹھا لو گے“..... انپکٹر نے کہا۔ چونکہ تنویر کا رخ دوسری جانب تھا اس لئے وہ خاور کو نہ دیکھ سکتا تھا۔

”یہ تو زیادہ ہیں سر۔ جبکہ میری کار کے عقبی ٹائروں میں پریش بھی کم ہے۔ میں صرف تین آدمیوں کو لے جا سکتا ہوں۔ تشریف لائیں“۔ خاور نے جواب میں کہا تو تنویر کو خاور کا پلان کسی قدر سمجھ آ گیا۔ انپکٹر کے حکم پر دونوں سپاہی تنویر کو جیپ سے اتار کر خاور کی کار کے پاس لائے تو خاور اور تنویر کی نگاہیں ملیں لیکن ان کے چہرے ساٹ رہے۔ دونوں سپاہی کار کی عقبی نشست پر تنویر کے دائیں بائیں بیٹھ گئے۔

”آئیے سر۔ آپ ڈرائیونگ کریں“..... خاور نے انپکٹر سے کہا اور اپنی سیٹ سے اٹھ کر فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔
 ”کیوں“..... انپکٹر نے چونکتے ہوئے کہا۔

”دراصل پولیس والوں کی موجودگی میں مجھے اختلاج سا ہونے لگتا ہے اور سٹیرنگ پر میرا کنٹرول مضبوط نہیں رہتا“..... خاور نے جواب میں کہا۔

”عجیب آدمی ہو“..... انپکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا اور دوسری جانب سے گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا۔

”تم ٹائر تبدیل کر کے جلدی آؤ“..... انپکٹر نے جیپ کے ڈرائیور سے کہا اور گیر بدل کر کار آگے بڑھا دی۔ اگلے چوراہے سے اسے بائیں جانب کی سڑک پر مڑنا تھا کیونکہ پولیس اسٹیشن اسی سڑک پر تھا۔

”سر۔ ذرا رفتار بڑھا دیں۔ مجھے واپس بھی جانا ہے بلکہ شارٹ کٹ

واپس اس طرف روانہ ہو گئے جس طرف سے پولیس والوں کے ساتھ آئے تھے۔

”ہاں۔ اب بتاؤ۔ ایکسٹو کو کیا بتاؤ گے اس واقعہ کے بارے میں۔“
خاور نے مسکرا کر تنویر سے کہا۔

”کچھ بھی نہیں۔ اس لئے تو میں نے تمہاری مدد حاصل کی تھی کہ چیف کو علم نہ ہو سکے“..... تنویر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ویسے بھی فیاض نہ تمہیں پہچانتا ہے اور نہ مجھے۔ ورنہ وہ مجھے گرفتار کرنے کی جرأت ہی نہ کرتا اس لئے تم بھی کسی سے اس واقعہ کا ذکر مت کرنا۔ میں تو گولڈن ہوٹل میں مشتبہ افراد کو ٹریس کرنے گیا تھا مگر وہ کمبخت ریشم خود ہی مجھ سے آٹکرائی تھی۔ وہ خوبصورت نہ ہوتی تو میں کبھی اسے لفٹ نہ کراتا“..... تنویر نے مسکرا کر کہا۔

”مگر ریشم نے خود ہی لفٹ کرائی اور تمہیں پھنسا کر فرار ہو گئی۔“
خاور نے ہنس کر کہا تو تنویر بھی ہنسنے لگا۔

سے لٹکائی اور دوسری سپاہیوں کی طرف تان لی۔ خاور بھی ریوالور کا رخ انسپکٹر کی طرف کئے دروازہ کھول کر کار سے اتر آیا۔

”اب تم تینوں باہر آ جاؤ انسپکٹر“..... خاور نے انہیں حکم دیتے ہوئے کہا تو انسپکٹر اور دونوں سپاہی کار سے اتر آئے لیکن وہ تینوں بہت خوفزدہ نظر آ رہے تھے۔ تنویر نے آگے بڑھ کر دونوں گنیں کار کی عقبی نشست پر ڈالیں اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر انجن اشارٹ کیا تو خاور انسپکٹر کے پیچھے آکھڑا ہوا۔

”تم پچھتاؤ گے مسٹر۔ قانون کے ہاتھ لمبے ہوتے ہیں“..... انسپکٹر نے غصے سے جڑے بھینچتے ہوئے کہا تو خاور نے فوراً ہی اس کے سر پر ریوالور کے دستہ کی ضرب جما دی۔ انسپکٹر کے حلق سے تیز کراہ نکلی اور وہ زمین پر گر کر بے ہوش ہوتا چلا گیا۔

”اسے اٹھا کر کار میں ڈال دو۔ اپنے ساتھی کی مدد سے“..... خاور نے دونوں سپاہیوں پر ریوالور تان کر ایک سپاہی سے کہا تو دونوں سپاہی قریب آئے اور جھک کر بے ہوش انسپکٹر کو اٹھانے لگے۔ فوراً خاور ریوالور والا ہاتھ حرکت میں آیا اور ریوالور کے دستہ کی ضرب اس سپاہی کے سر پر پڑی تو کراہتا ہوا انسپکٹر پر گر گیا۔ دوسرے نے جلدی سے سیدھے ہونے کی کوشش کی مگر خاور کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور دوسرا سپاہی بھی کراہتا اور لڑکھڑاتا ہوا زمین بوس ہوتا چلا گیا۔ خاور انہیں بے ہوش کر کے جلدی سے کار کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھا اور تنویر نے کار آگے بڑھا دی۔ اس گلی سے نکل کر وہ ایک سڑک پر پہنچے اور

چکی ہے اور وہ پاکیشیائی دہشت گردوں سے اپنے عوام کو محفوظ نہیں رکھ سکتی تو دوسروں کی حفاظت کیسے کر سکتی ہے۔ صدر مملکت نے یہ بھی کہا تھا کہ دنیا میں پاکیشیا کا ایجنج بری طرح متاثر ہو رہا ہے اور دوست ملک شوگران کے اعتماد کو بھی دھچکا پہنچا ہے۔ بلیک زیرو نے صدر مملکت کو یقین دلایا تھا کہ آئندہ چوبیس گھنٹوں کے دوران مجرموں کو گرفتار اور مغوی سفیر کو آزاد کرا لیا جائے گا اس لئے عمران کو فکر تھی کہ اگر چوبیس گھنٹے گزر جانے کے باوجود بھی وہ کامیابی حاصل نہ کر سکے تو سیکرٹ سروس کی بدنامی ہوگی اور اس کی کارکردگی پر نہ صرف انگلیاں اٹھائی جائیں گی بلکہ دشمن ممالک بھی پاکیشیا سیکرٹ سروس کو کمزور سمجھ کر پاکیشیا پر یلغار کر دیں گے۔

تھوڑی دیر بعد وہ اپنے فلیٹ پر پہنچا تو سلیمان کہیں جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ اس نے عمران کا ایک نیا سوٹ پہن رکھا تھا اور ٹائی باندھ رہا تھا۔ عمران کو اس پر بے حد غصہ آیا مگر اپنی پریشانی کے سبب ضبط کر گیا۔

”کہاں جا رہے ہو سلیمان پاشا صاحب“..... عمران نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے نرم لہجے میں پوچھا۔

”شادی کا پروگرام ہے صاحب“..... سلیمان نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

”اوہ۔ تو شادی کر رہے ہو“..... عمران نے چونک کر کہا۔

”نہیں صاحب۔ شادی میں جا رہا ہوں۔ کیا آپ چلیں گے۔“

سلیمان نے مسکرا کر کہا۔

”نہیں۔ میں فارغ نہیں ہوں۔ کس کی شادی ہے“..... عمران نے

عمران دانش منزل سے نکلا اور سڑک پر آکر کار کی رفتار میں اضافہ کرنے لگا لیکن کافی الجھا ہوا تھا۔ صدر نے بلیک زیرو کو رپورٹ دی تھی کہ اسے جس عمارت میں لے جایا گیا تھا، اس میں فرنیچر کے سوا کچھ موجود نہیں تھا۔ صدر نے بڑی باریک بینی سے اس کوٹھی کی تلاشی لی تھی لیکن وہاں سے کوئی ایسا کلیو نہ ملا تھا جس سے مجرموں کے کسی دوسرے ٹھکانے کا اندازہ لگایا جاسکتا۔ دوسرے ممبرز نے بھی کسی کامیابی کی اطلاع نہیں دی تھی۔ چنانچہ عملی طور پر تفتیش کی گاڑی رک چکی تھی۔ عمران غیر موجودگی میں صدر مملکت نے براہ راست ایکسٹو سے فون پر بات تھی اور ہدایت کی تھی کہ شوگرانی سفیر کو جلد از جلد بازیاب کرایا جائے اور اس کو گرفتار کیا جائے تاکہ حقیقت سامنے آئے کیونکہ مخالف ممالک اور اس کا میڈیا مسلسل اس واقعہ کو ہوا دے رہا تھا کہ پاکیشیائی حکومت غیر ملکیوں اور خاص طور پر غیر ملکی سفارت کاروں کے تحفظ میں ناکام

”ہاں پیارے۔ میں بھی دیکھنا چاہتا ہوں کہ شادی کیسے ہوتی ہے“..... عمران نے نرمی سے کہا۔

”نہیں صاحب۔ آپ کے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ میں جا رہا ہوں، آپ گھر کا خیال رکھیں۔ واپس آ کر آپ کو شادی کا آنکھوں دیکھا حال بتا دوں گا۔ اس طرح آپ سلامی دینے اور وقت ضائع کرنے سے بچ جائیں گے“..... سلیمان نے مسکرا کر کہا۔

”نہیں۔ میں خود دیکھنا چاہتا ہوں“..... عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

”خدا مت کریں صاحب۔ اچھے بچے ضد نہیں کرتے“..... سلیمان نے مڑ کر سمجھانے والے انداز میں کہا۔

”بادرچی کے بچے۔ تمہیں میرے جانے پر کیوں اعتراض ہے۔“

عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”صرف اس لئے کہ شادی کا وقت ہونے والا ہے۔ صرف پندرہ منٹ باقی ہیں جبکہ آپ کو تیار ہونے میں کم از کم تیس منٹ لگ جائیں گے“..... سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کوئی بات نہیں۔ تم میرا سوٹ نکال کر پریس کر دو“..... عمران نے جتنی لہجے میں کہا۔

”کمال کرتے ہیں آپ۔ اپنے ساتھ میرا مزہ بھی خراب کرائیں گے صاحب۔ شروع سے شادی نہ دیکھی تو خاک سمجھ آئے گی“..... سلیمان نے برا سامنہ بنا کر کہا۔

”بے فکر رہو۔ میں سمجھا دوں گا تمہیں“..... عمران نے صوفی سے

حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

”میری رشتہ دار لڑکی شیم کی ہے۔ میرا مطلب ہے اس کے شوہر کی“۔ سلیمان نے جلدی سے کہا۔

”شیم۔ فلموں والی یا تمہاری خالہ شیم“..... عمران نے کہا۔

”صاحب۔ آپ ہر معاملہ میں پولیس والوں کی طرح پوچھ چگچ نہ کیا کریں۔ شیم چاہے فلموں والی ہو یا کوٹھے والی شیم ہی ہوتی ہے جیسے باؤسیم ہوتی ہے“..... سلیمان نے برا سامنہ بنا کر کہا۔

”اچھا اچھا لیکن شادی شیم کی ہے یا اس کے شوہر کی“..... عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اس نے تو یہی کہا تھا کہ ”شادی میرے شوہر کی“ مگر ہو سکتا ہے کہ اس کی اپنی ہو“..... سلیمان نے کہا اور ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں اپنے سراپا کا جائزہ لینے لگا۔

”لیکن صاحب۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کہ شادی شیم کی ہے یا اس کے شوہر کی۔ میرا کام تو شادی میں شرکت کرنا ہے اور انہیں سلامی کے طور پر پچاس روپے دینا ہے اور بس“..... سلیمان نے دوبارہ کہا۔

”ٹھیک ہے۔ کس جگہ شادی ہے اور واپس کب آؤ گے“..... عمران نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

”میرج ہال خالی نہیں تھا اس لئے سینما ہال میں شادی ہو رہی ہے۔ آپ تو اس طرح پوچھ رہے ہیں جیسے آپ نے بھی وہاں جانا ہو سلامی دینے کے لئے“..... سلیمان نے جواب میں کہا۔

اٹھتے ہوئے کہا۔

”صاحب۔ کیوں ضد کر رہے ہیں آپ۔ وہ کجخت کہیں بھاگی تو نہیں جا رہی۔ اگلے ہفتے میں دیکھ لیجئے گا“..... سلیمان نے بے بسی سے کہا۔

”کیا۔ کیا بک رہے ہو گھماڑ۔ کیا اگلے ہفتے بھی ان کی شادی ہو گی“..... عمران نے چونک کر غصیلے لہجے میں کہا۔

”اگلے ہفتے کیا۔ وہ تو اگلے ماہ تک ہوتی رہے گی۔ ہو سکتا ہے باوان ہفتے پورے کر کے ہی ختم ہو۔ اسی لئے تو کہہ رہا ہوں کہ آج مت دیکھیں اور اگلے ہفتے مس جولیا کے ساتھ دیکھنے جائیں۔ ہو سکتا ہے وہ عبرت پکڑیں اور شادی پر تیار ہو جائیں“..... سلیمان نے مسکرا کر کہا۔

”سلیمان۔ شٹ اپ“..... عمران نے یکدم دھاڑتے ہوئے لہجے میں کہا تو سلیمان گھبرا گیا۔

”کک۔ کک۔ کیا مطلب“..... سلیمان نے خوفزدہ انداز میں ہکلاتے ہوئے کہا۔

”میں سب کچھ سمجھ گیا ہوں۔ تم سینما میں فلم دیکھنے جا رہے ہو اور پچاس روپے میں گیلری کا ٹکٹ لو گے“..... عمران نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

”نن۔ نہیں صاحب۔ اب تو تھرڈ کلاس کا ٹکٹ پچاس روپے میں ملتا ہے۔ انٹرٹینمنٹ کا خرچہ الگ ہے“..... سلیمان نے بوکھلا کر کہا۔

”بکومت۔ تم نہیں جاسکتے“..... عمران نے حتیٰ لہجے میں کہا۔

”کیوں صاحب۔ کیا میری ناک بہتی ہے“..... سلیمان نے چونک کر کہا۔

”ایک گھونسا مار دیا تو ناک کے ساتھ ساتھ منہ بھی بہنے لگے گا اور آنکھیں بھی۔ جلدی کرو۔ میرا سوٹ اتارو“..... عمران نے جبرے بھینچتے ہوئے کہا۔

”کک۔ کمال کرتے ہیں آپ بھی۔ لباس کے بغیر مجھے شادی میں کون شریک ہونے دے گا“..... سلیمان نے بوکھلاہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

”اجنٹ گدھے۔ اپنا لباس پہنو اور شادی میں جانے کی بجائے کچن میں جاؤ۔ چائے بنا لاؤ“..... عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

”بب۔ بہتر صاحب۔ کیا اب آپ جائیں گے“..... سلیمان نے خوفزدہ ہو کر پوچھا۔

”تم جاتے ہو یا دوں ایک گھونسا“..... عمران نے اسے گھورتے ہوئے جارحانہ لہجے میں کہا۔

”عجیب بات ہے۔ کبھی کہتے ہیں مت جاؤ اور کبھی کہتے ہیں جاؤ۔“ سلیمان نے برا سامنہ بنا کر کہا۔

”باورچی کے بچے۔ میں نے کچن میں جانے کے لئے کہا ہے۔“ عمران نے دانت پیٹتے ہوئے کہا اور اسی لمحے ڈور بیل بج اٹھی۔

”ظہر۔ پہلے جا کر دیکھو کون آیا ہے“..... عمران نے جلدی سے کہا اور سلیمان مڑ کر کمرے سے نکل گیا۔ چند لمحوں بعد بیرونی دروازہ کھلنے کی

آواز سنائی دی۔

”عمران ہے“..... ایک لمحہ بعد سوپر فیاض کی آواز سنائی دی۔

”جی ہاں۔ تشریف لائیے کپتان صاحب“..... جواب میں سلیمان نے کہا تو عمران سوچنے لگا کہ کیا فیاض کسی اور کیس کے سلسلے میں آیا ہے۔ چند لمحوں بعد سوپر فیاض سٹنگ روم میں داخل ہوا تو عمران نے اس کی طرف دیکھا۔

”آؤ سوپر۔ یقیناً تم کوئی خوشخبری دینے آئے ہو“..... عمران نے یکدم چپکتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تمہیں ایک تصویر دکھانے آ ہوں“..... فیاض نے مسکرا کر کہا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔

”ایک تصویر سے کیا بنے گا سوپر۔ ایک سلیمان کے لئے بھی آتے تاکہ مل کر دیکھتے دیوانے دو“..... عمران نے مسکرا کر کہا۔

”آج سہ پہر ایک خوبصورت اور نوجوان مقامی لڑکی نے ڈپٹی ڈائریکٹر ہیلتھ ڈاکٹر بشیر کو ان کے دفتر میں داخل ہو کر انہیں بے آواز ریوالور سے فائر کر کے ہلاک کر دیا اور فرار ہو گئی تھی لیکن آفس میں نصب خفیہ کیمرے میں اس کی تصویر محفوظ ہو گئی تھی۔ میں اسی تصویر کا ایک کاپی لایا ہوں“..... فیاض نے جیب سے چھوٹا سا لفافہ نکالتے ہوئے کہا تو عمران چونک پڑا کہ بارڈن اور اس کے ساتھی بھی اس سے کسی کی تصویر لینے آئے تھے۔

”سہ پہر کو قتل ہوا اور تم مجھے اب بتا رہے ہو“..... عمران نے برا

منہ بنا کر کہا۔

”فرصت ہی نہیں ملی۔ میں فوراً اس لڑکی کی تلاش میں مصروف ہو گیا تھا۔ دو گھنٹے پہلے میں نے اسے ایک ریڈیو سٹریٹ میں ٹریس کر لیا تھا لیکن میرے ماتحتوں کے آنے سے پہلے ہی وہ فرار ہو گئی البتہ اس کا ایک ساتھی ہاتھ آ گیا تھا“..... فیاض نے کہا۔

”تھا سے کیا مطلب ہے تمہارا“..... عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

”بعد میں وہ بھی فرار ہو گیا“..... فیاض نے لفافے سے تصویر نکالتے ہوئے کہا۔

”کیسے۔ کیا تم اتنے ہی گھماڑا فیسر تھے“..... عمران نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

”نہیں“..... فیاض نے شرمندہ لہجے میں کہا اور تصویر عمران کی طرف بڑھا دی اور پھر تفصیل سے پورا واقعہ بیان کر دیا کہ اس لڑکی کا ساتھی پولیس کی حراست سے کیسے فرار ہوا تھا۔

”میں نے اپنے ڈیپارٹمنٹ کے آرٹسٹ سے اس مفرد شخص کے حلیہ کے مطابق اس کے چہرے کا اسکیچ بنوا کر تمام پولیس اسٹیشنز کو بھجوا دیا ہے تاکہ اس کی مدد سے مفرد مجرم کو تلاش کیا جاسکے۔ لو تم بھی ایک نظر دیکھ لو“..... فیاض نے کہا اور لفافے سے تصویر نکالی۔

”نہیں۔ ایک نظر سے نہیں دو نظروں سے دیکھوں گا۔ میری دونوں آنکھیں سلامت ہیں“..... عمران نے شوخ لہجے میں کہا تو فیاض نے دوسری تصویر عمران کے سامنے رکھ دی لیکن اس تصویر کو دیکھتے ہی عمران

ہو گیا اور جیب خالی ہونے کے سبب پٹرول نہ ڈلوا سکا۔“ عمران نے بے چارگی سے کہا۔

”عجیب آحق ہو۔ پٹرول کے لئے پیسے نہیں تھے تو میرے پاس آ جاتے۔“..... فیاض نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

”میں نے تمہارے آفس فون کیا تھا لیکن تم موجود نہیں تھے اس لئے میں یہی سمجھا کہ تمہارا بھی تیل پانی ختم ہو چکا ہو گا اور یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ میں خواہ مخواہ کسی سے قرض نہیں لیتا۔ اب دیکھ لو دوپہر سے کھانا نہیں کھایا مگر کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلا یا۔“..... عمران نے مسکین لہجے میں کہا۔

”صاحب بالکل سچ کہہ رہے ہیں کپتان صاحب۔ میں پرسوں سے فاتے کر رہا ہوں لیکن کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیا۔“..... دفعتاً سلیمان نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا تو فیاض نے اسے گھورا اور جیب سے پرس نکال لیا۔ پرس کھول کر اس نے ہزار روپے والے دو نوٹ نکالے اور عمران کے سامنے میز پر رکھ دیئے۔

”نی الحال ان سے گزارہ کرو۔ کل مزید لے لیتا۔“..... فیاض نے صوفے سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ سلیمان چائے کے برتن اٹھائے قریب آ گیا۔

”سوپر۔ تم مجھے شرمندہ کر رہے ہو۔“..... عمران نے یونہی کہا تو سلیمان نے میز پر چائے کے برتن رکھے اور نوٹ اٹھائے۔

”صاحب۔ آپ کو شرم آتی ہے تو آتی رہے مگر میں اب مزید فاتہ

بے اختیار اچھل پڑا۔ کیونکہ وہ خاکہ تصویر کا تھا۔ عمران کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا۔ اس نے سنبھل کر فیاض کی طرف دیکھا تو فیاض اس کی طرف متوجہ نہیں تھا اور سامنے والی دیوار کی طرف دیکھ رہا تھا ورنہ وہ عمران کو حیرت زدہ دیکھ کر ضرور چونک پڑتا۔

”اچھا۔ تو یہ اس قاتل لڑکی کا ساتھی ہے۔“..... عمران نے سرسری انداز میں کہا۔

”ہاں۔ یہ اس کے تم اپنے پاس رکھو۔ اگر کہیں نظر آ جائے تو فوراً گرفت میں لے کر مجھے اطلاع دے دینا۔“..... فیاض نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

”آل رائٹ۔ چائے کے بارے میں کیا خیال ہے۔“..... عمران نے مسکرا کر کہا اور تصویر جیب میں رکھ لی۔

”نہیں۔ اب گھر جا کر کھانا کھاؤں گا۔ تم نے اب تک کیا کیا ہے۔“..... فیاض نے پوچھا۔

”چھ مرتبہ پورے شہر کا گشت کر چکا ہوں مگر کوئی مجرم نظر نہیں آیا۔ صبح پھر تلاش کروں گا۔“..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”جلد کچھ کرو عمران۔ میری جان عذاب میں آئی ہوئی ہے۔ تمہارے ڈیڑی بار بار رپورٹ مانگتے ہیں۔ بڑی مشکل سے انہوں نے صبح تک مہلت دی ہے۔“..... فیاض نے پریشان لہجے میں کہا۔

”تم فکر مت کرو سوپر۔ صبح تک میں ضرور کامیابی حاصل کر لوں گا۔ میں آج بھی کامیاب ہو سکتا تھا لیکن اتفاق سے میری گاڑی کا پٹرول ختم

”نہیں۔ البتہ سوپر فیاض نے تصویر کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ پس کی حراست سے فرار ہو گیا ہے۔ ورنہ اس وقت حوالات میں رہتا۔“ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا اور فیاض سے سنا ہوا قصہ بتا دیا۔
 ”اوہ۔ تصویر کی مدد کرنے والا کون تھا اور وہ لڑکی کے ساتھ کیوں پائے پینے ریستورنٹ میں گیا تھا؟“..... بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہ تم اسی احمق سے پوچھو کہ وہ لڑکی کون تھی اور اس کا مدد گار کون تھا؟“..... عمران نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

”رائٹ سر“..... بلیک زیرو نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”جولیا کیا کر رہی ہے؟“..... عمران نے پوچھا۔

”وہ اپنے فلیٹ میں موجود ہے۔ کیا اسے کوئی ڈیوٹی سونپنی ہے؟“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”کیوں نہیں۔ اسے سیکرٹ سروس میں محض شو پیس کے طور پر یا سرکس کے لئے نہیں رکھا گیا؟“..... عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”فرمائیے۔ جولیا کو کیا ہدایات دی ہیں ہے؟“..... بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

”اسے حکم دو کہ جا کر سرکس کا آخری شو دیکھے۔ ہو سکتا ہے اس مرتبہ بازی گر بن کر کوئی کرب دکھانے کی کوشش کرے۔“ دوپہر میں بھی میجر سام کے ماتحت فٹرنے اسے سرکس میں دیکھ کر اس کی نگرانی شروع کر دی تھی لیکن میرا خیال ہے کہ جولیا کے فلیٹ سے ہی اس کا تعاقب کرتا

نہیں کر سکتا۔ آپ چائے پیئیں، میں ابھی آپ کے لئے چغہ اور روسٹ پکڑے لے کر آتا ہوں“..... سلیمان نے جلدی سے کہا۔

”نہیں۔ ابھی مجھے بھوک نہیں ہے۔ لاؤ۔ رکھ دو پیئے“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”آپ کو بھوک نہیں ہے مگر مجھے تو ہے صاحب“..... سلیمان نے دروازے کی طرف مڑتے ہوئے کہا اور باہر نکل گیا۔ فیاض نے برا سا منہ بنایا۔

”لعنت ہے تمہارے باورچی پر۔ تم نے خواہ مخواہ اسے سر چڑھا رکھا ہے“..... فیاض نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا تو عمران نے یوں سر ہلایا جیسے فیاض کی بات سے متفق ہو۔ بیرونی دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی تو عمران نے میز پر رکھے فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے لگا۔

”لیس ایکسٹو“..... ایک دو لمحوں بعد دوسری طرف سے آواز آئی۔

”عمران بول رہا ہوں کالے زیرو۔ تمہارے ماتحتوں نے کوئی تیر مارا ہے یا نہیں؟“..... عمران نے مسکرا کر کہا۔

”نہیں جناب۔ ابھی تک کسی ممبر نے کامیابی کی اطلاع نہیں دی۔“

اس مرتبہ بلیک زیرو کی مودبانہ آواز سنائی دی۔

”کیا تصویر نے بھی رپورٹ نہیں دی؟“..... عمران نے پوچھا۔

”نوسر۔ کیا اس نے آپ کو کچھ بتایا ہے؟“..... بلیک زیرو نے چونکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

کو بھی لڑکی کا حلیہ بتا دو۔ تنویر سے لڑکی کے حلیہ کی تصدیق کر لینا۔ خاص طور پر جسامت اور قد کاٹھ کے بارے میں کیونکہ وہ اب تک اپنا میک اپ تبدیل کر چکی ہوگی“..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”رائٹ سر۔ میں پہلے تنویر کو ہی کال کرتا ہوں“..... بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

”مجھے جلدی رپورٹ دینا۔ اللہ حافظ“..... عمران نے آخر میں کہا اور فون بند کر دیا۔

ہوا وہاں پہنچا تھا۔ ہو سکتا ہے اب بھی اس کے فلیٹ کی مگرانی کی جارہی ہو۔ بہر حال سرکس کے دوران ہو سکتا ہے مگرانی کرنے والا نگاہوں میں آ جائے“..... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ میرے ذہن میں ایک شبہ سرابھار رہا ہے۔“ بلیک زیرو نے جلدی سے کہا۔

”کیسا شبہ۔ کیا جولیا کے بارے میں“..... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”نہیں جناب۔ وہ لڑکی جو تنویر کو پھنسا کر خود فرار ہو گئی تھی۔ مجھے لگتا ہے کہ تنویر نے اس مقامی لڑکی کے چہرے پر میک اپ چیک کر لیا ہوگا تھا اور لڑکی نے اس شبہ کو دور کرنے کے لئے اس سے لفٹ مانگی تو تنویر اس کے ساتھ چل دیا تھا۔ ہو سکتا ہے وہ ریسٹورنٹ میں چائے پینے کے دوران مجھے اس لڑکی کے بارے میں رپورٹ دیتا لیکن فیاض کی آمد کے سبب اسے موقع نہ مل سکا اور لڑکی خطرہ دیکھ کر واش روم جانے کے بہانے فرار ہو گئی“..... بلیک زیرو نے اپنا اندازہ بیان کرتے ہوئے کہا۔

”گڈ۔ اپنے ماتحت کو سزا سے بچانے کے لئے فوراً ہی کہانی گھڑ لی۔ بڑے چالاک ہو گئے ہو کالے صفر“..... عمران نے مسکرا کر کہا۔

”نوسر۔ میں نے تو ایک امکان ظاہر کیا تھا“..... دوسری طرف سے بلیک زیرو نے بے اختیار ہنستے ہوئے کہا۔

”تو پھر اسے کال کر کے پوچھو اور اسے لڑکی کی تلاش کا حکم دو۔“ باقی معاملہ اس کیس کے ختم ہونے کے بعد کیا جائے گا۔ جولیا اور دوسرے ممبرز

تو جولیا چونک پڑی۔

”رائٹ سر۔ مجھے وہاں کیا کرنا ہوگا“..... جولیا نے سر ہلا کر کہا۔
 ”مشتبہ چہروں کی تلاش۔ مجھے شبہ ہے کہ وہ پہر کے شو میں صفدر جس
 ایکریمین شخص کے پیچھے گیا تھا، وہ فلیٹ سے ہی تمہارا تعاقب کرتا ہوا
 سرکس پہنچا تھا۔ ہو سکتا ہے اب بھی تمہاری نگرانی کی جا رہی ہو اس طرح
 وہ نگرانی کرنے والا ٹرلیں ہو جائے گا اور سرکس میں پہنچ کر ایک لڑکی کو
 بھی تلاش کرنا ہے۔ وہ میک اپ میں تھی اور تنویر نے اسے گولڈن ہوٹل
 میں ٹرلیں کر لیا تھا لیکن وہ تنویر کو جل دے کر فرار ہو گئی تھی۔ تنویر کے
 بیان کے مطابق وہ بظاہر مقامی نظر آتی تھی لیکن لہجے سے غیر ملکی لگتی تھی۔
 اس کا حلیہ نوٹ کر لو“..... ایکسٹو نے ہدایات دیتے ہوئے کہا اور لڑکی کا
 حلیہ بتا دیا تو جولیا نے حلیہ ذہن نشین کر لیا۔
 ”لیس چیف“..... جولیا نے کہا۔

”بے حد محتاط رہنا۔ یعنی طور پر اس لڑکی کا تعلق ایکریمین اغوا کاروں
 سے ہے اور یہ لوگ ”ایگل آئی“ ایجنسی کے ممبرز ہیں ان کے ساتھ
 اسرائیلی سیکرٹ سروس کے ممبرز بھی ہیں۔ ان لوگوں نے پولیس اور ہمیں
 الجھانے کے لئے ڈپٹی ڈائریکٹر ہیلتھ کو قتل کیا ہے اور یہ قتل اسی لڑکی کے
 ہاتھوں ہوا ہے۔ دیش آل۔“ ایکسٹو نے آخر میں کہا اور اس کے ساتھ ہی
 رابطہ ختم ہو گیا تو جولیا نے بھی رسیور رکھ دیا۔ اس نے بہتر سمجھا کہ مقامی
 میک اپ کر لے۔ چنانچہ وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آ بیٹھی اور میک
 اپ کرنے لگی۔ تقریباً پانچ منٹ بعد وہ سوئس کی بجائے پاکیشیائی لڑکی

جولیا فلیٹ سے باہر جانے کے لئے تیار ہو رہی تھی کہ اچانک فون کی
 گھنٹی بج اٹھی تو وہ بے اختیار چونکی اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے سے ہٹ
 کر میز کے پاس آئی۔ اسی لمحے دوسری بیل ہوئی اور اس نے جلدی سے
 فون کا رسیور اٹھا لیا۔

”ہیلو۔ جولیا بول رہی ہوں“..... جولیا نے کہا۔
 ”ایکسٹو“..... دوسری طرف سے چیف کی ایکسٹو مخصوص آواز سنائی
 دی۔

”لیس چیف۔ حکم فرمائیں“..... جولیا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔
 ”کیا کر رہی ہو جولیا“..... ایکسٹو نے پوچھا۔
 ”کچھ نہیں سر۔ ڈنر کے لئے باہر جا رہی تھی“..... جولیا نے جواب
 میں کہا۔
 ”ٹھیک ہے۔ ڈنر کے بعد سرکس دیکھنے چلی جانا“..... ایکسٹو نے کہا

ٹکٹ پر لکھے سیٹ نمبر کے مطابق سیٹ کی نشاندہی کی اور جولیا اپنی سیٹ کی طرف بڑھ گئی۔ اس کے دائیں بائیں کی دو نشستیں ابھی خالی تھیں۔ چونکہ ٹائٹ شو تھا اس لئے زیادہ رش نہیں تھا۔ جولیا اپنی سیٹ پر بیٹھ کر تماشاہائوں کا جائزہ لینے لگی۔ تقریباً پانچ منٹ بعد شو شروع ہو گیا اور اسی لمحے جولیا کے بائیں ہاتھ کی خالی سیٹ پر ایک نوجوان لڑکی آ بیٹھی تو جولیا نے کن انکھوں سے اس کا جائزہ لیا۔ لڑکی کافی خوبصورت تھی اور جدید فیشن کے شلوار سوٹ میں کافی امارٹ لگ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں پر نظر کا چشمہ جما ہوا تھا۔

”میڈم۔ کیا یہ دوسرا آئٹم ہے؟“..... لڑکی نے جولیا کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں۔ ابھی شروع ہوا ہے شو“..... جولیا نے جواب میں اس کی طرف چہرہ موڑ کر کہا۔

”گڈ۔ اس کا مطلب ہے میں پورے وقت پر پہنچی ہوں“..... لڑکی نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

”ہالو۔ یہ پہلا آئٹم ہے“..... جولیا نے سامنے دیکھ کر کہا۔

”میں نے تو دس منٹ پہلے ہی پہنچ جانا تھا لیکن راستے میں کار کا پٹرول ختم ہو گیا تھا۔ چنانچہ پٹرول پمپ تک آنے جانے میں وقت ضائع ہو گیا۔ مگر یہ صرف آج نہیں ہوا بد قسمتی سے میرے ساتھ اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے۔ جب بھی کہیں جانے کی جلدی ہو کوئی نہ کوئی رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے“..... لڑکی نے مسلسل بولتے ہوئے کہا تو جولیا سمجھ گئی کہ وہ کوئی

لگ رہی تھی۔ میک اپ مکمل کرنے کے بعد اس نے اپنا پرس اٹھایا اور فلیٹ سے نکل آئی۔ کچھ دیر بعد اس کی کار سڑک پر دوڑ رہی تھی اور وہ بیک ویو مرر میں دیکھتے ہوئے اپنے تعاقب کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اپنے فلیٹ کے آس پاس اور بلڈنگ کے باہر اسے کوئی مشتبہ شخص نظر نہیں آیا تھا۔ چوراہے سے اس نے کار دائیں جانب موڑ دی لیکن اس سڑک پر بھی اسے اپنے تعاقب کا اندازہ نہ ہو سکا تو اس نے کچھ فاصلے پر نظر آنے والے کپالا ہوٹل کا نیون سائن دیکھ کر رفتار کم کی اور گیٹ کے باہر ہی فٹ پاتھ کے ساتھ کار روک کر انجن بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد وہ ہوٹل کے ہال میں داخل ہوئی تو کئی میزیں خالی تھیں۔ اس نے ایک میز پر بیٹھ کر مینو دیکھا اور پھر ویٹر کے آنے پر اسے کھانے کا آرڈر دے دیا۔ جلد ہی ویٹر کھانا لے آیا۔ کھانا کھانے کے دوران وہ ہال میں موجود افراد کا جائزہ لیتی رہی۔ تقریباً دس منٹ میں وہ کھانے سے فارغ ہوئی اور ویٹر کو اشارے سے بلا کر بل طلب کیا۔ چند لمحوں میں ویٹر بل لایا تو جولیا نے بل ادا کیا اور کرسی سے اٹھ کر ہال کے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ ہوٹل سے باہر آ کر وہ اپنی کار میں بیٹھی اور انجن اشارت کر کے کار آگے بڑھا دی۔ سرکس کا آخری شو شروع ہونے میں تھوڑا وقت رہ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سرکس میں پہنچ گئی۔ پارکنگ میں کار روک کر اس نے انجن بند کیا اور کار سے اتر کر سرکس کے ٹکٹ کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے کاؤنٹر سے فرسٹ کلاس کا ایک ٹکٹ لیا اور پنڈال میں داخل ہو کر وہاں کھڑے ایک ملازم کو ٹکٹ دکھایا تو اس نے

”جی ہاں۔ وقت گزارنے اور بوریت دور کرنے کے لئے کافی مددگار ثابت ہوتا ہے“..... لڑکی نے سر ہلاتے ہوئے کہا تو جولیا سامنے دیکھتے ہوئے سوچنے لگی کہ لڑکی سے اس کا تعارف حاصل کرے یا یونہی چلنے دیا جائے۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ کوئی فیصلہ کرتی اسے سرکس کا اسٹیج اور اس پر موجود بازیگر گھومتے ہوئے دکھائی دینے لگے۔ اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھیں بھی دھندلانے لگیں اور ذہن سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے عاری ہونے لگا۔ جولیا نے سر جھٹک کر خود کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی اور ہوش و حواس سے بے گانہ ہوتی چلی گئی۔

باتونی لڑکی ہے۔

”جی ہاں۔ بعض اوقات ایسا اتفاق ہو جاتا ہے“..... جولیا نے سر کر کہا۔

”اچھا۔ کبھی آپ کے ساتھ بھی اتفاق ہوا ہے آپ جلدی میں اور عین وقت پر گاڑی خراب ہو گئی ہو یا اس کا پٹرول ختم ہو گیا ہو“۔ نے چونکتے ہوئے کہا اور اپنا پرس کھولنے لگی۔

”کیوں نہیں“..... جولیا نے سر ہلا کر مختصراً کہا۔

”شاید آپ میری باتوں سے بور ہو رہی ہیں۔ حالانکہ میں راستے دعا کرتی رہی ہوں کہ میرے قریب کسی مرد کی سیٹ نہ ہو کیونکہ وہ لڑکی کو دیکھ کر خواہ مخواہ بے تکلف ہونے کی کوشش کرتے ہیں“..... نے پرس سے چیونگم کا پیکٹ نکالا اور ایک پیس جولیا کی طرف بڑھایا۔

”لیجئے۔ میں نے راستے میں چیونگم خرید لئے تھے کہ شاید دستیاب نہ ہوں۔ پان سپاری مجھے پسند نہیں ہے“..... لڑکی نے ہرے انداز میں کہا تو جولیا انکار نہ کر سکی اور اس نے چیونگم کا پیس کر لڑکی کا شکریہ ادا کیا۔

”کمال ہے۔ اس میں شکریہ کی کیا بات ہے۔ میں نے چیونگم دیا ہے، آپ کو ڈر تو نہیں کرا دیا“..... لڑکی نے ہنس کر کہا تو جولیا اختیار مسکرائی اور چیونگم کا ریپر اتارنے لگی۔

”آپ چیونگم کی عادی معلوم ہوتی ہیں“..... جولیا نے چیونگم منہ رکھ کر کھاتے ہوئے کہا۔

”لیس باس۔ پہلے ہمارا خیال تھا کہ وہ کمپالا ہوٹل میں ہماری نگرانی کے لئے داخل ہوئی ہے لیکن وہ کھانا کھانے کے فوراً بعد وہاں سے رخصت ہو گئی تو ہم نے دوبارہ اس کا تعاقب شروع کر دیا لیکن راستے میں اسے گھیرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اب میں نے جینفر کو ہدایت کی ہے کہ وہ سرکس کے اندر جا کر اسے کسی طرح بے ہوش کر دے۔ اوور“..... فوکر نے جواب میں کہا۔

”تم لوگوں نے اپنے تعاقب کا خیال رکھا ہے“..... میجر سام نے

پوچھا۔

”لیس باس۔ اب جینفر بھی سرکس ہال میں داخل ہو گئی ہے۔ اوور“..... فوکر کی آواز سنائی دی۔

”گڈ۔ بوب کہاں ہے۔ اوور“..... میجر سام نے سگریٹ کا کش لے کر کہا۔

”وہ سرکس کے داخلی دروازے کے قریب کھڑا جینفر کے اشارے کا انتظار کر رہا ہے۔ میں اپنی کار میں بیٹھا آپ کو کال کر رہا ہوں۔ اوور“۔ فوکر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ جولیہ کا دوبارہ سرکس دیکھنے آنا سمجھ سے بالاتر ہے۔ نہ جانے اس نے اپنی شکل کیوں تبدیل کر رکھی ہے۔ ہو سکتا ہے وہ کسی خاص مشن پر ہو۔ بہر حال جینفر کامیاب ہو جائے تو واپسی پر مجھے اطلاع کر دینا۔ اوور“..... میجر سام نے پرسوج انداز میں کہا۔

”رائٹ سر۔ جولیہ کو کہاں لے جانا ہے۔ اوور“..... دوسری طرف

میجر سام اپنے کمرے میں ریوالونگ چیئر پر بیٹھا سگریٹ کے کش لیتا ہوا کچھ سوچ رہا تھا کہ اچانک میز پر رکھے ٹرانسمیٹر سے سگنل کی مخصوص آواز ابھرنے لگی تو اس نے چونک کر ٹرانسمیٹر اٹھایا اور ایک بٹن پر پریس کر دیا۔

”ہیلو باس۔ فوکر کالنگ۔ اوور“..... ٹرانسمیٹر سے اس کے ایک ماتحت کی آواز ابھرنے لگی۔

”لیس فوکر۔ میجر سام ریسیونگ یو۔ اوور“..... میجر سام نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”باس۔ جولیہ سرکس دیکھنے کے لئے نکٹ لے رہی ہے۔ اوور“۔ فوکر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ تو کیا وہ ہوٹل سے سرکس جا پہنچی ہے۔ اوور“..... میجر سام نے چونکتے ہوئے کہا۔

سے فوکر نے کہا۔

149

”ہم سرکس سے کافی دور آچکے ہیں۔ جولیا میرے قدموں میں پڑی ہے اور فوکر ڈرائیونگ کر رہا ہے۔ عقب میں بوب کی گاڑی آ رہی ہے۔ فوکر نے مجھے کہا ہے کہ آپ سے نئی ہدایات لوں۔ اور“..... جینفر نے جواب میں کہا۔

”جولیا کو پوائنٹ فور پر لے جا کر بند کر دو۔ بوب کو عمران کے فلیٹ کی نگرانی کے لئے بھیج دو۔ اور“..... میجر سام نے کہا۔

”رائٹ سر۔ کیا ہم پوائنٹ فور سے واپس اپنے رہائشی ہوٹل چلے جائیں۔ اور“..... جینفر کی آواز سنائی دی۔

”نہیں۔ پولیس اور سیکرٹ سروس کے ممبرز ہر قسم کا میک اپ کرنے میں کافی مہارت رکھتے ہیں۔ اپنے تعاقب سے غافل مت رہنا۔ پوائنٹ فور پر پہنچ کر مجھے دوبارہ رپورٹ کرنا۔ اور اینڈ آل“..... میجر سام نے آخر میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے انٹر کام آن کیا اور اپنے ماتحت مار کو دہسکی بھیجنے کی ہدایت کر کے انٹر کام آف کر دیا۔ تقریباً دو منٹ بعد دروازے پر دستک ہوئی اور پھر دروازہ کھول کر ایک نوجوان شخص اندر آیا۔ اس نے ایک ٹرے میں شراب کی بوتل اور گلاس رکھا ہوا تھا۔ قریب آ کر اس نے مؤدبانہ انداز میں گلاس اور بوتل میز پر رکھی اور مڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ باہر جا کر اس نے دروازہ بند کر دیا تو میجر سام نے بوتل سے گلاس میں شراب ڈالی اور چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگا۔ چند منٹ بعد ٹرانسمیٹر سے سگنل کی مخصوص سیٹی جیسی آواز ابھری تو میجر سام نے گلاس

”تمہاری کامیابی کی رپورٹ ملنے پر بتاؤں گا۔ اور اینڈ آل“۔ میجر سام نے آخر میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے میز پر رکھ دیا۔ تقریباً نصف گھنٹہ بعد دوبارہ ٹرانسمیٹر سے سیٹی کی آواز ابھری تو میجر سام نے جلدی سے ٹرانسمیٹر اٹھا کر آن کر دیا۔

”ہیلو باس۔ جینفر کالنگ۔ اور“..... ٹرانسمیٹر سے ایک نسوانی آواز بلند ہوئی۔

”یس جینفر۔ میجر سام ریسیونگ یو۔ کیا رہا۔ اور“..... میجر سام نے کہا۔

”کامیابی باس۔ اور“..... جینفر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”گڈ۔ تفصیل بتاؤ۔ کسی کو شبہ تو نہیں ہوا۔ اور“..... میجر سام ہنسنے مسکرا کر کہا۔

”شبہ کیسا باس۔ وہ میری دوست تھی۔ بازی گر کے کمالات دیکھ کر حیرت کی شدت سے بے ہوش ہو گئی اس لئے میں اسے اپنے گھر لے جا رہی ہوں۔ اب بتائیں میرے اس بیان پر کون شبہ کرتا۔ البتہ چیونگم کی بجائے میں جولیا کو کسی اور طریقے سے بے ہوش کرتی تو شاید کوئی پر اہلم ہو جاتی۔ اور“..... دوسری طرف سے جینفر نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم نے بڑی ذہانت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اب کیا پوزیشن ہے۔ اور“..... میجر سام نے ستائشی لہجے میں کہا۔

میز پر رکھا اور ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔
 ”ہیلو باس۔ فوکر کالنگ۔ اور“..... ٹرانسمیٹر سے فوکر کی آواز بلند ہوئی۔

”لیس فوکر۔ میجر سام رسیونگ یو۔ اور“..... میجر سام نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”باس۔ ہم پوائنٹ فور پر پہنچ گئے ہیں۔ اور“..... فوکر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”کیا جولیا کو ہوش آ گیا ہے۔ اور“..... میجر سام نے پوچھا۔

”نوسر۔ اسے ایک کمرے میں بند کر دیا گیا ہے۔ اور“..... دوسری طرف سے فوکر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ کیا بوب، عمران کے فلیٹ کی طرف روانہ ہو گیا ہے۔ اور“..... میجر سام نے مطمئن انداز میں سر ہلا کر کہا۔

”نہیں جناب۔ جب آپ نے جینفر کو ہدایت کی تھی تو اسی وقت جینفر نے بوب کو ٹرانسمیٹر پر کال کر کے آپ کا حکم دے دیا تھا اور وہ راستے سے ہی مڑ کر عمران کے فلیٹ کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ اور“..... فوکر کی آواز سنائی دی۔

”گڈ۔ فی الحال جولیا کی سخت نگرانی کرو۔ اسے ہوش آ جائے تو دوبارہ بے ہوش کر دیا۔ ہو سکتا ہے ہم کل ہی کسی وقت یہاں سے واپس روانہ ہو جائیں اس سلسلے میں آج رات ہی تمہیں پروگرام سے آگاہ کر دوں گا۔ اور اینڈ آل“..... میجر سام نے آخر میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر

دیا مگر اسی لمحے ٹرانسمیٹر سے پھر گنگل کی آواز ابھری تو میجر سام نے چونک کر ٹرانسمیٹر اٹھایا اور آن کر دیا۔

”ہیلو باس۔ بوب کالنگ۔ اور“..... ٹرانسمیٹر سے بوب کی آواز آئی۔

”لیس بوب۔ میجر سام رسیونگ یو۔ کیا تم عمران کے فلیٹ پر پہنچ چکے

ہو۔ اور“..... میجر سام نے کہا۔

”لیس باس۔ لیکن عمران اپنے فلیٹ میں موجود نہیں ہے۔ چوکیدار نے

بتایا ہے کہ عمران کی کار چونکہ موجود نہیں ہے اس لئے عمران اپنے فلیٹ

میں نہیں ہو گا۔ اور“..... بوب نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”اجتہاد آدی۔ ہو سکتا ہے اس کی کار کوئی اور لے گیا ہو اور عمران خود

فلیٹ میں ہی ہو۔ اور“..... میجر سام نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”نہیں باس۔ میں نے دروازے سے کان لگا کر سنا تھا مگر اندر مکمل

خاموشی تھی۔ اور“..... بوب نے جلدی سے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ فی الحال تم عمارت سے باہر رہ کر اس کا انتظار کرو۔

جب عمران آ جائے تو مجھے اطلاع دینا۔ اور اینڈ آل“..... میجر سام نے

سخت لہجے میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اس نے گلاس میں ہنسی ہوئی

شراب حلق میں اٹھائی اور میر کی دراز سے بڑے سائز کا ٹرانسمیٹر نکال کر

میز پر رکھا اور پھر ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو چیف۔ میجر سام کالنگ۔ اور“..... میجر سام نے مسلسل کال

دیتے ہوئے کہا۔

”لیس میجر سام۔ کرل راہن رسیونگ یو۔ اور“..... چند لمحوں بعد

ٹرانسمیٹر سے ایک بھاری آواز بلند ہوئی۔

”چیف۔ میں نے سیکرٹ سروس اور پولیس کو ابھار دیا ہے اور میں چاہتا ہوں آج رات کچھلے ہاتھ یا صبح سویرے یہاں سے روانہ ہو جاؤں۔“

اور ”..... میجر سام نے مؤہبانہ لہجہ میں کہا۔

”وہ لوگ کس معاملے میں اچھے ہوئے ہیں۔ اور“..... دوسری طرف سے کرنل رابن نے پوچھا۔

”چیف۔ میں نے یہاں کے ایک اعلیٰ ہیلتھ آفیسر کو قتل کرا دیا ہے اور اس وقت پولیس اور انٹیلی جنس ہیلتھ آفیسر کے قاتل کی تلاش میں مصروف ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے سیکرٹ سروس کی ممبر جولیا کو بھی اغوا کر لیا ہے۔ اب یقیناً سیکرٹ سروس شوگرانی سفیر سے توجہ بنا کر جولیا کو تلاش کرنے کی کوشش کرے گی۔ اور“..... میجر سام نے جواب میں کہا۔

”گڈ۔ لیکن تم وہاں سے کیسے نکلو گے۔ اور“..... کرنل رابن کی آواز سنائی دی۔

”چیف۔ یہاں کھلے سمندر میں ہمارے کئی تجارتی بحری جہاز موجود ہوں گے جو کافرستان اور پاکستان کے لئے مال لاتے اور لے جاتے ہیں۔ آپ نیول چیف سے بات کریں تاکہ وہ کسی جہاز کو ہمارے لئے احکامات دے کہ وہ ہمیں یہاں سے لے جائے۔ اور“..... میجر سام نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں کوشش کرتا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد مجھے دوبارہ کال کر لینا۔ اور“..... دوسری طرف سے کرنل رابن نے کہا۔

”رائٹ سر۔ میں ایک گھنٹہ بعد دوبارہ رابطہ کروں گا۔ اور“..... میجر سام نے سر ہلا کر کہا۔

”ایک بات ذہن میں رکھنا کہ وہاں سے مغوی کو تابوت میں بند کر کے لانا ہو گا تاکہ جہاز ہوں کو بھی حقیقت کا علم نہ ہو سکے۔ اور اینڈ آل“..... کرنل رابن نے آخر میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو میجر سام نے بھی ٹرانسمیٹر آف کر دیا اور دوبارہ گلاس میں شراب ڈال کر ہلکے ہلکے سہ لینے لگا۔ چند لمحوں بعد اسے تابوت کا خیال آیا تو اس نے چھوٹا سا ٹرینڈر اٹھایا اور فوکر کو کال کرنے لگا۔

”ہیلو فوکر۔ میجر سام کالنگ۔ اور“..... میجر سام نے کہا۔

کئی لمحوں کے بعد فوکر کی طرف سے جواب نہ ملا تو اسے حیرت ہوئی۔ اس نے ٹرانسمیٹر پر دوسری فریکوئنسی ایڈجسٹ کی۔

”ہیئینفر۔ میجر سام کالنگ۔ اور“..... میجر سام، چیئفر کو کال کرنے لگا لی نصف منٹ گزر گیا اور چیئفر سے بھی رابطہ قائم نہ ہو سکا تو میجر کی حیرت میں اضافہ ہو گیا۔ ساتھ ہی اسے ان دونوں کی غفلت پر مہ آئے لگا۔

”دونوں خبیث نشے میں مدہوش ہو گئے ہوں گے۔“ اس نے غصے سے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ ایک دو لمحوں تک سوچنے کے بعد اس نے سبز پر رکھے فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پر پریس کرنے لگا۔

”ہیلو۔ گورڈن بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہونے پر

آواز سنائی دی۔

”میجر سام بول رہا ہوں“..... میجر سام اپنے سخت لہجے میں کہا۔
 ”لیس باس۔ حکم فرمائیے“..... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

”فوراً پوائنٹ فور پر جاؤ۔ وہاں جینفر اور فوکر ٹیچر ان سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم نہیں ہو رہا۔ معلوم کرو کیا پرائیم ہے ان کے ساتھ“..... میجر سام نے حکمانہ لہجے میں کہا۔

”رائٹ سر۔ میں ابھی روانہ ہو رہا ہوں“..... گورڈن کہا۔
 ”عمارت کے آس پاس کا جائزہ لینے کے بعد ہی گیس پر جانا اور تعاقب کا بھی خیال رکھنا۔ اوکے“..... میجر سام نے آخر میں اور فوکر کا رسیور رکھ کر ایک سگریٹ سلگانے لگا۔

صدیقی نے سرخ گیٹ والی عمارت کے سامنے سے گزرتے ہوئے ایک نگاہ میں اس کوٹھی کا جائزہ لیا اور کچھ فاصلے پر پہنچ کر ایک گلی میں مڑ گیا۔ گلی میں داخل ہوتے ہی اس نے بریک لگا کر کار روکی اور انجن بند کر دیا۔ رات کا وقت تھا اور نئی آبادی کی یہ گلی سنسان پڑی تھی۔ وہ کار سے اترا اور گلی کی ٹکڑ پر رک کر سرخ گیٹ والی کوٹھی کی عمارت دیکھنے لگا۔ اس سڑک پر گاڑیوں کی آمد و رفت بہت کم تھی۔ صدیقی نے چند لمحوں بعد وایج ٹرانسمیٹر آن کیا اور آہستہ آہستہ بولنے لگا۔

”ہیلو چیف۔ صدیقی کالنگ۔ اوور“..... صدیقی نے کہا۔

”لیس صدیقی۔ ایکسٹو اٹینڈنگ یو۔ اوور“..... چند سیکنڈ بعد وایج ٹرانسمیٹر سے ایکسٹو کی مخصوص آواز ابھری۔

”چیف۔ مس جولیا کوئی آبادی کی ایک کوٹھی میں لے جایا گیا ہے۔

اوور“..... صدیقی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

کی طرف بڑھنے لگا۔ چند قدم چلنے کے بعد اس نے سڑک کراس کی اور دوسری طرف آ کر کوٹھی کے گیٹ کی طرف مختاط انداز میں بڑھنے لگا۔ گیٹ کے سامنے سے گزرتے ہوئے اس نے گیٹ کے پہلو میں لکھا عمارت کا نمبر دیکھا اور رکے بغیر آگے بڑھتا چلا گیا۔ کچھ فاصلے پر آ کر وہ رکا اور وائچ ٹرانسمیٹر آن کر کے عمران کی فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے لگا۔ وہ شام سے ہی ایکسٹو کے حکم پر جولیا کے فلیٹ کی نگرانی کر رہا تھا اور جب جولیا ہوٹل میں کھانا کھانے گئی تو صدیقی ہوٹل کے باہر موجود تھا۔ ایکسٹو نے اسے بتایا تھا کہ جولیا ہوٹل میں کھانا کھانے کے بعد سرکس کا شو دیکھنے جائے گی۔ اس لئے وہ ہوٹل کے باہر ہی جولیا کا منتظر رہا اور جب جولیا ہوٹل سے سرکس کی طرف روانہ ہوئی تو چند لمحوں بعد ہی صدیقی کو محسوس ہو گیا تھا کہ جولیا کا تعاقب کیا جا رہا تھا۔ تعاقب کرنے والی سفید رنگ کی ٹیونا کار کو اس نے ہوٹل کے گیٹ کے بالمقابل سڑک کی دوسری طرف کھڑے دیکھا تھا اور اس وقت وہ خالی تھی لیکن پھر وہی کار صدیقی کی کار کو اور ٹیک کر کے جولیا کی کار کے پیچھے دوڑتی نظر آئی اور ایک چوراہے سے گزرنے کے بعد بھی جولیا کے پیچھے ہی رہی تھی۔ اس نے ایکسٹو کو رپورٹ دی اور ایکسٹو نے اسے سفید ٹیونا پر نگاہ رکھنے کا حکم دیا تھا۔ مگر سرکس پہنچنے سے پہلے ایک اور کار سفید کار کے پیچھے پہنچ گئی اور وہ دونوں گاڑیاں سرکس کے پارکنگ میں پہنچیں تو جولیا اپنی کار سے اتر کا ٹکٹ وٹڈو کی طرف گئی تھی۔ صدیقی اپنی کار میں بیٹھا دیکھتا رہا تھا۔ دوسری نیلے رنگ کی کار میں ایک ہی آدمی بیٹھا تھا جو کار سے اتر کر جولیا

”کوٹھی کا نمبر بتاؤ۔ اوور“..... دوسری طرف سے ایکسٹو نے پوچھا۔
 ”چیف۔ میں اس کوٹھی کے سامنے سے گزرا ہوں اور مجھے نمبر نظر نہیں آیا۔ اس وقت میں کوٹھی سے تقریباً چالیس قدم کے فاصلے پر واقع گلی کی کٹز پر موجود ہوں اور کار گلی کے اندر کھڑی کی ہے۔ اوور“..... صدیقی نے جواب میں کہا۔

”ان کے تیسرے ساتھی کی گاڑی بھی اسی عمارت میں لگی ہے۔ اوور“..... ایکسٹو نے پوچھا۔

”نوسر۔ وہ شہر کے ایک چوراہے سے ہی دوسری طرف مل گئی تھی۔ چونکہ میرے لئے مس جولیا اہم تھیں، اس لئے میں نے اس کے پیچھے جانا بیکار سمجھا اور اسی کار کا تعاقب کرتا رہا۔ اوور“..... صدیقی نے کہا۔
 ”ٹھیک ہے۔ میں عمران کو بھیج رہا ہوں۔ تم ہوشیار رہنا۔ عمران کے آنے سے پہلے تم قریب جا کر عمارت کا نمبر دیکھو اور معلوم کرو کہ کیا نوٹ کی کیا پوزیشن ہے۔ پھر عمران سے رابطہ کر کے اسے بتا دینا۔ اوور“..... ایکسٹو نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”رائٹ سر۔ اوور“..... صدیقی نے سر ہلا کر کہا۔

”عمران کے آنے سے پہلے کوئی باہر جائے تو اس کا احتیاط سے تعاقب کرنا۔ ہو سکتا ہے کہ جولیا کو لے جانے والوں میں سے کوئی وہاں سے روانہ ہو۔ اس صورت میں بھی تم براہ راست عمران کو رپورٹ کرنا۔ اوور اینڈ آل“..... ایکسٹو نے آخر میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو صدیقی نے بھی ٹرانسمیٹر آف کیا اور گلی سے نکل کر مطلوبہ عمارت

کر ہوا تھا۔

”ہیلو عمران صاحب۔ صدیقی کالنگ۔ اور“..... صدیقی نے واج ٹرانسمیٹر پر کہا۔

”یس صدیقی۔ عمران اینڈنگ یو۔ اور“..... فوراً ہی دوسری طرف سے جواب میں عمران کی آواز سنائی دی۔

”کوٹھی کا نمبر تھرٹی فور ہے عمران صاحب۔ اور“..... صدیقی نے کہا۔

”یہ تو کوٹھی کا نمبر ہے پیارے۔ کوٹھے کا کیا نمبر ہے۔ کیا تم اس وقت کوٹھے پر ہو۔ اور“..... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”کوٹھے پر جانا آپ ہی کو زیب دیتا ہے جناب۔ اور“..... صدیقی نے بے اختیار ہنس کر کہا۔

”ٹھیک ہے۔ کسی دن تمہیں بھی ساتھ لے جاؤں گا۔ بقول کنفیوٹس، آؤ تمہیں بھی دکھائیں جو ہم دیکھتے ہیں۔ اور“..... عمران نے کہا۔

”شکریہ۔ مجھے کوئی شوق نہیں ہے۔ کیا آپ آرہے ہیں۔ اور“..... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”فی الحال تو جا رہا ہوں۔ اور“..... عمران نے دوسری طرف سے کہا۔

”اوہ۔ کہاں جا رہے ہیں۔ اور“..... صدیقی نے بے اختیار چونک کر پوچھا۔

کی طرف بڑھ گیا تھا اور اسی لمحے جولیا ٹکٹ لے کر سرکس کے اندر چلی گئی تو نیلی کار والا بھی ٹکٹ کاؤنٹر پر پہنچا تھا اور اسی لمحے سفید کار میں سوار ایک نوجوان لڑکی کار سے اتر کر سرکس کے داخلی گیٹ پر گئی جہاں نیلی کار والے شخص نے اسے ٹکٹ تھمایا اور وہ لڑکی سرکس کے اندر چلی گئی تھی۔

صدیقی نے ایکسٹو کو ٹرانسمیٹر پر اطلاع دی اور پھر اپنی کار سے اتر کر سفید کار کے پاس سے گزرتے ہوئے اس نے کار میں بیٹھے مقامی شکل و صورت والے کو دیکھنے کے بعد نیلی کار والے کی صورت بھی ذہن نشین کی۔ وہ بھی مقامی نظر آتا تھا اور داخلی گیٹ کے قریب ہی اس انداز میں ٹہل رہا تھا جیسے کسی کا انتظار کر رہا ہو۔ صدیقی واپس پارکنگ میں آنے کی بجائے ٹکٹ کاؤنٹر پر گیا تھا اور کاؤنٹر سے اگلے دن کے شو ٹائم معلوم کرنے کے بعد پارکنگ میں کھڑی آخری گاڑیوں کی آڑ میں رک کر انتظار کرتے رہا تھا۔ تقریباً بیس پچیس منٹ بعد نیلی کار والا سرکس میں داخل ہوا اور واپسی پر اس کے ساتھ نہ صرف سفید کار والی لڑکی تھی بلکہ اس نے کندھے پر بے ہوش جولیا کو بھی اٹھا رکھا تھا۔ چونکہ ایکسٹو نے پہلے ہی خدشہ ظاہر کر دیا تھا کہ شاید جولیا کو اغوا کر کے وہاں سے لے جائے، اس لئے صدیقی خاموشی سے واپسی پر ان لوگوں کا تعاقب کر کے ان کی منزل معلوم کرے۔ چنانچہ جب جولیا کو سفید کار میں ڈال کر وہ لوگ وہاں سے روانہ ہوئے اور نیلی کار سفید کار کے عقب میں آ گئی تو صدیقی نے ان کا تعاقب شروع کر دیا جس کا اختتام ایک کوٹھی پر پہنچ

کر اندر جھانکا۔ کیاؤنڈ میں روشنی تھی اور گیٹ سے چند قدم کے فاصلے پر ایک نقاب پوش ٹہل رہا تھا۔ اس کے ہولسٹر میں مشین پٹل موجود تھا۔ نقاب پوش کے سوا اندر کوئی ذی روح نظر نہیں آ رہا تھا۔ عمران نے گیٹ پر ہلکا سا ہاتھ مارا اور جھری سے اندر جھانکا تو نقاب پوش محتاط قدموں سے گیٹ کی طرف آ رہا تھا۔ عمران جھری کے سامنے سے ہٹ گیا۔ اندر سے قدموں کی آہٹیں گیٹ کے قریب آ گئیں۔

”کون“..... اندر سے نقاب پوش کی آواز ابھری۔

”فشر“..... عمران نے ایکریمین لب و لہجے میں کہا اور جیب سے ریوالور نکال لیا۔ ایک لمحہ بعد لاک کھلنے کی آواز سنائی دی اور پھر جونہی تھوڑا سا گیٹ کھول کر نقاب پوش نے چہرہ باہر نکالا، عمران نے پھرتی سے ریوالور کی نال اس کی کینٹی پر رکھ دی۔

”خبردار۔ کوئی حرکت مت کرنا۔ ورنہ بھیجے اڑا دوں گا“..... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں آہستہ سے کہا تو نقاب پوش یکدم ساکت ہو گیا اور عمران ایک ہاتھ سے اسے پیچھے دھکیلتا ہوا اندر آ گیا۔

”ہاتھ بلند کرلو۔ منہ سے ذرا سی بھی آواز نکالی تو میں فائر کر دوں گا“..... عمران نے ریوالور پیچھے ہٹائے بغیر تحکمانہ لہجے میں کہا تو نقاب پوش نے جلدی سے ہاتھ اٹھا لئے اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر اس کے ہولسٹر سے مشین پٹل کھینچ لیا۔ اسی لمحے صدیقی بھی ریوالور ہاتھ میں لئے اندر آیا اور اس نے آہستہ سے گیٹ بند کر کے ریوالور نقاب پوش پر تان لیا۔

”نئی آبادی میں جہاں کا تم نے ایڈریس بتایا ہے۔ پانچ منٹ پہنچ جاؤں گا۔ اور اینڈ آف“..... عمران نے شوخ لہجے میں کہا اور رابطہ ہو گیا تو صدیقی نے بھی مسکراتے ہوئے وایج ٹرانسمیٹر آف کیا اور مظہر عمارت کی طرف دیکھنے لگا۔

تقریباً پانچ منٹ بعد ہی دائیں جانب سے ایک گاڑی آتی دکھا دی جس کی رفتار خاصی تیز تھی لیکن قریب آ کر اس کی رفتار کم ہو گئی اور صدیقی کے پاس آرکی۔ وہ عمران کی مخصوص سرخ اسپورٹس کار تھی لیکن ڈرائیونگ سیٹ پر ایک ادھیڑ عمر اور فرنیچ کٹ واڑھی موٹھوں والے کو دیکھ کر پہلے تو صدیقی چونک پڑا لیکن جب وہ بوڑھا کار کا انجن بند کر کے کار سے اترا تو صدیقی سمجھ گیا کہ وہ عمران کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

”آؤ“..... ادھیڑ عمر شخص نے صدیقی سے آہستہ آواز میں کہا وہ عمران ہی تھا اور سرخ گیٹ والی کوٹھی کی طرف بڑھنے لگا تھا۔

”کوئی باہر تو نہیں آیا عمارت سے“..... عمران نے رکے بغیر آہستہ سے پوچھا۔

”نہیں۔ کیا آپ اندر جا کہیں گے“..... صدیقی نے بھی آہستہ سے کہا۔

”ہاں۔ ریوالور تیار رکھو“..... عمران نے مختصراً کہا اور صدیقی نے کون کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور گرفت میں لے لیا چند لمحوں بعد عمران مطلوبہ کوٹھی کے گیٹ کے سامنے پہنچا اور صدیقی اس کے اشارے پر گیٹ کے پہلو میں رک گیا۔ عمران نے گیٹ کی ایک جھری سے آنکھ لگا

”اندر کون کون ہے“..... عمران نے صدیقی کو ہاتھ سے مخصوص اشارہ کرتے ہوئے نقاب پوش سے کہا تو صدیقی آگے بڑھا اور نقاب پوش کے عقب میں پہنچ گیا۔

”جج جیفر، فوراً مورگن اور ہارڈی“..... نقاب پوش نے خوف سے ہکلاتی ہوئی آواز میں آہستہ سے کہا۔

”وہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ کیا سو رہے ہیں“..... عمران نے پوچھا۔

”نہیں۔ مورگن کے کمرے میں بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔ مگر تم فشر تو نہیں ہو“..... نقاب پوش نے جواب میں کہا تو عمران نے صدیقی کو آنکھ سے اشارہ کیا اور صدیقی نے یکدم ایک ہاتھ اس آدمی کے منہ پر جالتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اس کے سر پر ریولور کا دھڑکے مارا۔

نقاب پوش لڑکھڑایا اور زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ لگتا ہی لمعہ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ عمران نے اسے گھسیٹ کر قریب ہی لائن کے پھولدار پودوں کی آڑ میں لٹایا اور اس کے چہرے سے نقاب ہٹا دیا۔ وہ آدمی چہرے کے خدوخال سے اسرائیلی لگتا تھا۔ عمران نے نقاب صدیقی کے حوالے کیا اور اسے گیت پر بیروہ دینے کی ہدایت کی تو صدیقی نے نقاب چہرے پر لگایا اور عمران عمارت کے برآمدے کی طرف بڑھنے لگا۔ برآمدے کے باہر سفید رنگ کی وہی کاد کھڑی تھی جس کا صدیقی اختلاف کرتا رہا تھا جبکہ بائیں جانب ایک اور کاد کھڑی تھی۔ برآمدے میں کوئی نہ تھا۔ عمران نے قریب پہنچ کر برآمدے کا جائزہ لیا اور مڑ کر صدیقی کو ہاتھ سے اشارہ کیا تو صدیقی دبے پاؤں چلتا ہوا عمران کے قریب پہنچ گیا۔

”تم برآمدے میں ٹھہرو۔ کوئی فرار ہونے کی کوشش کرے تو گور کر لیتا“..... عمران نے آہستہ سے کہا اور برآمدے میں داخل ہو گیا۔ اندر راہداری میں چند کمرے تھے جن کے دروازے بند نظر آ رہے تھے۔ راہداری میں کوئی ذی روح موجود نہیں تھا اور پہلے کمرے سے ملکی بلکی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ عمران سمجھ گیا کہ وہی مورگن کا کمرہ ہے چنانچہ وہ بے آواز قدموں سے چلتا ہوا راہداری میں داخل ہوا اور پہلے کمرے کے دروازے پر پہنچا ہی تھا کہ اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک نقاب پوش باہر نکلا مگر عمران کو دیکھ کر یکدم ٹھک کر رک گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی حرکت کرتا، عمران نے ریولور کی ٹال اس کے سینے سے لگائی اور اسے پیچھے کمرے میں دھکیلتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ کمرے میں صوفیوں پر بیٹھے ایک لڑکی اور دو مرد عمران کو دیکھتے ہی اچھل کر کھڑے ہوئے لیکن عمران نے فوراً دوسرے ہاتھ میں موجود نشیمن پستل کا رخ ان کی طرف کر دیا۔

”خبردار۔ کوئی حرکت مت کرنا ورنہ چھلنی کر ڈالوں گا۔ ہاتھ بلند کر لو“..... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا تو تینوں مقامی شکلوں والوں نے گھبرا کر ہاتھ بلند کر لئے۔ عمران کے ریولور کی زد میں کھڑے نقاب پوش نے بھی ہاتھ اٹھا دیے تھے۔

”تم۔ تم کون ہو“..... لڑکی کے ساتھ کھڑے نوجوان نے عمران کو گھورتے سے غصے سے پوچھا۔

”بازی گر۔ تم میں سے مورگن کون ہے“..... عمران نے سخت لہجے میں کہا تو ان تینوں نے چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

”کیوں۔ تم کیوں پوچھ رہے ہو“..... بانیں جانب کھڑے دراز قامت شخص نے عمران کو گھورتے ہوئے کہا۔

”مورگن کو مور کا کرتب دکھاؤ گا۔ کیا تم مورگن ہو“..... عمران نے بے پروائی سے کہا۔

”یہاں کوئی مورگن نہیں رہتا۔ میرا نام صابر ہے“..... دراز قامت نے منہ بنا کر کہا۔

”تو پھر صبر کرو“..... عمران نے ہنس کر کہا اور دوسرے ہی لمحے ریوالور کا رخ اس شخص کی طرف کر کے فائر کر دیا۔ بے آواز ریوالور کی گولی صابر کے سینے میں لگی اور وہ کرناک چیخ کے ساتھ فرش پر گر گیا تو اس کا انجام دیکھ کر باقی تینوں افراد گھبرا گئے۔

”ہارڈی کون ہے۔ جلدی بلو“..... عمران نے تحکمانہ لہجے میں تینوں افراد سے کہا۔

”مم۔ میں۔ میں ہوں“..... نقاب پوش نے بوکھلا کر کہا اور اسی لمحے لڑکی نے ایک ہاتھ اپنے لباس میں ڈالا مگر فوراً ہی چیختی ہوئی فرش بوس ہو گئی۔ عمران غافل نہیں تھا اور جانتا تھا کہ لڑکی اپنے لباس سے کوئی ریوالور یا پستل نکال رہی ہے اس لئے اس نے فوراً ہی اس پر فائر کر دیا تھا اور گولی نے لڑکی کے سینے میں سوراخ کر دیا تھا۔

”فوکر۔ تم بھی ریوالور نکالنے کی کوشش کرو“..... عمران نے سانسے کھڑے شخص کو گھورتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”نت۔ تم۔ کون ہو“..... اس آدمی نے دہشت زدہ لہجے میں پوچھا جو

یقیناً فوکر ہی تھا اور لڑکی جیفر تھی جو آخری ہچکیاں لے رہی تھی۔

”سرس کا بازی گر جہاں سے تم جولیا کو اغوا کر کے لائے ہو۔ ہارڈی تم دوسری طرف منہ کر لو تاکہ میں فوکر سے گپ شپ کر لوں“۔

عمران نے نقاب پوش سے کہا تو اس نے فوراً عمران کی طرف پشت کر لی۔ جولیا کے ذکر پر فوکر بری طرح اچھل پڑا تھا۔

”کک۔ کیا۔ کیا تم عمران ہو“..... فوکر نے ہکلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”تمہارا اندازہ درست ہے فوکر۔ اسی خوشی میں ایک گولی تم بھی لو“۔

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور فوراً ہی عقب سے ریوالور کا دستہ ہارڈی کے سر پر جما دیا۔ ہارڈی کراہتا ہوا فرش پر گرا اور بے ہوش ہوتا چلا گیا۔ اسی لمحے فوکر کی بانیں جانب سے سیٹی کی مخصوص آواز ابھرنے لگی تو وہ چونک پڑا۔

”نہیں۔ ہاتھ نیچے مت کرنا ورنہ تمہاری زندگی کی آخری حرکت ثابت ہوگی“..... عمران نے فوکر کو وارننگ دیتے ہوئے کہا تو فوکر اسے گھورنے لگا۔ چند لمحوں بعد سیٹی کی آواز بند ہو گئی جو عمران کے اندازے کے مطابق فوکر کی جیب میں پڑے کسی ٹرانسمیٹر سے بلند ہو رہی تھی۔ عمران آگے بڑھا اور فوکر کے عقب میں آ کر ریوالور اس کی کمر سے لگانے کے بعد اس کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ ساتھ ہی اس نے منہ سے آلو کی کرخت چیخ نکالی اور اسی لمحے جیفر کے لباس سے ٹرانسمیٹر کی مخصوص آواز ابھرنے لگی۔

”کس کی کال ہو سکتی ہے“..... عمران نے فوکر سے پوچھا۔

”معلوم نہیں“..... فوکر نے خوفزدہ لہجے میں آہستہ سے کہا۔

”لیکن میں جانتا ہوں کہ تم سے رابطہ قائم نہ ہونے پر اب تمہارا باس

میجر سٹام، جینفر کوثرانی کر رہا ہے“..... عمران نے مسکرا کر کہا تو فوکر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

”کیا۔ کیا تم اسے جانتے ہو“..... فوکر کے منہ سے حیرت کے مارے سرسراتی ہوئی سی آواز نکلی۔

”کیوں نہیں۔ ورلڈ کپ میں وہ میرے ساتھ کرکٹ کھیلتا تھا۔“

عمران نے شوخ لہجے میں کہا اور اسی لمحے صدیقی کمرے میں داخل ہوتا دکھائی دیا تو فوکر اسے دیکھ کر بے اختیار چونک پڑا۔

”یہ۔ یہ کون ہے“..... فوکر نے پوچھا۔

”یہ ورلڈ کپ چوری کر کے بھاگنے والا شخص ہے۔ تم بتاؤ جولیا کس

کمرے میں قید ہے“..... عمران نے سخت لہجے میں ہا۔

”میں نہیں جانتا۔ جینفر کو معلوم تھا لیکن تم نے اسے ہلاک کر ڈالا۔“

فوکر نے جھوٹ بولتے ہوئے کہا تو عمران ہنس پڑا۔

”لگتا ہے تم ایجنٹ آف ایگل آئی نہیں بلکہ لنگٹن کارپوریشن کے

سوپر ہوورنہ یہ ضرور سوچتے کہ سرکس کا میں نے کیوں حوالہ دیا تھا جہاں

سے تم جولیا کو بے ہوش کر کے اپنی گاڑی میں یہاں لائے اور صرف

پندرہ منٹ بعد میں تمہارے پاس آ پہنچا جبکہ تمہارے یہاں آنے کے

بعد اس عمارت سے کوئی گاڑی یا آدمی رخصت نہیں ہوا البتہ تمہارا نیلی کار

والا ساتھی فوج کر رہے“ میں ہی کسی دوسری طرف چلا گیا تھا۔ کیا نام تھا

اس کا“..... عمران نے مسکرا کر طنزیہ لہجے میں کہا۔

”بوب“..... فوکر کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

”کیا اسے کسی دوسرے مشن پر بھیجا گیا ہے“..... عمران نے پوچھا۔

”مجھے معلوم نہیں۔ تم نے میرے ساتھیوں کو ہلاک کر کے اپنی موت

یقینی بنالی ہے عمران“..... فوکر نے غصے سے کہا۔

”تم نقاب اتار کر کمروں کی تلاشی لو۔ جولیا کسی کمرے میں ہی ہو

گی“..... عمران نے سامنے کھڑے صدیقی سے کہا تو صدیقی نے چہرے

سے نقاب اتار کر پھینک دیا اور اس کی شکل دیکھ کر فوکر بے اختیار چونک

پڑا۔ یقیناً وہ صدیقی کو سرکس کے بارکنگ میں دیکھ چکا تھا لیکن اس سے

پہلے کہ وہ کچھ سمجھتا، عمران کا رویہ اور والا ہاتھ حرکت میں آیا۔ ضرب فوکر

کے سر پر پڑی اور وہ کراہتا ہوا فرش پر گر پڑا چلا گیا۔

کے ساتھیوں سے پوچھ گچھ کرنے چلا گیا۔ اس دوران عمران کو صدیقی نے وائچ ٹرانسمیٹر پر اطلاع دی تھی کہ اس نے جولیا کو اس کے فلیٹ پر پہنچا دیا تھا اور اب وہ جولیا کی کار لینے ٹیکسی میں سرکس کی طرف روانہ ہو رہا ہے۔

مجرموں کی کوٹھی سے جولیا کو صدیقی کے ساتھ رخصت کرنے کے بعد عمران نے وہیں سے سوپر فیاض کو فون کر کے ہدایت کی تھی کہ اس کی مطلوبہ لڑکی اپنے دو ساتھیوں سمیت نئی آبادی کی کوٹھی نمبر تھرٹی فور میں موجود ہے اور وہ فوراً وہاں پہنچ کر ان کی لاشوں کو گرفتار کر کے جشن کامیابی منائے لیکن اس نے فیاض کو وہاں اپنی موجودگی اور واقعہ کے بارے میں بتانے سے گریز کیا تھا اور فیاض سے کہا تھا کہ وہ اس واقعہ کو پولیس مقابلہ کے نام سے اپنی کارکردگی شوکر کے شہرت کمائے۔

”ہارڈی کی نسبت فوکر زیادہ ہارڈ ثابت ہوا تھا جناب۔ اس کی زبان کھلوانے کے لئے مجھے کافی جدوجہد کرنا پڑی“..... بلیک زیرو نے عمران سے کہا۔

”کیا وہ مر گیا ہے“..... عمران نے پوچھا۔

”نہیں۔ لیکن شاید گھنٹہ دو گھنٹہ بعد مر جائے۔ اس کی ایک پبلی ٹوٹ گئی ہے اور میری ٹھوکروں سے اس کا چہرہ بھی ناقابل شناخت ہو چکا ہے۔ ہارڈی اور دوسرا آدمی دونوں اسرائیلی سیکرٹ سروس کے ممبر ہیں اور فوکر کا تعلق ایگل آئی ایجنسی سے ہے۔ ایگل آئی کے سپر ایجنٹ کے ساتھ فوکر اور چند دوسرے ممبرز اسرائیل پہنچے تو اسرائیلی سیکرٹ سروس کے

تقریباً ایک گھنٹہ بعد دانش منزل کے آپریشن روم میں عمران بیٹھا چیونگم سے شغل کر رہا تھا کہ بلیک زیرو کمرے میں ہانپتا ہوا داخل ہوا اور عمران اس کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔

”کیا بات ہے زیرو بٹا زیرو۔ کیا فوکر کے ساتھ کشتی لڑتے رہے ہو یا ہارڈی بہت سخت ثابت ہوا ہے“..... عمران نے شوخ لہجے میں کہا تو بلیک زیرو بے اختیار مسکرا دیا اور آگے بڑھ کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ عمران، جولیا کو صدیقی کے ساتھ اس کے فلیٹ پر روانہ کرنے کے بعد فوکر، ہارڈی اور نقاب پوش گیٹ کیپر کو جو کہ اسرائیلی تھا، اپنی کار میں ڈال کر نصف گھنٹہ پہلے یہاں پہنچا تھا اور ان تینوں کو الگ الگ لاک اپ میں بند کرنے کے بعد بلیک زیرو کو ہدایت کی تھی کہ وہ فوکر کا میک اپ صاف کرنے کے بعد تینوں کو ہوش میں لا کر ان سے معلومات حاصل کرے چنانچہ بلیک زیرو اسے چائے پیش کرنے کے بعد فوکر اور اس

ہیں.....“ دفعتاً عمران نے پوچھا۔

”نہیں۔“ نوکر کو صرف اسی ٹھکانے کا نام تھا جہاں فشر، صفدر کو لے گیا تھا یا پھر پوائنٹ فور کا جہاں سے آپ نے اسے گرفتار کیا۔ بوب کی رہائش پوائنٹ ٹو پر ہے۔ وہ اپنے باس کے حکم پر آپ کے فلیٹ کی نگرانی کے لئے چلا گیا تھا۔ جولیا کے اغوا کے بعد اسے میجر سام نے حکم دیا تھا اور راستے سے ہی آپ کے فلیٹ کی طرف چلا گیا تھا..... بلیک زیرو نے بتایا تو عمران چونک پڑا۔ اس نے فوراً وائچ ٹرانسمیٹر آن کر کے چوہان کی فریکوئنسی ایڈجسٹ کی۔

”ہیلو چوہان۔ ایکسٹو کالنگ۔ اور“..... عمران نے ایکسٹو کے لہجے میں کہا۔

”ہیس چیف۔ چوہان اینڈنگ یو۔ اور“..... جلد ہی ٹرانسمیٹر سے چوہان کی آواز بلند ہوئی۔

”چوہان۔ تم فوراً عمران کے فلیٹ جاؤ۔ وہاں بوب نامی مقامی شکل و صورت کا شخص فلیٹ کی نگرانی کر رہا ہے۔ اسے خاموشی سے گرفتار کر کے ہیڈ کوارٹر پہنچا دو۔ اپنی مدد کے لئے تنویر کو ساتھ لے لینا۔ اور“..... عمران نے کہا۔

”رائٹ سر۔ کیا مطلوبہ شخص کو پکڑنے کے بعد ہم دونوں ہی اسے ہیڈ کوارٹر لے آئیں۔ اور“..... چوہان نے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

”ہاں۔ ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تنویر کو پولیس کی حراست سے آزاد کرانے والا کون تھا اور تنویر اس قاتل لڑکی کے ساتھ

چیف نے میجر سام کو پلان بتایا اور اس کی مدد کے لئے ایک درجن ممبرز کو میجر سام کی ماتحتی میں دیا۔ پاکیشیا پہنچ کر میجر سام کے حکم پر یہاں چار کوشیاں کرایہ پر مختلف علاقوں میں لی گئیں جنہیں پوائنٹ ون، ٹو، تھری اور فور کا نام دے کر میجر سام نے ہر عمارت میں پانچ، پانچ ممبرز کو بٹھرایا لیکن احتیاطی طور پر ایک پوائنٹ کے ممبرز کو دوسرے پوائنٹس کے ایڈریس سے بے خبر رکھا گیا۔ صرف ضرورت کے وقت ہی وہ ایک پوائنٹ سے کسی ممبر کو دوسرے پوائنٹ کا ایڈریس بتاتا ہے۔ فوکر کے بیان کے مطابق شوگرانی سفیر کو اغوا کرنے کے بعد اسے اسرائیل میں لے جانا ہے لیکن میجر سام سرچ آپریشن ختم ہونے کا انتظار کر رہا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ آج رات یا کل کسی وقت پاکیشیا سے نکلنے کی کوشش کرے۔ میجر سام نے پولیس کی کارروائی سے باخبر رہنے کے لئے سوپر فیاض کی نگرانی کرائی اور جب سوپر فیاض آپ کو واقعہ کی خبر دینے آپ کے فلیٹ گیا تو میجر سام کو یقین ہو گیا کہ اب سیکرٹ سروس بھی شوگرانی سفیر کی تلاش میں مصروف ہو جائے گی چنانچہ آپ اور جولیا کی نگرانی کی جانے لگی۔ بلیک زیرو نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”ایک منٹ کی بریک لو پیارے درنہ پھر ہاپنے لگو گئے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو خاموش ہو گیا۔ چند لمحوں بعد عمران کے کہنے پر بلیک زیرو دوبارہ بتانے لگا۔ عمران بڑی توجہ اور سنجیدگی سے سن رہا تھا۔

”کیا انہوں نے اپنے دوسرے ساتھیوں کے نام اور ٹھکانے بتائے

”یہ فوکر اور دوسرے دونوں افراد نہیں بتا سکے۔ بہر حال اب ان کے دو ہی ٹھکانے ہیں پوائنٹ ون اور ٹو۔ اور وہ انہی پر ہوں گے۔ ہمیں فوراً ان ٹھکانوں کا سراغ لگانا ہو گا۔ ایسا نہ ہو کہ میجر سام اپنے آدمیوں کی گرفتاری کی اطلاع پر آج رات ہی مغوی سفیر کو لے کر پاکیشیا سے نکل جائے“..... بلیک زیرو نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”سراغ ملنے تک تم ان کے راستے بند کروا دو طاہر۔ صفدر کو بندرگاہ پر اور نعمانی کو ایئر پورٹ کی نگرانی کے لئے بھیج دو۔ خاور ریلوے اسٹیشن کی نگرانی کرے“..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو بلیک زیرو نے فون کا رسیور اٹھایا اور باری باری تینوں ممبرز کو کال کرنے لگا۔

”ہو سکتا ہے بوب سے ہمیں پوائنٹ ون یا ٹو کا ایڈریس مل جائے۔“

فارغ ہو کر بلیک زیرو نے عمران سے کہا۔

”تم نے کپالا ہوٹل کے اس کمرے کا نمبر معلوم کیا ہے جہاں فوکر، جینفر اور بوب نے رہائش رکھی تھی“..... عمران نے یکدم چونک کر کہا۔

”یس سر۔ جینفر نے وہاں دو کمرے بک کرائے تھے“..... بلیک زیرو نے سر ہلا کر کہا اور کمروں کے نمبر بتا دیئے۔

”ٹھیک ہے۔ میں انہیں چیک کرتا ہوں۔ ہو سکتا ہے وہاں سے مجرموں کے باقی دونوں ٹھکانوں کے بارے میں کوئی کلیو مل جائے

بوب سے پوچھ گچھ کر مجھے مطلع کر دینا“..... عمران نے کرسی سے ہوتے ہوئے کہا۔

”صدیقی فارغ ہے۔ اسے کپالا ہوٹل بھیج دیجئے“.....

چائے پینے کے شوق میں سوپر فیاض کے ہتھے چڑھ گیا تھا۔ بہر حال تنویر کا حساب کتاب اس کیس کے ختم ہونے کے بعد کروں گا۔ مجھے رپورٹ فوری دینا۔ اوور اینڈ آل“..... عمران نے آخر میں کہا اور وائچ ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”مجرموں نے جولیا کو کیوں اغوا کیا تھا“..... عمران نے بلیک زیرو کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

”دراصل جولیا جس ہوٹل میں کھانا کھانے گئی تھی اس میں جینفر، بوب اور فوکر مقیم تھے۔ انہوں نے جولیا کو ہوٹل میں دیکھ کر میجر سام کو اطلاع دی تو میجر سام نے انہیں حکم دیا کہ جولیا کا پیچھا کیا جائے اور جب یقین ہو جائے کہ جولیا کا کوئی ساتھی اس کی حفاظت کے لئے اس کے پیچھے نہیں ہے تو اسے اغوا کر لیا جائے۔ ان تینوں نے جولیا کا پیچھا کیا اور جولیا کے سرکس پہنچنے پر جینفر بھی اندر چلی گئی۔ اس کی سیٹ جولیا کے برابر میں تھی۔ وہاں جینفر نے جولیا سے بے تکلفی پیدا کی اور جولیا کو نشہ آور چیونگم پیش کیا جسے چباتے ہی جولیا بے ہوش ہو گئی۔ وہاں سے جولیا کو نکالنے کے لئے جینفر نے یہ ظاہر کیا کہ جولیا اس کی دوست ہے اور بازی گر کے کمالات دیکھ کر حیرت کی شدت سے اس پر غشی طاری ہو گئی ہے لہذا وہ اسے گھر لے جا رہی ہے۔ اس نے اپنی مدد کے لئے بوب کو سگنل دے کر اندر بلایا تھا“..... بلیک زیرو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میجر سام اور شوگرانی سفیر کس پوائنٹ پر ہیں“..... عمران نے سر ہلا کر کہا۔ وہ جولیا سے اس کی بے ہوشی کا مقصد سن چکا تھا۔

میجر سام بے چینی سے گورڈن کی رپورٹ کا انتظار کر رہا تھا اس کے چہرے پر تشویش کے آثار پھیلے ہوئے تھے۔ تقریباً پچیس منٹ بعد میز پر رکھے ٹرانسمیٹر سے سکتل کی مخصوص آواز ابھری تو اس نے تیزی سے ٹرانسمیٹر اٹھایا اور آن کر دیا۔

”ہیلو جیف۔ گورڈن کالنگ۔ اور“..... ٹرانسمیٹر سے اس کے ماتحت کی آواز سنائی دی۔

”تیس گورڈن۔ میجر سام رسیونگ یو۔ کیا خبر ہے۔ اور“..... میجر سام نے بے تابی سے کہا۔

”باس۔ پوائنٹ فور پر پولیس موجود ہے اور ایمبولینس میں جینفر اور مورگن کی لاشیں رکھی جا رہی ہیں۔ انٹیلی جنس کیپٹن فیاض خود وہاں موجود ہے۔ اور“..... گورڈن نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو میجر سام بے اختیار اچھل پڑا۔

کھڑے ہو کر کہا۔

”نہیں۔ اگر بوب کسی پوائنٹ کی نشاندہی کرے تو صدیقی کو وہاں نگرانی کے لئے بھیج دیتا“..... عمران نے جواب میں کہا اور آپریشن روم سے نکل گیا۔ بلیک زیرو اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ تقریباً دس منٹ بعد ہی وائج ٹرانسمیٹر پر سکتل موصول ہوا۔ بلیک زیرو نے ایک لمحے توقف کیا اور پھر ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو جیف۔ چوہان کالنگ۔ اور“..... ٹرانسمیٹر سے چوہان کی آواز بلند ہوئی۔

”تیس چوہان۔ ایکسٹو اینڈنگ یو۔ اور“..... بلیک زیرو نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”جیف۔ عمران صاب کے فلیٹ کے آس پاس ہمیں کوئی مشتبہ آدمی نظر نہیں آیا جس پر بوب ہونے کا شبہ کیا جاسکے۔ ہم نے عمارت کے باہر بھی اچھی طرح چیک کر لیا ہے۔ اور“..... دوسری طرف سے چوہان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو بلیک زیرو چونک پڑا۔ فوراً ہی اسے خیال آیا کہ ہو سکتا ہے فوکر وغیرہ کی گرفتاری کا علم ہونے پر میجر سام نے بوب کو وہاں سے ہٹا دیا ہو۔

”ٹھیک ہے۔ تم دونوں اپنے فلیٹوں پر جاؤ اور میری ہدایات کا انتظار کرو۔ اور اینڈ آل“..... بلیک زیرو نے آخر میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”اوہ۔ کیا پولیس نے وہاں ریڈ کیا ہے۔ اور“..... میجر سام نے اضطراب بھرے لہجے میں کہا۔

”لیس پاس۔ کیا یہاں ہمارے صرف دو آدمی تھے۔ اور“..... گورڈن کی آواز سنائی دی۔

”نہیں۔ مورگن سمیت تین ممبرز وہاں پہلے سے موجود تھے اور بعد میں جینفر اور فوکر بھی میرے حکم پر وہاں گئے تھے۔ کیا باقی تینوں پکڑے گئے ہیں یا بچ نکلے ہیں۔ اور“..... میجر سام نے جلدی سے کہا۔

”یہ معلوم نہیں ہو سکا پاس۔ میں تو آس پاس کے چند کینوں کے ساتھ باہر کھڑا دیکھ رہا ہوں۔ جینفر اگرچہ نئے میک اپ میں مقامی لگتی ہے لیکن چونکہ ہمارے گروپ میں وہی واحد لڑکی ہے، اس لئے وہ جینفر ہی ہو سکتی ہے۔ گرفتار کوئی نہیں ہوا جس کا مطلب ہے کہ فوکر اور باقی دونوں ممبرز فرار ہو گئے ہوں گے۔ اور“..... گورڈن نے جواب میں کہا۔

”وہاں جولیا قید تھی۔ کیا پولیس نے اسے اندر سے نہیں نکالا۔ اور“..... میجر سام نے بے چینی سے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں۔ صرف دو لائشیں اور پولیس کو ملی ہیں۔ اور“..... گورڈن نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم اپنے ٹھکانے پر پہنچو۔ ہم تھوڑی دیر بعد یہاں سے نکل جائیں گے۔ میری کال کا انتظار کرو اور ساتھیوں کو بھی وارنٹ کر دو۔ اور اینڈ آل“..... میجر سام نے آخر میں کہا اور ٹرانسمیٹر پر فریکوئنسی تبدیل کر کے دوبارہ کال کرنے لگا۔

”ہیلو بوب۔ میجر سام کالنگ۔ اور“..... میجر سام نے کہا۔

”لیس پاس۔ بوب ریڈنگ یو۔ اور“..... چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے بوب کی آواز بلند ہوئی۔

”کیا عمران آگیا ہے۔ اور“..... میجر سام نے پوچھا۔

”نہیں۔ ابھی تک تو نہیں آیا۔ اور“..... بوب نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”اسے دفع کرو اور فوراً پوائنٹ ٹو پر پہنچو۔ باقی ہدایات چند منٹ بعد دوں گا۔ اور اینڈ آل“..... میجر سام نے تحسانہ لہجے میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اس نے ایک سگریٹ سلگایا اور اسی لمحے لاگ ریخ ٹرانسمیٹر سے سگنل کی آواز بلند ہونے لگی۔ میجر سام چونکا اور اس نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر کا ایک بٹن پریس کر دیا۔

”ہیلو میجر سام۔ کنٹرل رومن کالنگ۔ اور“..... ٹرانسمیٹر سے ایگل آئی کے چیف کی مخصوص آواز ابھری۔

”لیس چیف۔ میجر سام ریڈنگ یو۔ اور“..... میجر سام نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”میں نے انتظام کر دیا ہے میجر سام۔ چونکہ یہ بین الاقوامی معاملہ ہے اور پاکیشیا ہمارا اتحادی ہے، اس لئے اگر یہ بات کھل گئی کہ شوگرانی سفیر کو ایکریمین شپ پر لے جایا گیا تھا تو اس سے ایکریمیا اور پاکیشیا کے تعلقات بری طرح بگڑ جائیں گے اور شوگران بھی غضبناک ہو جائے گا۔ پاکیشیا دہشت گردی کے خاتمے میں جو تعاون کر رہا ہے، اس کا

جاری رہنا ممکن نہیں رہے گا۔ شوکران سے بھی دشمنی ہم مولن نہیں لے سکتے کیونکہ وہ عام ملک نہیں، سپر پاور ہے۔ اور..... کرنل رابن نے گہیر لہجے میں مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”یہ تو ٹھیک ہے چیف لیکن یہاں بھی غضب ہو گیا ہے۔ اور..... میجر سام نے جلدی سے کہا۔

”کیا غضب۔ میں سمجھا نہیں میجر سام۔ اور..... کرنل رابن کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

”صحیفہ اور مورگن مارے گئے ہیں، تین ممبرز غائب ہیں اور ان سے رابطہ قائم نہیں ہو رہا۔ یقیناً وہ پکڑے گئے ہیں۔ جولیا بھی اب ہماری گرفت میں نہیں رہی اور مجھے خطرہ ہے کہ آج رات کسی بھی وقت پولیس اور سیکرٹ سروس شوگرنی سفیر کو ہماری گرفت سے نکال لے گی اور کئی ممبرز مارے جائیں گے۔ اور..... میجر سام نے جواب میں کہا۔

”کیا تینوں ممبرز ہمارے آدمی ہیں۔ جنہیں پکڑ لیا گیا ہے۔ اور..... دوسری طرف سے کرنل رابن نے چوتھے لہجے میں پوچھا۔

”نہیں۔ صرف فوکر ہمارا آدمی ہے۔ باقی دونوں اسرائیلی ایجنٹ ہیں۔ اور..... میجر سام نے کہا۔

”بہر حال میں نے اسرائیلی سیکرٹ سروس کے چیف سے بات کی ہے اور اس نے اپنے وائس ایڈمرل کو احکامات دینے کے بعد مجھے اطلاع دی ہے کہ اسرائیل ایک تجارتی جہاز پاکیشیائی وقت کے مطابق کافرستان جانے کے لئے صبح نو بجے پاکیشیا کے قریب سے گزرے گا۔ چونکہ وہ

پاکیشیا کی سمندری حدود میں داخل نہیں ہو سکتا اس لئے تم لوگ خود کسی اسٹیر یا لانچ کے ذریعے آزاد سمندر میں اس جہاز تک پہنچو گے۔ اسرائیلی شپ کا نام ایم ٹی جیوش ہے۔ ایم ٹی جیوش کے کپتان کا نام ہیرس ہے۔ کیپٹن ہیرس کو تم لوگوں کے بارے میں ہدایات دے دی گئی ہیں۔ اور..... کرنل رابن نے مسلسل بولتے ہوئے وضاحت سے کہا۔

”رائٹ سر لیکن صبح نو بجے دن کی روشنی میں اس جہاز تک پہنچنا ہمارے لئے خطرناک ہو گا چیف۔ اور..... میجر سام نے سر ہلا کر کہا۔

”تم لوگ صبح کا اجالا پھیلنے سے پہلے پاکیشیا کی بحری حدود سے نکل جانا۔ اسٹیر تیز رفتار ہو گا تو تم دو گھنٹے سے پہلے خطرے کی حدود سے نکل جاؤ گے۔ پھر بین الاقوامی روٹ پر شپ کا انتظار کرنا یا خود اس تک چلے جانا۔ ایم ٹی جیوش سرکاری ہے اور اس پر سیکورٹی کا معقول انتظام ہے کیونکہ اس میں کافرستان کے لئے اسلحہ کی کھیپ بھیجی جا رہی ہے۔ فریکوئنسی نوٹ کر لو۔ جہاز کے قریب پہنچ کر اس فریکوئنسی پر کیپٹن ہیرس سے رابطہ کر لیتا۔ اور..... دوسری طرف سے کرنل رابن نے ہدایات دیتے ہوئے کہا اور کیپٹن ہیرس کی فریکوئنسی بتائی تو میجر سام نے فریکوئنسی ذہن نشین کر لی۔

”رائٹ چیف۔ کیا ہم جہاز کے ساتھ پہلے کافرستان جائیں گے۔ اور..... میجر سام نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ وہ پننگور کی بندرگاہ پر مال اتارنے کے بعد رات کو واپس تل ابیب روانہ ہو جائے گا۔ اور..... کرنل رابن نے کہا۔

”گویا اس طرح پاکیشیا کو دوسرا بہادرستان بنا دیا جائے گا۔ اور“۔
میجر سام نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں لیکن اب تم تیاری کرو اور صبح ہونے سے دو گھنٹے پہلے پاکیشیا سے نکل جاؤ۔ اور اینڈ آف“..... کرنل رابن نے آخر میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو میجر سام نے بھی ٹرانسمیٹر آف کیا اور چھوٹا ٹرانسمیٹر اٹھا کر ایک مرتبہ پھر فکر کو کال کرنے لگا کہ شاید رابطہ قائم ہو جائے لیکن دوسری طرف سے کوئی آواز نہ آئی تو وہ فریکوئنسی تبدیل کر کے بولنے لگا۔

”ہیلو فریک۔ میجر سام کالنگ۔ اور“..... میجر سام نے کہا۔
”لیس باس۔ فریک ریسیونگ یو۔ اور“..... چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے فریک کی آواز ابھری۔

”کیا بوب تمہارے ٹھکانے پر پہنچ گیا ہے۔ اور“..... میجر سام نے پوچھا۔

”لیس باس۔ ایک منٹ پہلے ہی پہنچا ہے۔ اس سے پہلے گورڈن بھی آیا ہے۔ اور“..... فریک نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔
”ٹھیک ہے اب فوری طور پر ایک تابوت کا انتظام کر لو۔ اور“۔ میجر سام نے کہا۔

”تابوت۔ مگر اس وقت تو تابوت فروشوں کی دکانیں بند ہوں گی باس۔ اور“..... فریک کی آواز سنائی دی۔

”نہیں۔ تابوت فروشوں کی دکانیں امیرجنسی مقاصد کے لئے رات

”سمجھ گیا چیف۔ کیا جہاز والوں کو بتا دیا گیا ہے کہ ہمارے ساتھ شوگرانی سفیر ہو گا۔ اور“..... میجر سام نے پوچھا۔

”نو۔ نو۔ اور تم لوگ بھی یہ بات ظاہر مت کرنا۔ کیپٹن ہیرس کو بتایا گیا ہے کہ تم لوگ اپنے ایک ساتھی کے مرنے کے بعد اس کا تابوت لا رہے ہو۔ بس یہ خیال رکھنا کہ تابوت میں تازہ ہوا کا گزر ہوتا رہے تاکہ مغوی مرنے جائے۔ اسے تل ایب میں اسرائیلی سیکرٹ سروس کے حوالے کرنے کے بعد تم لوگ فوراً وہاں سے فلائٹ کے ذریعے لنگٹن واپس آ جانا۔ بس اس کے بعد تم لوگوں کا کام ختم۔ اور“..... کرنل رابن کی آواز سنائی دی تو میجر سام چونک پڑا۔

”تو کیا مغوی کو اسرائیل اپنے پاس رکھے گا چیف۔ اور“..... میجر سام نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ کیونکہ اصل میں یہ اسرائیل کا ہی پلان تھا کہ شوگران اور پاکیشیا کی آپس میں بڑھتی ہوئی دوستی اور تعلق کو کرش کیا جائے اور شوگران کو پاکیشیا سے ہٹان کیا جائے تاکہ شوگران فوری طور پر پاکیشیا سے کٹے گئے ہر قسم کے تمام معاہدے منسوخ اور پاکیشیا کی امداد بند کر دے اس طرح پاکیشیا صرف اکیرمیا کے رحم و کرم پر رہ جائے گا اور اکیرمیا نہ صرف پاکیشیا میں ہر قسم کی من مانی کر سکے گا بلکہ اسرائیل کے مقابلے میں عرب اور اسلامی ممالک سے تعاون اور ان کی حمایت نہ کرنے پر پاکیشیا کو مجبور کر دے گا۔ اور“..... کرنل رابن نے جواب میں تفصیل سے کہا۔

بھر کھلی رہتی ہیں۔ کسی قبرستان کے قریب کوئی نہ کوئی تابوت فروش موجود ہوگا۔ ایک گھنٹہ کے اندر اندر تابوت لے کر اس میں مغوی قیدی کو بند کر دو۔

اور ہاں تابوت میں ہوا کے گزر کے لئے سوراخ ضرور رکھنا اور مغوی سفیر کو اس میں بند کرنے سے پہلے اس کے چہرے پر مقامی میک اپ کر لینا۔ اس کے علاوہ گورڈن سے کہو کہ وہ ماہی گیروں کی بستی میں جا کر کرایہ پر اسٹیمر اور ماہی گیروں کے چند لباس بھی خرید لے۔ تمام ممبرز انہی لباسوں میں ساحل کی طرف جائیں گے۔ اور اینڈ آل..... میجر سام نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اس نے گلاس میں بوتل سے شراب ڈالی اور گھونٹ لینے لگا۔ وہ شراب پینے کے ساتھ ساتھ کچھ سوچ رہا تھا۔ چند منٹ بعد اس نے انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور ایک بٹن پر پریس کر دیا۔

”لیس باس۔ مارکر بول رہا ہوں..... فوراً ہی انٹرکام پر آواز سنائی دی۔

”بارڈن نے کوئی رپورٹ دی ہے تمہیں..... میجر سام نے سخت لہجے میں کہا۔

”نوسر۔ ابھی تک اس نے رابطہ قائم نہیں کیا۔ وہ کہاں ہے باس۔ مارکر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”وہ کیپٹن فیاض کی نگرانی کر رہا تھا۔ میں اسے ٹرانسمیٹر پر چیک کرتا ہوں..... میجر سام نے کہا اور انٹرکام آف کر کے ٹرانسمیٹر اٹھالیا۔ اس

نے ٹرانسمیٹر پر بارڈن کی فریکوئنسی ایڈجسٹ کی اور کال کرنے لگا۔

”ہیلو بارڈن۔ میجر سام کالنگ۔ اوور..... میجر سام نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”لیس باس۔ بارڈن رسیونگ یو۔ اوور..... چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے بارڈن کی آواز بلند ہوئی۔

”کہاں ہو تم۔ کافی دیر سے تم نے رپورٹ نہیں دی۔ اوور۔ میجر سام نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”باس۔ میں نیشنل ہسپتال میں ہوں۔ تھوڑی دیر پہلے کیپٹن ایمرجنسی کے طور پر پوائنٹ فور پر نفری کے ساتھ گیا تھا۔ وہاں سے پولیس نے دو لاشیں برآمد کیں۔ جنیفر اور مورگن کو کسی نے ریوالور سے ہلاک کیا تھا۔ شاید کیپٹن کو فون پر اس بارے میں کسی نے اطلاع دی تھی۔ وہاں سے کوئی زندہ گرفتار نہیں ہوا۔ میں ایسیوینس کا پیچھا کرتا ہوا ہسپتال پہنچا اور جب میں نے مردہ خانے میں لاشیں دیکھیں تو وہ جنیفر اور مورگن کی تھیں۔ اب میں آپ کو اطلاع دینے ہسپتال سے باہر آ رہا تھا کہ آپ کی کال آگئی۔ کیا آپ کو اس واقعہ کی خبر مل چکی ہے باس۔ اوور۔ دوسری طرف سے بارڈن نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو میجر سام بے اختیار چونک پڑا۔

”ہاں۔ کیا یہ کنفرم بات ہے کہ پولیس نے پوائنٹ فور پر ریڈ نہیں کیا بلکہ اطلاع ملنے پر وہاں پہنچی تھی اور پولیس کو لاشوں کے سوا وہاں سے کچھ نہیں ملا۔ اوور..... میجر سام نے جلدی سے کہا۔

دوسرے ممبر کو پکڑ لیا تو ہمیں یہاں سے نکلنے کا موقع نہیں مل سکے گا۔
اور اینڈ آل..... میجر سام نے آخر میں کہا اور اس کے ساتھ ہی
ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ ایک لمحہ بعد اس نے انٹرکام پر مارکر سے رابطہ قائم
کیا اور اسے روانگی کے پروگرام کے بارے میں بتانے لگا۔

”لیس باس۔ یقیناً پولیس کے جانے سے پہلے وہاں ہنگامہ ہو چکا تھا
جس میں ہمارے ممبرز مارے گئے اور مارنے والوں نے وہاں سے
رخصت ہونے کے بعد پولیس کو فون پر اطلاع دی ہوگی۔ اور“۔ بارڈن
نے دھوک بھرے لہجے میں کہا۔

”میرا بھی یہی اندازہ ہے اور یقیناً سیکرٹ سروس نے پوائنٹ فور پر
حملہ کیا ہوگا۔ فوئز سے رابطہ قائم نہ ہونے کا سبب بھی میں سمجھ گیا ہوں۔
فوکر اور دو اسرائیلی ممبرز سیکرٹ سروس کی گرفت میں ہیں۔ اور“..... میجر
سام نے غصے سے جڑے بھینچتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ سیکرٹ سروس تو ان کی زبان کھلوا لے گی باس۔ اور“۔ بارڈن
نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں لیکن وہ تینوں پوائنٹ ون اور پوائنٹ ٹو کے ایڈریس سے
ناواقف ہیں۔ بہر حال ہم تھوڑی دیر بعد پاکیشیا سے روانہ ہو رہے ہیں۔
تم پوائنٹ ٹو پر پہنچو۔ باقی ہدایات وہیں دوں گا۔ اور“..... میجر سام نے
کہا۔

”رائٹ سر۔ لیکن کیا آپ سیکرٹ سروس سے اپنے ساتھیوں کی موت
کا انتقام نہیں لیں گے۔ اور“..... بارڈن کی آواز سنائی دی۔

”نہیں۔ اتنا وقت نہیں ہے بارڈن۔ ہمیں صبح کا اجالا پھیلنے سے پہلے
پہلے پاکیشیا کی حدود سے باہر نکلنا ہے۔ پھر ہمارے تین ممبرز سیکرٹ
سروس کی گرفت میں ہیں۔ ہم نے انتقامی کارروائی کی تو سیکرٹ سروس
انہیں ہلاک کر دے گی۔ اس چکر میں سیکرٹ سروس نے ہمارے کسی

سام کا ایک ماتحت سوپر فیاض کی نگرانی پر مامور ہے۔ اسے ٹریس کرنے کے لئے کسی ممبر کو بھیجنا چاہئے۔ اور..... بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

”میں خود جاتا ہوں اور اسے تلاش کرتا ہوں۔ ہو سکتا ہے بوب کی طرح اسے بھی فیاض کی نگرانی سے ہٹا لیا گیا ہو۔ اور..... عمران نے کہا۔

”آپ کا خیال درست معلوم ہوتا ہے۔ یقیناً میجر سام اب پاکیشیا سے نکلنے کی تیاریوں میں مصروف ہو گا۔ اور..... بلیک زیرو کی آواز آئی۔

”ہاں لیکن اللہ نے چاہا تو وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے گا۔ میں ہاسپٹل پہنچ کر تم سے بات کروں گا۔ اور..... عمران نے رفتار میں اضافہ کرتے ہوئے کہا۔

”جی۔ میں سمجھا نہیں۔ ابھی تو آپ فیاض کی طرف جانے کی بات کر رہے تھے۔ اور..... بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اب بھی اسی بات پر قائم ہوں گا لے صفر۔ فیاض اس وقت ہسپٹل میں جینز اور مورگن کی لاشوں سمیت موجود ہو گا۔ دونوں لاشوں کے چہرے واش کرا کے میں ان کی اصل شکل بھی دیکھ لوں گا۔ اور اینڈ آل..... عمران نے مسکراتے ہوئے آخر میں کہا اور واچ ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اگلے چورہے سے اس نے کار کا رخ نیشنل ہسپٹل کی طرف موڑ دیا۔ اس کا ذہن کافی الجھا ہوا تھا اور وہ سوچ رہا تھا کہ اگر میجر سام شوگرانی سفیر کو لے کر پاکیشیا سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تو

عمران اپنے فلیٹ کے قریب پہنچا ہی تھا کہ اس کے واچ ٹرانسمیٹر گنٹل موصول ہوا اور عمران نے چونک کر ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو عمران صاحب۔ طاہر کالنگ۔ اور..... ٹرانسمیٹر سے بلیک زب کی آواز ابھری۔

”لیس بلیک زیرو۔ عمران انٹینڈنگ یو۔ خیریت تو ہے۔ اور..... عمران نے کہا۔

”لیس سر۔ چوہان نے رپورٹ دی ہے کہ آپ کے فلیٹ کی نگرانی نہیں کی جا رہی اور اسے عمارت کے اندر اور باہر کوئی مشتبہ شخص نظر نہیں آیا۔ اور..... بلیک زیرو نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”یقیناً میجر سام نے اپنے آدمیوں کی گرفتاری کی خبر سن کر بوب کو یہاں سے ہٹا دیا ہو گا۔ اور..... عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ میرا بھی یہی اندازہ ہے۔ فوکر کے بیان کے مطابق میجر

کر رہا تھا اور سوپر فیاض کی جیب گیٹ کی دوسری جانب کھڑی نظر آ رہی تھی چنانچہ عمران اسے پہچان کر فٹ پاتھ پر آیا اور ہسپتال کے گیٹ کی مخالف سمت میں اپنی کار کی طرف چل دیا۔ چند قدم چلنے کے بعد وہ فٹ پاتھ سے اتر کر سڑک پر آیا اور دوبارہ کاروں کے عقب سے بارڈن کی کار کی طرف بڑھا۔ اسی لمحے بارڈن کی کار حرکت میں آئی اور پارکنگ لین سے نکلنے کے لئے پیچھے ہٹنے لگی تو عمران نے اپنی رفتار بڑھا دی۔ جونہی بارڈن کی کار سڑک پر آ کر سیدھی ہوئی تو عمران اس کے قریب پہنچ گیا اور دوسرے ہی لمحے وہ کار کا پچھلا دروازہ کھول کر پھرتی سے پچھلی نشست پر بیٹھ گیا۔ بارڈن نے تیزی سے چہرہ موڑ کر عمران کی طرف دیکھا ہی تھا کہ عمران نے جیب سے ریوالور نکال کر اس کے سر سے لگا دیا۔

”خبردار۔ سامنے دیکھو ورنہ کھوپڑی میں سوراخ کر دوں گا“..... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا اور بارڈن گھبرا کر سامنے دیکھنے لگا۔

”گاڑی آگے بڑھاؤ۔ کوئی غلط حرکت کی تو جہنم پہنچ جاؤ گے“۔ عمران نے حکم دیتے ہوئے کہا اور بارڈن نے کار آگے بڑھا دی۔ عمران کی نگاہیں اس کے ہاتھوں پر مرکوز تھیں۔ بارڈن سامنے لگے آئینے میں عمران کی طرف دیکھ رہا تھا اور وہ یقیناً عمران کو پہچان چکا تھا کیونکہ عمران نے دانش منزل میں ہی اپنا میک اپ داش کر دیا تھا۔

”بس۔ سائیڈ پر کار روک کر انجن بند کرو اور انتظار کرو“..... تھوڑی دور آنے کے بعد عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا تو بارڈن نے رفتار کم

پاکیشا، شوگران کو کیسے یقین دلا سکے گا کہ اس کے سفیر کو ایگری می اور اسرائیلی ایجنٹوں نے اغوا کیا ہے۔ اس پریشانی میں اس نے کار نیشنل ہاسپٹل کے گیٹ سے چند قدم پیچھے فٹ پاتھ کے ساتھ کھڑی گاڑیوں کے پاس روکی اور انجن بند کر دیا۔ چونکہ اندیشہ تھا کہ اس کے فلیٹ کی نگرانی کرنے والا بوب اس کی کار کو دیکھتے ہی ہوشیار ہو جائے گا اس لئے عمران نے اپنی مخصوص کار دانش منزل میں چھوڑ دی تھی اور بلیک زیرو کی کینڈ لاک میں یہاں آیا تھا۔

کار سے اتر کر وہ آگے بڑھا ہی تھا کہ ایک نوجوان ہسپتال کے گیٹ سے نکلا اور محتاط انداز میں ادھر ادھر دیکھتا ہوا تیز قدموں سے ایک کار کی طرف بڑھا جو گیٹ کے قریب ہی فٹ پاتھ کے ساتھ کھڑی تھی۔ وہ مقامی ہی تھا لیکن اس کا انداز دیکھ کر عمران کو شبہ ہوا چنانچہ وہ فٹ پاتھ پر چڑھنے کی بجائے پیچھے ہٹا اور گاڑیوں کے عقب سے گزرتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ نوجوان سیاہ رنگ کی بیوک کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ چکا تھا۔ عمران کن انکھیوں سے اس کی طرف دیکھتا ہوا سیاہ کار کے پہلو میں پہنچا اور فٹ پاتھ کی طرف بڑھا تو اسے کار میں بیٹھے نوجوان کی ہلکی سی آواز سنائی دی۔

”بس باس۔ بارڈن رسیونگ یو۔ اور“..... نوجوان کا لہجہ ایگری میس تھا اور اس نے انگلش میں بات کی تھی مگر اس کا نام سن کر عمران بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے فلیٹ پر تصویر کے حصول کے لئے آنے والے نقاب پوشوں میں سے ایک کا نام بارڈن ہی تھا۔ گویا وہی سوپر فیاض کی نگرانی

رہیں گے..... بلیک زیرو نے پر عزم لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اسے ہوش میں لاؤ اور اس سے پوائنٹ ون اور ٹو کے ایڈریس معلوم کرو“..... عمران نے سر ہلا کر کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ لاک اپ سے نکل کر وہ آپریشن روم میں آیا اور کرسی پر بیٹھ کر بلیک زیرو کا انتظار کرنے لگا اسے یقین تھا کہ بلیک زیرو اپنے دعوے میں ناکام نہیں رہے گا اور اب انتہائی اذیت ناک طریقے استعمال کر کے بارڈن کی زبان کھلوانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ عمران نے راستے میں ایچ پرائسمیٹر پر بلیک زیرو کو بارڈن کی گرفتاری کے بارے میں بتا کر اسے ہدایت کی تھی کہ وہ صدیقی کو کپالا ہوٹل بھیج دے تاکہ صدیقی، فوکر اور اس کے ساتھیوں کے کمروں کی تلاشی لے۔ تقریباً پانچ منٹ بعد عمران کو خیال آیا اور اس نے ہاتھ بڑھا کر میز پر رکھے فون کا رسیور اٹھا لیا۔ اس نے تیزی سے نمبر پرپیس کئے اور انتظار کرنے لگا۔ چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہو گیا۔

”ہیلو۔ سلیمان پاشا بے کام بول رہا ہوں“..... دوسری طرف سے سلیمان کی بازرب آواز سنائی دی تو عمران نے بے اختیار چونک پڑا۔

”ارے گدھے۔ تم نے کب بی کام کر لیا“..... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”صاحب۔ آپ درست کہہ رہے ہیں۔ گدھے ہمیشہ بی کام کرتے ہیں لیکن میں بے کام ہوں“..... سلیمان نے جلدی سے کہا۔

”سمجھ گیا۔ تو تم بے کام ہو۔ کیا تم کام کرنا جانتے ہو“..... عمران نے

کرتے ہوئے فٹ پاتھ کے ساتھ کارروکی اور پھر جیسے ہی اس نے انچر بند کیا، عمران نے ریوالور کے دستے سے اس کے سر پر زور دار ضرب لگا دی اور بارڈن کراہتا ہوا اسٹیرنگ پر جھکتا چلا گیا۔ اس کے بے ہوش ہ جانے پر عمران نے اٹھ کر اسے بغلوں سے پکڑا اور کھینچ کر عقبی نشست پر ڈالنے کے بعد خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی اور انجن اشارت کر کے گا آگے بڑھا دی۔

تھوڑی دیر بعد وہ دانش منزل کے لاک اپ میں بلیک زیرو کے ساتھ بارڈن کی دھنائی کر رہا تھا۔ تشدد کرنے سے پہلے بارڈن کے چہرے سے میک اپ صاف کر کے اسے ہوش میں لایا گیا تھا۔ جباروز اکیمریمین تھا لیکن اس نے عمران کے کسی سوال کا جواب دینے سے انکار کر دیا تھا جس کے سبب عمران اور بلیک زیرو ٹھوکروں سے اس کی مرمت کر رہے تھے اور بارڈن کے حلق سے چیخیں نکل رہی تھیں۔ پندرہ منٹ بعد ہی بارڈن کے حواس جواب دے گئے اور وہ بے ہوش ہو گیا۔

”کبخت بہت سخت جان ہے“..... بلیک زیرو نے عمران کی طرف دیکھ کر ہانپتے ہوئے کہا۔

”اس کے باوجود اس کی زبان کھلنی چاہئے طاہر۔ میجر سام آج رات ہی پاکیشیا چھوڑنے والا ہے لور اگر اسے نہ روکا گیا تو یہ ہماری زندگی کو بدترین شکست ہوگی“..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”نہیں جناب۔ خدا نے چاہا تو پاکیشیا سیکرٹ سروس کا امیج برقرار رہے گا۔ دنیا ہمیں ناقابل شکست سمجھتی ہے اور ہم ناقابل شکست ہ

نے ناگوار لہجے میں کہا۔

”نہیں صاحب۔ مولیٰ کی بو مجھے بالکل پسند نہیں ہے جبکہ خربوزہ اگرچہ مجھے کھانا نصیب نہیں ہوتا لیکن یہ فائدہ ضرور ہوتا ہے کہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پڑتا ہے“..... سلیمان نے جواب میں کہا۔

”لیکن تم تو اتنے کوڑھ مغر ہو کہ ابھی تک رنگ نہیں پکڑ سکے۔ تمہارے ساتھ رہنے والا اپنا رنگ بھی کھو بیٹھتا ہے اس لئے تم میرا انتظار کئے بغیر دروازہ لاک کر کے سو جاؤ۔ سوپر فیاض کا فون آئے تو کہہ دینا کہ آج رات خواب میں اس سے ملاقات کر لوں گا“..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”تو کیا آپ آج رات نہیں آئیں گے“..... سلیمان نے جلدی سے کہا۔

”ہاں۔ یہی بتانے کے لئے میں نے اب تک تمہاری بکو اس برداشت کی ہے“..... عمران نے آخر میں کہا اور فون کا رسیور رکھ دیا۔ چند منٹ بعد بلیک زیرو آپریشن روم میں داخل ہوا تو عمران نے سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

”بارڈن نے زبان کھول دی ہے جناب“..... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا اور اپنی کرسی پر آ بیٹھا۔

”تم اپنی زبان کب کھولو گے۔ پندرہ منٹ سے انتظار کر رہا ہوں۔“ عمران نے برا سامنہ بنا کر کہا۔

”سوری سر۔ بارڈن نے پوائنٹ ٹو کا ایڈریس بتا دیا ہے۔ اس کے

سر ہلا کر کہا۔

”نہیں صاحب۔ میں بے کام ہی ٹھیک ہوں۔ کام کیا تو ڈگری کار جائے گی“..... سلیمان کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

”ڈگری کے بچے۔ کام نہیں کرو گے تو تنخواہ کیسے لو گے“..... نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”پہلے کب لی ہے جواب لوں گا اور پھر آپ جیسے مالک جو کسی مزدور دینا بھی پسند نہیں کرتے“..... سلیمان نے ہنس کر کہا۔

”بکو مت۔ تم اپنی تنخواہ گھر کے ڈیلی اخراجات میں سے ورتے رہتے ہو اور ہر ماہ کی یکم کو دودھ، بجلی، گیس، پانی اور دوسرے بھی ڈبل وصول کرتے ہو۔ شکر ہے کہ فلیٹ سوپر فیاض کا ہے ورنہ کرایہ بھی ڈبل وصول کرتے“..... عمران نے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”اب سوپر فیاض بھی آپ سے کرایہ وصول کرے گا۔ وہ دو مرتبہ کر کے آپ کا پوچھ چکا ہے۔ ہو سکتا ہے تیسری مرتبہ خود آ دھکے اور آ کو لینے کے دینے پڑ جائیں“..... سلیمان کی ہنستی ہوئی آواز سنائی دی۔

”ب بکار رو۔ نہ زہن“..... ہو گا اور نہ رادھا ناچے گی“..... عمر نے مسکرا کر کہا۔

”وہ کیسے صاحب۔ پولیس والے تو بیل کو بھی دودھ دینے پر مجبور دیتے ہیں پھر آپ کس کھیت کے خربوزے ہیں“..... سلیمان نے ط

لہجے میں کہا۔

”اے گھامڑ نمبروں۔ خربوزہ نہیں کھیت کی مولیٰ کہا جاتا ہے۔“ عمر

بیان کے مطابق میجر سام کو پوائنٹ فور پر حملے اور فوکروغیرہ کی گرفتاری کی اطلاع مل چکی ہے اور اس نے بارڈن کو فیاض کی نگرانی چھوڑ کر پوائنٹ ٹو پر پہنچنے کا حکم دیا ہے۔ وہ صبح کا اجالا پھیلنے سے پہلے پاکیشیا سے نکل جانے کا پروگرام بنا چکا ہے اور تھوڑی دیر بعد وہ پروگرام پر عمل کمرے گا۔..... بلیک زیرو نے عمران کا مطلب سمجھ کر فوراً ہی بتانا شروع کر دیا اور اس کی بات سن کر عمران کی ریڈی میڈ کھوپڑی برق رفتاری سے گھومنے لگی۔

”کیا شوگرانی سفیر کو بھی پوائنٹ ٹو پر ہی رکھا گیا ہے؟“..... عمران نے اضطراب بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں سر۔ میجر سام اور چند ممبرز پوائنٹ ون پر رہتے ہیں لیکن بارڈن پوائنٹ ون کا ایڈریس نہیں جانتا اور اس کا صرف ٹرانسمیٹر پر ہی میجر سام سے رابطہ ہوتا ہے۔“..... بلیک زیرو نے کہا اور پوائنٹ ٹو کا ایڈریس بتایا تو عمران جھل کر کھڑا ہو گیا۔

”بلیک زیرو۔ میں جا رہا ہوں۔ جولیا کے سوا تمام ممبرز کو اسی ایڈریس پر فوری پہنچنے کا حکم دے دو۔“..... عمران نے جلدی سے کہا اور مڑ کر آپریشن روم سے باہر نکل گیا تو بلیک زیرو وائج ٹرانسمیٹر پر سیکرٹ سروس کے ممبرز سے رابطہ قائم کرنے لگا۔

صفدر نے ایکسٹو کی ہدایات سے سن کر اندازہ لگا لیا کہ یقیناً اس عمارت میں شوگرانی سفیر کو اغوا کرنے والے مجرم موجود ہیں جس کا ایکسٹو نے اسے ایڈریس بتا کر فوراً وہاں پہنچنے کا حکم دیا تھا اور یہ بھی بتایا تھا کہ وہاں عمران اور دوسرے ممبرز بھی پہنچنے والے ہوں گے۔ چنانچہ صفدر نے کار کا انجن اشارت کیا اور پارکنگ ایریا سے باہر آ کر شہر کی طرف کار دوڑانے لگا۔ بندرگاہ روڈ پر اس وقت بہت کٹنگ گاڑیاں آ جا رہی تھیں اور ان میں بھی زیادہ تر لوڈر گاڑیاں تھیں۔ چند لمحوں بعد سامنے سے ایک گاڑی آتی دکھائی دی جو ایسبولینس معلوم ہوتی تھی اور اس کی سرخ لائٹ بھی گھوم رہی تھی البتہ سائرن بند تھا۔ شاید وہ بندرگاہ سے کسی مریض یا زخمی کو لینے جا رہی تھی۔ صفدر نے اپنی کار کی رفتار کم کر دی اور سائیڈ پر ہو گیا لیکن ایسبولینس اس کے قریب آنے سے پہلے ہی بائیں جانب ایک چھوٹی سڑک پر مڑ گئی۔ وہ سڑک وہاں سے تقریباً دس کلومیٹر دور ساحل

”وہی جو نہیں ہونا چاہئے تھا۔ یعنی چڑیاں جگ گئیں کھیت“۔ عمران نے ٹھنڈا سانس لیتے ہوئے کہا۔

”تو کیا مجرم فرار ہو گئے ہیں“..... خاور نے چونکتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ ہمیں دیہ ہو گئی اور وہ لوگ بستر بوریا گول کر گئے۔ عمارت خالی پڑی ہے“..... عمران نے سر ہلا کر کہا۔

”آپ کیا ہوگا“..... صفدر نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”میرا خیال ہے کہ وہ لوگ اب پوائنٹ ون پر ہوں گے یا وہاں سے روانہ ہو رہے ہوں گے کیونکہ یہاں سے گئے انہیں زیادہ دیر نہیں گزری اور ان کے لئے محفوظ ٹھکانہ صرف وہی ہے جہاں میجر سام رہتا ہے اور ہم اس ٹھکانے سے بے خبر ہیں“..... عمران نے کہا۔

”کیا آپ نے چیف کو رپورٹ دے دی ہے“..... صفدر نے پوچھا اور اسی لمحے اندر سے تنویر، چوہان اور صدیقی بھی باہر آ گئے۔

”ہاں اور اس نے حکم دیا ہے کہ تم واپس بندرگاہ پر جاؤ۔ دوسرے میجرز بھی اپنی پہلی ڈیوٹی پر جائیں گے نعمانی ایئر پورٹ اور خاور ریلوے اسٹیشن پر۔ وہاں فوری طور پر معلومات حاصل کرو اور مجرموں کا انتظار کرو“..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ہو سکتا ہے وہ باقی روڈ شہر سے باہر جائیں“..... تنویر نے جلدی سے کہا۔

”نہیں۔ وہ لوگ ایسی دناقت نہیں کریں گے۔ انہوں نے شوگرانی غیر کو پاکیشیا سے باہر لے جانا ہے آم کے کریٹ کو نہیں۔ یوں بھی

کے قریب واقع ماہی گیروں کی بستی تک جاتی تھی۔ ایسپولینس کے پیچھے آنے والی ایک وین بھی اسی طرف مڑ گئی جس میں چند افراد سوار تھے۔ صفدر نے دوبارہ کار کی رفتار بڑھائی اور جلد ہی شہر پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے سرفروش روڈ پر پہنچ کر کٹھی نمبر اکیاون سے چند قدم پیچھے کار روک دی۔ سڑک کے دائیں بائیں اس کے ساتھیوں کی کاریں بھی موجود تھیں لیکن ان میں کوئی ممبر نظر نہ آ رہا تھا۔ البتہ کٹھی کے گیٹ کے باہر خاور موجود تھا۔ صفدر نے انجن بند کیا اور کار سے اتر کر مطلوبہ عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔ گیٹ بند تھا۔ صفدر خاور کے قریب پہنچ کر رک گیا۔

”کیا پوزیشن ہے“..... صفدر نے خاور سے سرگوشی کے انداز میں پوچھا۔

”عمران صاحب اور دیگر ساتھی اندر ہیں۔ عمران صاحب نے مجھے یہاں ٹھہرایا ہے کہ کسی کو بھاگنے نہ دوں“..... خاور نے مسکرا کر کہا۔

”کتنی دیر سے وہ لوگ اندر ہیں“..... صفدر نے پوچھا۔

”پانچ منٹ ہو چکے ہیں لیکن ابھی تک اندر سے کسی ہنگامے کی آواز نہیں آئی“..... خاور نے جواب میں کہا۔

”عجیب بات ہے۔ بہر حال میں اندر جا رہا ہوں“..... صفدر نے جب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے گیٹ کھلنے کی آواز سنائی دی تو صفدر نے چونک کر گیٹ سے باہر آنے والے عمران کی طرف دیکھا۔

”اوہ۔ کیا ہوا عمران صاحب“..... صفدر نے جلدی سے کہا۔

پولیس نے جگہ جگہ ٹاکے لگا رکھے ہیں، اس لئے ان کے فرارے لئے دو ہی راستے مناسب ہوں گے کہ وہ یا تو کسی قریبی فلائٹ سے سفر کریں گے یا کسی بحری جہاز سے..... عمران نے وثوق بھرے لہجے میں کہا۔

”بحری جہاز کے علاوہ مجرم اسٹیمر یا لانچ بھی تو استعمال کر سکتے ہیں۔“

صفر نے کہا۔

”ہاں۔ یہ ممکن تو ہے لیکن وہ لوگ اسٹیمر یا لانچ پر سفر کریں گے تو کوسٹ گارڈز والوں کی نگاہوں سے نہیں بچ سکیں گے اور نہ ہی وہ اسٹیمر پر اکیمریمیا یا اسرائیل تک پہنچ سکتے ہیں۔ بہر حال تم لوگ اب روانہ ہو جاؤ۔ تمہارے ساتھ چوہان جائے گا۔ چوہان ذیک کی نگرانی کرے گا اور کسی بھی جہاز پر سوار ہونے والے مسافروں پر نگاہ رکھے گا۔ تم اسٹیمرز اور لانچوں کے پاس رہو گے۔ نعمانی کے ساتھ صدیقی جائے گا اور خاور کے ساتھ تنویر ڈیوٹی دے۔ ہری اپ..... عمران نے ہدایات دیتے ہوئے کہا تو صفر نے چوہان کو چلنے کا اشارہ کیا اور تمام ممبرز اپنی اپنی گاڑیوں کی طرف بڑھ گئے۔ چند لمحوں بعد چوہان اور صفر کی کاریں بندرگاہ کی طرف دوڑ رہی تھیں۔ صفر کی کار آگے تھی اور وہ سوچ رہا تھا کہ مجرم مغوی سفیر کو شہر سے باہر بندرگاہ کی طرف کیسے لے جائیں گے۔ کیا شہر میں پولیس سے ان کا سامنا نہیں ہوگا۔ کیا پولیس انہیں چیک نہیں کرے گی۔ اور مغوی سفیر کو ان کے ساتھ دیکھ کر انہیں روکنے کی کوشش نہیں کرے گی۔

یہی کچھ سوچتے ہوئے اس نے چوراہے سے بندرگاہ پر کار موڑ دی۔

تھوڑی دیر بعد سامنے سے ایک ایمبولینس آتی دکھائی دی تو صفر نے کار سائیڈ پر کھینچی۔ ایمبولینس کی ڈارنگ لائٹ روشن تھی لیکن جب وہ صفر کے قریب سے گزری تو اس میں ایک ڈرائیور کے سوا کوئی نہ تھا۔ اس پر صفر کو حیرت ہوئی کیونکہ عام طور پر ڈرائیور کے ساتھ ایک دو ہیلپر ضرور ہوتے تھے جو مریض یا زخمی کا اسٹریچر ایمبولینس میں رکھتے اتارتے تھے۔ یقیناً یہ وہی ایمبولینس تھی جسے شہر کی طرف جاتے ہوئے صفر نے ماہی گیروں کی بستیوں کو جانے والے سڑک پر مڑتے دیکھا تھا اور اس کا ڈرائیور بھی وہی تھا۔ البتہ اس مرتبہ ایمبولینس کے ساتھ وہ کار نہیں تھی جو ایمبولینس کے پیچھے گئی تھی اور جس میں پانچ افراد سوار تھے۔ صفر نے رفتار بڑھاتے ہوئے بیک ویو مرر پر نظر ڈالی۔ چوہان کی کار اس کے پیچھے چند قدم کے فاصلے پر آ رہی تھی تھوڑی دیر بعد بندرگاہ کا تجارتی ایریا شروع ہو گیا مگر پھر اچانک ہی فضا میں ایک دھماکے کی آواز بلند ہوئی اور صفر نے چونکتے ہوئے بریک پیڈل پر پریس کر دیا۔ اس نے چہرہ موڑ کر پیچھے نظر ڈالی تو کافی دوری آگ کے شعلے دکھائی دیئے۔ دھماکا کسی بم کا معلوم ہوتا تھا۔ یقیناً آگ اسی دھماکے سے لگی تھی جو کم از کم ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلے پر نظر آ رہی تھی۔ اسی لمحے چوہان نے صفر کے پہلو میں کار روکتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

”رک کیوں گئے۔ یہ دھماکا کیسا تھا“..... چوہان نے صفر سے کہا۔

”معلوم نہیں۔ شاید بم بلاسٹ ہوا ہے سڑک پر۔ تم بندرگاہ پر پہنچو۔“

میں ذرا جائزہ لے کر آتا ہوں“..... صفر نے جواب میں کہا تو چوہان

تھا..... صفدر نے سر ہلا کر کہا۔
 ”حیرت ہے۔ آخر ایسولینس کو کیوں تباہ کیا گیا اس سے کسی کی کیا
 دشمنی ہو سکتی تھی۔ بے چارہ ڈرائیور اور اس کے ہیلپر تو مارے گئے ہوں
 ۔۔۔ دھماکا خاصا زور دار تھا.....“ چوہان نے پارکنگ کے دوسرے گیٹ
 کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”یہ بات بھی تو عجیب ہے کہ ایسولینس میں ہیلپر نہیں تھے، اکیلا
 ڈرائیور تھا مجھے لگتا ہے اس میں پہلے سے کوئی ٹائم بم نصب تھا پولیس کی
 گاڑیاں شہر کی طرف سے آرہی تھیں۔ ورنہ میں وہاں رک کر آس پاس کا
 جائزہ لیتا.....“ صفدر نے قدم اٹھاتے ہوئے کہا۔

”تمہارا کیا اندازہ ہے ایسولینس میں ایسی کیا خاص بات تھی کہ اسے
 تباہ کر دیا گیا۔ محض ڈرائیور کو ہلاک کرنا مقصود ہوتا تو اسے گولی کا نشانہ
 بنایا جاتا.....“ چوہان نے گیٹ کر اس کرتے ہوئے کہا تو صفدر یکدم چونکا
 اور اس نے قدم روک لئے۔

”یقیناً کوئی خاص بات ہوگی۔ دبی بم یا راکٹ کا دھماکا اتنا زور دار
 نہیں ہوتا اور ٹائم بم بم ہوک نہیں، دہشت گرد استعمال کرتے ہیں یا پھر
 غیر ملکی ایجنٹ.....“ صفدر نے اضطراب بھرے لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ غیر ملکی ایجنٹ۔ تمہارا مطلب ہمارے مطلوبہ ایجنٹوں سے تو
 نہیں ہے.....“ چوہان نے یکدم چونکتے ہوئے کہا۔

”شاید۔ تم ٹھہرو۔ میں چیف کو اطلاع دیتا ہوں.....“ صفدر نے جلدی
 سے کہا اور مڑ کر تیزی سے اپنی کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس وقت

نے کار آگے بڑھا دی۔ صفدر نے یوٹرن لیا اور واپس کار دوڑانے لگا۔
 تھوڑی دور آ کر اندازہ ہوا کہ آگ کسی گاڑی میں لگی ہوئی تھی۔ اسی لمحے
 فضا میں پولیس گاڑیوں کے سائرن گونجنے لگے۔ جلد ہی صفدر جلتی ہوئی
 گاڑی کے قریب پہنچ گیا اور پھر اسے حیرت کا جھٹکا لگا۔ جلنے والی گاڑی
 وہی ایسولینس تھی جو تھوڑی دیر پہلے اس کے قریب سے گزری تھی۔ یقیناً
 بم دھماکا اسی ایسولینس میں ہوا تھا۔ صفدر نے کار واپس موڑی کیونکہ
 تھوڑی دور واقع موڑ کی دوسری جانب سے پولیس گاڑیوں کی روشنیاں
 دکھائی دے رہی تھیں اور پولیس والے اس کی کار دیکھ کر اسے روکنے کی
 کوشش کرتے۔ جلد ہی وہ ایسولینس سے کافی دور نکل آیا لیکن اس کی
 ذہن مسلسل یہ سوچ رہا تھا کہ ایسولینس کو کیوں اور کس نے تباہ کیا۔ کیا
 ایسولینس میں کوئی ٹائم بم نصب تھا یا اس پر کسی نے حملہ کیا تھا۔

وہ سی پورٹ کے پارکنگ گراؤنڈ میں پہنچا تو چوہان اپنی کار کے پاس
 کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔ صفدر نے کار پارک کی اور کار سے اتر کر
 چوہان کے قریب پہنچا تو چوہان نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف
 دیکھا۔

”ایک ایسولینس دھماکے میں تباہ ہوئی ہے.....“ صفدر نے مختصر کہا۔
 ”اوہ۔ کیا وہی جو تھوڑی دیر پہلے شہر کی طرف جارہی تھی.....“ چوہان
 نے چونک کر کہا۔

”ہاں۔ وہ ماہی گیروں کی بستی میں کوئی لاش یا مریض چھوڑنے گئی تھی
 ایک گھنٹہ پہلے اس وقت میں چیف کے حکم پر پوائنٹ ٹو کی طرف جا رہا

کہ آپ کو اطلاع دے دینی چاہئے۔ اور“..... صدر نے جواب میں کہا۔
 ”کیا مانی گیروں کی بستی کی طرف صرف ایسولینس ہی گئی تھی یا کوئی
 اور گاڑی بھی تھی۔ اور“..... ایکسٹو نے پوچھا۔

”لیس چیف۔ اس کے پیچھے ایک کار بھی تھی جس میں کم از کم پانچ
 افراد سوار تھے۔ حلیوں سے وہ مانی گیر ہی لگتے تھے۔ اور“..... صدر نے
 کہا۔

”سنو صدر۔ تم چوہان کو بندر گاہ کی انگرانی پر چھوڑ دو اور خود مانی
 گیروں کی بستی جا کر معلوم کرو کہ ایسولینس اور کار میں کون لوگ وہاں
 آئے تھے۔ میں عمران کو بھیج رہا ہوں۔ وہ تم سے رابطہ قائم کرے گا۔ اور
 اینڈ آل“..... ایکسٹو نے آخر میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا
 تو صدر نے وائج ٹرانسمیٹر آف کیا اور ہاتھ سے چوہان کو اشارہ کیا تو وہ
 تیزی سے قریب آ گیا۔ صدر نے اسے ایکسٹو کے حکم سے آگاہ کیا اور
 انجن اشارت کرنے لگا۔ چند لمحوں بعد اس کی کار رشر جانے والی سڑک پر
 دوڑ رہی تھی۔ جلد ہی وہ اس سڑک کے قریب جا پہنچا جو مانی گیروں کی
 بستیوں کی طرف جاتی تھی۔ صدر نے رفتار کم کی اور کار اس سڑک پر موڑ
 دی۔

پارکنگ کے دونوں خارجی اور داخلی راستوں پر کھڑے دو سیکورٹی اہلکاروں
 کے سوا کوئی نہ تھا۔ صدر اپنی کار کے قریب پہنچا اور ڈرائیورنگ سیٹ پر
 بیٹھ کر وائج ٹرانسمیٹر پر ایکسٹو سے رابطہ قائم کرنے لگا۔

”ہیلو چیف۔ صدر کالنگ۔ اور“..... صدر نے آہستہ آواز میں کہا۔
 ”لیس صدر۔ ایکسٹو اینڈنگ یو۔ کیا تم سی پورٹ پہنچ چکے ہو؟
 اور“..... ایک دو لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے ایکسٹو کی آواز آئی۔

”لیس چیف۔ بندر گاہ سے تقریباً دو کلومیٹر دور شہر بنانے والی سڑک
 پر ایک ایسولینس گاڑی کو تباہ کر دیا گیا ہے۔ اسے ٹائم بم سے نشانہ بنا
 گیا ہے۔ اور“..... صدر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”صدر۔ کیا تمہیں یہی رپورٹ دینے کے لئے وہاں بھیجا گیا تھا۔
 اور“..... جواب میں ایکسٹو کی غراہٹ بھری آواز سنائی دی۔

”سوری سر۔ اس ایسولینس کو میں نے شہر واپس جاتے ہوئے مانی
 گیروں کی بستی کی طرف مڑتے دیکھا تھا اس وقت شاید اس میں کوئی
 مریض یا لاش تھی اور ڈرائیور کے علاوہ اس میں تین افراد بھی تھے لیکن
 اب ایسولینس میں صرف ایک ڈرائیور تھا اور وہ ہمارے قریب سے گزری
 تھی لیکن تقریباً ایک ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلے پر وہ دھماکے سے تباہ ہو گئی۔

اور“..... صدر نے جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”کیا تمہیں یقین ہے کہ دھماکا ٹائم بم کا ہی تھا۔ اور“..... دوسری
 طرف سے ایکسٹو کی چونکتی ہوئی آواز آئی۔

”لیس چیف۔ چوہان اور میں بندر گاہ پہنچ چکے ہیں لیکن مجھے خیال آیا

انداز کر دیتا۔ یقیناً صفدر نے اے اندازہ لگایا ہو گا کہ ایسبولینس کو تباہ کرنے میں کوئی راز پوشیدہ ہے اور اس راز کا تعلق موجودہ کیس سے بھی ممکن ہے۔۔۔۔۔ عمران نے سر ہلا کر کہا اور دوسرے ہی لمحے وہ یکدم اچھل پڑا۔

”اوہ۔ سمجھ گیا۔ تم۔ نے اچھا کیا کہ صفدر کو ماہی گیروں کی بستی کی طرف جانے کی ہدایت کی۔۔۔۔۔ عمران نے اضطراب بھرے لہجے میں کہا۔

”وہ کیسے۔۔۔۔۔ بلیک۔ زیرو نے چونک کر کہا۔

”مجھ سام اور اس کے ساتھیوں کے لئے کسی رکاوٹ کے بغیر آسانی سے ساحل تک پہنچنے کا ایسبولینس کے سوا کوئی دوسرا طریقہ کار نہیں ہو سکتا تھا۔ یقیناً وہ کسی اسٹیمر یا لانچ کے ذریعے فرار ہونے والے ہیں۔ میں جا رہا ہوں۔۔۔۔۔ عمران نے جلدی سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور بیرونی دروازے کی طرف لپکا۔ چند لمحوں بعد وہ بلیک زیرو کی کار میں بیٹھا بندر گاہ کی طرف کلر دوڑا رہا تھا۔ اس کا ذہن برق رفتاری سے سوچنے میں مصروف تھا۔ دھنستا اسے چوہان کا خیال آیا اور اس نے واچ ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو چوہان۔ عمران کالنگ۔ اور۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”لیس عمران صاحب۔ چوہان انڈنگ یو۔ اور۔۔۔۔۔ چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے چوہان کی آواز ابھری۔

”فورا معلوم کرو کہ گزشتہ ایک گھنٹہ میں بندر گاہ سے کسی نے کرایہ پر اسٹیمر حاصل کی ہے یا نہیں اور وہ اسٹیمر کس سمت میں گیا تھا۔ ٹھیکروں کی ساحلی بستی کی جانب یا کسی دوسری طرف۔ مجھے جلدی سے رپورٹ دو۔

بلیک زیرو نے صفدر سے بات ختم کرنے کے بعد ٹرانسمیٹر آف کر دیا اور عمران کی طرف دیکھنے لگا۔ عمران پوائنٹ ٹو سے ہانچ منٹ پہلے یہاں آیا تھا اور بلیک زیرو سے مجرموں کے فرار پر گفتگو کرتا تھا۔ صفدر کا رپورٹ انتہائی اہم تھی۔ ایسبولینس کو ٹائم بم سے تباہ کرنا عام بات نہیں تھی کیونکہ عام طور پر دنیا میں کہیں بھی ایسبولینس یا امدادی گاڑیوں کو نشانہ بنانے سے گریز کیا جاتا تھا اور ایسی گاڑیوں پر صرف اس صورت میں حملہ کیا جاتا تھا کہ یا تو حملہ آور کا کوئی اس میں دشمن موجود ہو یا پھر کسی راکٹ کے افشا ہونے کے خدشہ کے پیش نظر ایسبولینس کو ٹارگٹ بنایا جاتا تھا۔ جبکہ ٹائم بم بھی عام مجرم استعمال نہیں کیا کرتے تھے بلکہ وہ دقتی بم، راکٹ سے دشمن پر حملہ کیا کرتے تھے۔

”عمران صاحب۔ صفدر نے کافی ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔۔۔۔۔ بلیک زیرو نے عمران سے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ کوئی دوسرا ممبر ہوتا تو ایسبولینس کی تباہی کو عام واقعہ سمجھ کر نظر

اپنے گھر چلا گیا تھا۔ بندر گاہ سے اسٹیمر جنوب کی طرف جاتے دیکھا گیا تھا۔ اور..... چوہان نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”سنو۔ تم بھی کوئی تیز رفتار اسٹیمر ہائر کر کے مشرقی جانب ساحلی بستی کی طرف جاؤ اور وہاں رک کر انتظار کرو۔ میں اسی طرف جا رہا ہوں۔ صرف ڈرائیور کو ساتھ لانا۔ منہ مانگا کرایہ دینے کا وعدہ کر لینا۔ اور اینڈ آل..... عمران نے آخر میں کہا اور وائج ٹرانسمیٹر آف سر دیا۔ سامنے کچھ فاصلے پر پولیس کی دو گاڑیاں کھڑی تھیں اور سڑک کے کنارے ایسبولینس کا تباہ شدہ ڈھانچا پڑا تھا۔ اس سے ابھی تک دھواں اٹھ رہا تھا۔ شاید پولیس نے ہی تباہ شدہ ایسبولینس کے ٹکڑے ہٹا کر سڑک صاف کی تھی۔ وہاں کھڑے پولیس اہلکاروں نے عمران کو روکنے کی کوشش نہ کی اس لئے عمران رفتار کم کر کے وہاں سے گزر آیا۔ تھوڑی دور آ کر اس نے مشرق کی طرف پھوٹنے والی چھوٹی سی سڑک پر کار موڑ دی جو چند کلو میٹر دور واقع ساحلی بستی کی طرف جاتی تھی۔ سڑک ناہموار اور کچھ ٹوٹی پھوٹی تھی اس لئے عمران نے کار کی رفتار کم ہی رکھی۔ کچھ دور آ کر اس نے وائج ٹرانسمیٹر پر صفدر کی فریکوئنسی ایڈجسٹ کی۔

”ہیلو صفدر۔ عمران کالنگ۔ اور..... عمران نے کہا۔

”لیس عمران صاحب۔ صفدر اسٹینڈنگ یو۔ اور..... چند سیکنڈ بعد صفدر کی آواز سنائی دی۔

”کہاں ہو برخوردار۔ میں تو بستی والی سڑک پر آچکا ہوں۔ اور..... عمران نے مسکرا کر کہا۔

اور اینڈ آل..... عمران نے تیزی سے ہدایات دیتے ہوئے کہا اور وائج ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بندر گاہ کو جانے والی سڑک پر چلا گیا اور اسی لمحے اس کے وائج ٹرانسمیٹر پر سگنل ہوا تو عمران نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو عمران صاحب۔ چوہان کالنگ۔ اور..... حسب توقع ٹرانسمیٹر سے چوہان کی آواز بلند ہوئی۔

”لیس چوہان۔ عمران اسٹینڈنگ یو۔ اور..... عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ پہلے یہاں سے ایک اسٹیمر روانہ ہوا تھا۔ اسٹیمر میں ڈرائیور کے علاوہ دو افراد سوار تھے انہوں نے ڈبل کرایہ اسٹیمر کے مالک کو ادا کیا تھا۔ تین گھنٹے کے لئے دس ہزار روپے ایڈوانس اور پانچ ہزار واپسی پر دینے کا وعدہ کیا تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ ڈرائیور کو تین ہزار روپے معاوضہ بھی الگ سے ادا کیا گیا تھا۔ اور..... چوہان نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا تو عمران چونک پڑا۔

”کیا یہ باتیں تمہیں اسٹیمر کے مالک نے بتائی ہیں۔ اور..... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ ایک دوسرے اسٹیمر کے ڈرائیور نے۔ اس کے بیان کے مطابق دونوں افراد نے تمام اسٹیمرز کا جائزہ لیا تھا اور پھر مذکورہ اسٹیمر کو پسند کیا جو نیا اور تیز رفتار تھا۔ دونوں نے مالک کو کچھ فاصلے پر تہائی میں لے جا کر بات چیت کی تھی۔ پھر اسٹیمر کی روانگی کے بعد اسٹیمر کے مالک نے دوسرے اسٹیمرز والوں کو کرایہ وغیرہ کے بارے میں بتایا تھا اور

”آپ نے دیر کر دی۔ اب آپ کا آنا بیکار ہے۔ اوور“..... دوسرے طرف سے صفدر کی مایوس سی آواز آئی تو عمران چونک پڑا۔

”بیکار کیوں۔ میں تو کار کے ساتھ آیا ہوں۔ اوور“..... عمران۔ حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”وہ لوگ یہاں سے روانہ ہو چکے ہیں جناب۔ اوور“..... صفدر آواز سنائی دی۔

”کون لوگ۔ بستی والے یا میرے باراتی۔ اوور“..... عمران۔ چونک کر پوچھا۔

”وہی جو ایسولنس میں تابوت لائے تھے۔ ان کے لئے بستی۔ ساحل پر ایک اسٹیر پہلے سے موجود تھا جس میں یقیناً مغوی شوگرانی سف کو لایا گیا تھا۔ بستی کے دو تین افراد نے انہیں دیکھا تھا۔ وہ نو افراد جن میں سے چھ کار میں تھے اور تین ایسولنس میں وہاں آئے تھے۔ ایک آدمی پہلے سے اسٹیر میں موجود تھا لیکن اسٹیر پر جو لوگ یہاں سے سوار ہوئے ہیں انہوں نے مائی گیروں جیسے لباس پہنے ہوئے تھے اور شکلوں سے پاکیشائی نظر آتے تھے۔ میرے یہاں پہنچنے سے کچھ دیر پہلے ہی اسٹیر گہرے سمندر کی طرف گیا تھا اور شاید اس کی روشنیاں ابھی ہوا تھیں اس لئے مجھے وہ نہیں دکھائی دیا۔ اوور“..... صفدر نے تفصیل سے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

”چوہان اسٹیر لا رہا ہے تمہاری طرف۔ تم کہاں ہو۔ اپنی پوزیشن بتاؤ۔ ابھی ان لوگوں کا اسٹیر زیادہ دور نہیں گیا ہو گا اور ہم جلد ہی اس

سراغ لگا لیں گے۔ اوور“..... عمران نے جلدی سے اضطراب بھرے لہجے میں کہا تو جواب میں صفدر نے اپنی پوزیشن بتائی۔

”ٹھیک ہے تم چوہان کو کال کر کے گائیڈ کرو۔ مجرموں کی کار کہاں ہے۔ اوور“..... عمران نے کہا۔

”یہاں سے ساحلی جھاڑیوں کی آڑ میں کار کھڑی ہے مگر خالی ہے۔ اس کے اسٹیرنگ کے ساتھ ایک ٹائم بم نصب تھا جس کے بلاسٹ ہونے میں پانچ منٹ باقی تھے۔ میں نے ٹائم بم کو بیکار کر دیا ہے۔ اوور“..... صفدر کی آواز سنائی دی۔

”یہ تم نے عقل مندی کی۔ بہر حال تم چوہان کو کال کرو۔ اوور اینڈ آل“..... عمران نے آخر میں کہا اور وائج ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اس کا دماغ تیزی سے گھوم رہا تھا اور وہ سوچ رہا تھا کہ اگر مجرموں کا اسٹیر ان کی پہنچ سے دور نکل گیا تو پھر۔ یہ سوال ذہن میں ابھرتے ہی اس نے جلدی سے وائج ٹرانسمیٹر آن کیا اور بلیک زیرو سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

”ہیلو طاہر۔ عمران کالنگ۔ اوور“..... عمران نے کہا۔

”لیس سر۔ بلیک زیرو اٹینڈنگ یو۔ اوور“..... ایک دو لمحوں بعد وائج ٹرانسمیٹر سے بلیک زیرو کی آواز ابھری تو عمران نے جلدی سے اسے صورت حال بتائی۔

”تم فوراً ایک ہیلی کاپٹر یہاں بھجوا دو۔ مجھے لگتا ہے کہ رات کی تاریکی میں مجرموں کا اسٹیر تلاش کرنے میں کافی دیر ہو جائے گی جبکہ

روکنے کے لئے تم لوگ فائرنگ کرو گے تو اسٹیمر کو نقصان پہنچے گا اور وہ غرق ہو گیا تو ہماری بھاگ دوڑ بیکار جائے گی۔“ عمران نے جواب میں کہا۔
”کیا مطلب“..... چوہان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”مطلب صاف ہے۔ ہمیں شوگرانی سفیر کو زندہ حالت میں ان کی گرفت سے آزاد کرانا ہے جسے ان لوگوں نے تابوت میں بند کر رکھا ہے اور یقیناً اسے بے ہوش کر کے تابوت میں ڈالا گیا ہو گا۔ چنانچہ ہمیں بہت احتیاط سے کام لینا ہو گا“..... عمران نے جواب میں کہا۔

”تو کیا آپ ہمارے ساتھ نہیں جا رہے ہیں“..... صفدر نے پوچھا۔
”نہیں۔ ایکسٹو میرے لئے نیوی کا ہیلی کاپٹر بھیجا رہا ہے۔ مجرموں کا اسٹیمر نہ جانے کس سمت میں ہو گا۔ اسے فضاء سے تلاش کرنے میں کامیابی کا نوے فیصد امکان ہے۔ تنویر، خاور اور صدیقی بھی آ رہے ہیں۔ وہ کوسٹ گارڈز کے اسٹیمر میں مجرموں کا سراغ لگانے کی کوشش کریں گے۔ تم لوگوں سے میرا وایج ٹرانسمیٹر پر رابطہ رہے گا“..... عمران نے مسکرا کر کہا۔

”کاش ہمارے پاس اندھیرے میں دیکھنے والی دوربین ہوتی۔“
چوہان نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”دوربین کا ماتم کرنے کی بجائے تم فوراً روانہ ہو جاؤ۔ اسٹیمر کی لائٹس آف رکھنا تاکہ مجرم تمہارا اسٹیمر دیکھ کر فائرنگ نہ شروع کر دیں۔ ہری اپ“..... عمران نے جلدی سے کہا تو صفدر چوہان کے ساتھ تیز قدموں سے اسٹیمر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

فضاء سے ہم بآسانی اسے ٹریس کر لیں گے۔ اور“..... عمران نے کہا۔
”رائٹ سر۔ میں ابھی ایئر بیس والوں کو حکم دیتا ہوں۔ اور“۔ بلیک زیرو نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ نیوی چیف کو فون کرو۔ وہاں سے ہیلی کاپٹر جلدی یہاں پہنچے گا۔ پائلٹ کو میرے حکم کا پابند ہونا چاہئے اس کے علاوہ تنویر، خاور اور صدیقی کو بھی بندرگاہ پر بھیج دو۔ وہ لوگ کوسٹ گارڈز کے اسٹیمر میں جنوب کی سمت میں سفر کریں لیکن اسٹیمر یا ہیلی کاپٹر میں گارڈز نہیں ہونے چاہئیں۔ میں خود انہیں گائیڈ کروں گا۔ اور اینڈ آل“..... عمران نے آخر میں کہا اور وایج ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ماہی گیروں کی بستی کے باہر سے گزرتا ہوا ساحلی درختوں اور جھاڑیوں کے پاس جا پہنچا۔ ہیڈ لائٹس کی روشنی میں وہاں کھڑی کار دیکھ کر اس نے وہیں بریک لگائی اور کار سے اتر کر ساحل کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ گھنے درختوں سے نکل کر ساحل پر پہنچا تو وہاں ایک اسٹیمر موجود تھا اور صفدر، چوہان کے ساتھ ساحل پر کھڑا عمران کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسٹیمر پر ڈرائیور کے سوا کوئی دوسرا نظر نہیں آ رہا تھا۔ عمران قریب پہنچا تو صفدر اور چوہان اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

”تم دونوں اسٹیمر میں جنوبی سمت میں روانہ ہو جاؤ۔ مطلوبہ اسٹیمر نظر آتے ہی مجھے مطلع کر دینا“..... عمران نے ان سے کہا۔

”کیا اس اسٹیمر کو روکنا نہیں“..... صفدر نے چونکتے پوچھا۔
”نہیں۔ بلکہ اس کے قریب جانے کی بھی کوشش مت کرنا۔ اسے

ضرورت ہو تو حکم فرمائیں“..... آفیسر نے جواب میں کہا۔
 ”تھینک یو۔ ضرورت ہوئی تو بتا دیں گے۔ کیا ڈرائیور کے پاس کوئی
 ٹرانسمیٹر یا وائرلیس سیٹ ہے“..... خاور نے کہا۔
 ”لیں سر۔ ڈرائیور کے علاوہ کیبن میں بھی ایک ٹرانسمیٹر نصب ہے۔
 چند مشین گنیں بھی اندر رکھی ہوئی ہیں اور فالتو راؤنڈ بھی۔ ٹیلی اسکوپ اور
 غوطہ خوری کے لباس بھی موجود ہیں“..... آفیسر نے سر ہلاتے ہوئے کہا تو
 سیکرٹ سروس کے ممبرز آگے بڑھے اور اسٹیمر پر سوار ہو گئے۔ اسٹیمر کے
 ڈرائیور نے انہیں سلام کیا۔

”ڈرائیور۔ جنوبی سمت میں روانہ ہو جاؤ۔ ہری اپ“..... صدیقی نے
 ڈرائیور سے تحکمانہ لہجے میں کہا تو ڈرائیور نے فوراً انجن اشارٹ کیا اور
 اسٹیمر کو ڈیک سے ہٹا کر اس کا رخ کھلے سمندر کی طرف کر دیا۔ صدیقی،
 خاور اور تنویر اس کے قریب کھڑے تھے۔ اسی لمحے ایک ہیلی کاپٹر کی آواز
 سنائی دی۔ انہوں نے مڑ کر دیکھا تو شمال کی طرف فضا میں اڑتا ہوا ہیلی
 کاپٹر نظر آیا جو نیوی کا معلوم ہوتا تھا۔ جلد ہی ہیلی کاپٹر قریب آیا اور ان
 کے اوپر سے گزر گیا۔ اس کا رخ بھی جنوب کی طرف تھا۔
 ”کیا یہ ہیلی کاپٹر بھی مجرموں کی تلاش میں جا رہا ہے“..... تنویر نے
 صدیقی اور خاور کی طرف دیکھ کر کہا۔

”معلوم نہیں۔ تم چیف کو اطلاع دے دو“..... صدیقی نے جواب میں
 کہا تو تنویر اسٹیمر کے کیبن کے قریب آیا اور وائج ٹرانسمیٹر آن کر کے
 ایکسٹو سے رابطہ قائم کرنے لگا۔

کوسٹ گارڈ کے اسٹیمر میں تنویر، خاور اور صدیقی کے علاوہ صرف
 ایک ڈرائیور تھا۔ سیکرٹ سروس کے تینوں ممبرز ایکسٹو کے حکم پر بندرگاہ
 پہنچے تو ڈیک پر اسٹیمر موجود تھا اور قریب ہی کوسٹ گارڈ کا ایک آفیسر کھڑا
 تھا جو یقیناً انہی کا انتظار کر رہا تھا کیونکہ جیسے ہی تنویر نے اس سے بات
 کی تو وہ آفیسر انہیں پہچان گیا۔
 ”کیا ہمارے سفر کے لئے اسی اسٹیمر کا انتظام کیا گیا ہے“..... تنویر
 نے بارعب انداز میں آفیسر سے کہا۔
 ”لیں سر۔ مجھے میرے چیف نے ہدایت کی تھی کہ جیسے ہی آپ لوگ
 آئیں اسٹیمر آپ کے حوالے کر دیا جائے“..... آفیسر نے مؤدبانہ لہجے
 میں کہا۔

”اسٹیمر پر عملہ کے کتنے افراد ہیں“..... خاور نے آفیسر سے پوچھا۔
 ”صرف ایک ڈرائیور ہے۔ باقی عملہ کو ہٹا دیا گیا ہے۔ کسی چیز کی

”ہیلو چیف۔ تنویر کالنگ۔ اور“..... تنویر نے کہا۔

”ایس تنویر۔ ایکسٹو انٹینڈنگ یو۔ اور“..... چند سیکنڈ بعد ٹرانسمیٹر سے ایکسٹو کی مخصوص آواز ابھری۔

”چیف۔ ہم بندرگاہ سے روانہ ہو چکے ہیں۔ اور“..... تنویر نے آؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ بین الاقوامی روٹ پر تیز رفتاری سے سفر کرو۔ تمہیں کم از کم پچاس کلو میٹر کے علاقے میں مجرموں کے اسٹیر کو تلاش کرنا ہے۔ اس کی روشنیاں بجھی ہوئی ہیں اور اس پر دس گیارہ افراد سوار ہیں جنہوں نے پاکیشیائی ماہی گیروں کے مخصوص لباس پہنے ہوئے ہیں۔ جیسے ہی وہ اسٹیر دکھائی دے اس کے قریب جانے کی بجائے دور رہ کر اس کا تعاقب کرو۔ انہیں روکنے کی کوشش مت کرنا ورنہ وہ تم پر فائرنگ شروع کر دیں گے۔ اور“..... جواب میں ایکسٹو نے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

”چیف۔ ہمارے پاس بھی مشین گنیں ہیں۔ اور“..... تنویر نے جلدی سے کہا۔

”نہیں۔ تم لوگ ہرگز فائرنگ مت کرنا کیونکہ ان کے ساتھ مغوی سفیر ہے اور فائرنگ کے نتیجے میں اس کی زندگی کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اسے ٹرین کر کے عمران کو رپورٹ دینا اور اس کی ہدایات پر عمل کرنا۔ اور اینڈ آل“..... ایکسٹو نے آخر میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو تنویر نے بھی ٹرانسمیٹر آف کیا اور اپنے ساتھیوں کے قریب آ کر نہیں ایکسٹو کی ہدایات کے بارے میں بتانے لگا۔

”اگر مجرموں کے اسٹیر کی روشنیاں آف ہیں تو پھر ہمیں ٹیلی اسکوپ سے کام لینا پڑے گا“..... خاور نے کہا۔

”لیکن نیوی والوں کی دور بین سے تاریکی میں نہیں دیکھا جاسکتا۔ اس لئے وہ ہمارے لئے بے کار ہے“..... صدیقی نے مسکرا کر کہا۔

”بہر حال کچھ تو دکھائی دے گا۔ میں لاتا ہوں“..... خاور نے کہا اور کیبن کی طرف بڑھ گیا۔ وہ کیبن میں آیا تو اندر مشین گنیں، غوطہ خوری کے مخصوص لباس اور ٹیلی اسکوپ وغیرہ موجود تھیں۔ خاور نے ٹیلی اسکوپ اٹھائی اور کیبن سے نکل کر صدیقی اور تنویر کے قریب پہنچ گیا۔ خاور نے دور بین آنکھوں سے لگائی لیکن اس سے زیادہ دور کا منظر نہ دکھائی دیا تو اس نے دور بین آنکھوں سے ہٹائی۔ اس وقت وہ بندرگاہ سے تقریباً پانچ کلو میٹر کے فاصلے پر کھلے سمندر میں عام بحری روٹ پر سفر کر رہے تھے۔ کچھ دور کسی جہاز کی روشنیاں چمک رہی تھیں اور وہ جہاز بندرگاہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ صدیقی اور تنویر بھی غور سے اندھیرے سمندر کا جائزہ لے رہے تھے۔ دفعتاً بائیں جانب کچھ فاصلے پر ایک روشنی دکھائی دینے لگی۔ وہ روشنی کسی اسٹیر یا لانچ کی معلوم ہوتی تھی اور ان کے متوازی جنوب کی سمت میں بڑھ رہی تھی۔

”کہیں وہ مجرموں کا اسٹیر تو نہیں ہے“..... تنویر نے اضطراب بھرے لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ یہ مشرقی سمت سے آیا ہے جبکہ مطلوبہ اسٹیر کو یہاں سے کافی فاصلے پر ہونا چاہئے“..... خاور نے کہا۔

حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”کیا مطلب“..... تنویر نے جلدی سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

”چیف نے بتایا تھا کہ مجرموں نے ماہی گیروں جیسے لباس پہن رکھے ہیں لیکن وہ دونوں افراد عام لباس میں ہیں“..... صدیقی نے جواب میں کہا تو تنویر نے اس سے دور بین لی اور آنکھوں سے لگا کر اسٹیمر کی طرف دیکھا تو بے اختیار اچھل پڑا۔

”اوہ۔۔۔۔۔ یہ تو چوہان معلوم ہوتا ہے۔ لباس وہی ہے جو اس نے شام کے وقت پہنا ہوا تھا“..... تنویر نے جواب میں کہا۔

”یقیناً وہ ہیرا آدمی صفدر ہوگا“..... خاور نے وثوق بھرے لہجے میں کہا اور وایچ ٹرائیمر بٹر آن کرنے کے لئے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ وایچ سے سنگٹل موصول ہوا تو خاور نے چونکتے ہوئے وایچ ٹرائیمر آن کر دیا۔

”ہیلو خاور۔۔۔۔۔ صفدر کالنگ۔ اور“..... وایچ ٹرائیمر سے صفدر کی آواز ابری۔

”لیس صفدر۔۔۔۔۔ خاور انڈنگ یو۔ کیا تم اور چوہان اسٹیمر پر موجود ہو۔ اور“..... خاور نے کہا۔

”ہاں۔ لیکن تم آگے جانے کی بجائے ہماری طرف کیوں آرہے ہو۔ اور“..... صفدر نے جواب میں کہا۔

”ہمیں شبہ ہوا تھا کہ تمہارے اسٹیمر پر مجرم ہیں۔ تصدیق کے لئے تمہارے طرف آ رہے تھے۔ اور“..... خاور نے مسکرا کر کہا۔

”ٹھیک ہے۔ لیکن اب تم رخ بدل لو۔ ایکسٹو کا حکم ہے کہ ہم پھیل

”چیک تو کرنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے مجرموں نے اب لائٹ جلائی ہو“..... تنویر نے امکان ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ یہ ممکن ہے۔ ڈرائیور اس روشنی کی طرف چلا“..... صدیقی نے ڈرائیور کو ہدایت کی تو اس نے اسٹیمر کا رخ کچھ دور نظر آنے والی روشن کی طرف کر دیا۔ کچھ فاصلہ کم ہونے پر خاور نے دور بین آنکھوں سے لگا کر روشنی کی طرف دیکھا۔ وہ روشنی ایک پرائیویٹ اسٹیمر کی تھی اور اس پر صرف دو افراد کھڑے دکھائی دے رہے تھے۔

”اس اسٹیمر پر ڈرائیور کے علاوہ صرف دو آدمی ہیں“..... خاور نے تنویر اور صدیقی سے کہا تو وہ دونوں چونک پڑے۔

”صرف دو آدمی۔ یقیناً وہ مجرموں کا اسٹیمر نہیں ہے“..... صدیقی نے جلدی سے کہا۔

”یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ باقی افراد کیمپن میں آرام کر رہے ہوں۔ تنویر نے کہا۔“

”اگر یہ وہی لوگ ہیں تو ہمیں چیف کی ہدایت کے مطابق ان کے قریب نہیں جانا چاہیے“..... خاور نے دور بین سے اس اسٹیمر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اب وہ اس اسٹیمر سے تقریباً ساٹھ ستر قدم کے فاصلے پر تھے مگر اسٹیمر پر کھڑے افراد کی شکلیں واضح نظر نہیں آ رہی تھیں۔ صدیقی نے خاور سے دور بین لی اور آنکھوں سے لگا کر دوسرے اسٹیمر کی طرف دیکھا تو بے اختیار چونک پڑا۔

”ارے۔ یہ لوگ تو کوئی اور ہی معلوم ہوتے ہیں“..... صدیقی نے

نہیں کیا کرتے۔ اور..... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا تو خاور اور صدیقی بے اختیار مسکرانے لگے لیکن تنویر کو غصہ آنے لگا۔

”عمران صاحب۔ آپ فضاء میں کس کا شکار کر رہے ہیں۔ اور۔“
خاور نے پوچھا۔

”خرگوش کا لیکن وہ کمبخت نہ جانے کہاں نکل گئے ہیں۔ ابھی تک تو ان کی دم بھی نظر نہیں آئی۔ بہر حال تم رکے بغیر سفر کرتے رہو۔ میں آگے جا رہا ہوں۔ ضرورت پڑی تو دوبارہ کال کروں گا۔ اور اینڈ آل..... عمران نے آخر میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو تنویر نے بھی وائج ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”احق کہیں کا۔ خود کو عقاب اور دوسروں کو خرگوش سمجھتا ہے.....“ تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا تو خاور اور صدیقی اس کی جھلاہٹ پر بے اختیار مسکرانے لگے۔

کر آگے بڑھیں تاکہ وسیع ایریا میں بحرموں کے اسٹیمر کو تلاش کیا جائے۔ اور اینڈ آل..... صفدر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا خاور نے بھی ٹرانسمیٹر آف کیا اور اسٹیمر کے ڈرائیور کو ہدایات دینے لگا تھوڑی دیر بعد وہ صفدر اور چوہان کے اسٹیمر سے کافی دور نکل آئے۔ اور صفدر کے اسٹیمر کی روشنی نظر نہیں آ رہی تھی۔ بیکراں سمندر میں تاحدا سیاہ پانی کے سوا کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد مغرب کی جانب سے ہیلی کاپٹر آتا دکھائی دیا اور پھر ان سے کچھ فاصلے پر مشرق کی جانب چلا گیا۔

”یہ تو وہی ہیلی کاپٹر معلوم ہوتا ہے جو پہلے بھی دکھائی دیا تھا“ صدیقی نے ہیلی کاپٹر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور اسی لمحے خاور نے وائج ٹرانسمیٹر پر سگنل موصول ہوا تو اس نے چونکتے ہوئے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو تنویر۔ عمران کالنگ۔ اور.....“ ٹرانسمیٹر سے عمران کی آواز آئی جس میں شور بھی شامل تھا۔

”بس عمران۔ تنویر اینڈنگ یو۔ اور.....“ تنویر نے کہا۔

”تم لوگ مشرقی جانب بڑھو۔ اور.....“ عمران کی آواز سنائی دی۔

”اوہ۔ کیا تم ہیلی کاپٹر میں ہو عمران۔ اور.....“ تنویر نے چونک

پوچھا۔

”تو کیا مجھے سمندر کی تہ میں ہونا چاہیے۔ اللہ کے بندے عقاب ہمیشہ ہواؤں میں پرواز کرتے ہیں، تمہاری طرح پانی میں جھینگوں کا ش

کریں۔ چنانچہ اسی امکان کے پیش نظر اس نے رخ تبدیل کیا تھا۔ تنویر سے پہلے اس نے صفدر اور چوہان سے بھی وائج ٹرانسمیٹر پر بات کی تھی اور انہیں بھی مشرق کی سمت بڑھنے کی ہدایت کی تھی۔ اس کی ہدایت پر بلیک زیرو نے بھی ایکسٹو کی حیثیت سے تنویر کو کال کی تھی تاکہ ممبرز کو احساس رہے کہ ایکسٹو ان کے قریب ہی موجود ہے اور وہ سستی یا غفلت کا مظاہرہ نہ کریں۔

تھوڑی دیر بعد اچانک سمندر میں کافی دور روشنی حرکت کرتی دکھائی دی تو عمران چونک پڑا۔ وہ سنگل روشنی کسی اسٹیمر یا لائج کی معلوم ہوتی تھی اور شمال سے جنوب کی طرف بڑھ رہی تھی۔ جہاز رانی کے عام راستے سے تقریباً بیس کلومیٹر دور کسی کا رات کے اندھیرے میں سفر کرنا انتہائی خطرناک تھا اور وہی لوگ ایسے خطرے مول لے سکتے تھے جو کسی کی نگاہوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہوں۔ عمران نے فوراً پائلٹ کو رفتار کم کرنے کی ہدایت کی اور سوچنے لگا کہ اس روشنی کے قریب جائے یا آگے جا کر واپس آتے ہوئے اس اسٹیمر کا جائزہ لے۔ اگرچہ ہیلی کاپٹر میں سرچ لائٹ نصب تھی لیکن عمران نے ابھی تک اس سے کام لینے کی کوشش نہیں کی تھی کیونکہ ممکن تھا کو سرچ لائٹ دیکھ کر مجرم سمجھ جاتے کہ انہیں تلاش کیا جا رہا ہے اور وہ ہیلی کاپٹر کو نشانہ بنا ڈالتے۔ اسٹیمر کے قریب جانے میں بھی یہی خطرہ تھا۔

عمران کے سوچتے سوچتے ہیلی کاپٹر اس اسٹیمر کے اوپر سے گزر گیا۔ اس وقت اگرچہ اسٹیمر سے ہیلی کاپٹر کم از کم سو میٹر کی بلندی سے گزرا تھا

نیوی کے ہیلی کاپٹر میں عمران اور پائلٹ کے سوا کوئی نہ تھا اور ہیلی کاپٹر سمندر کے اوپر مشرق کی سمت میں پرواز کر رہا تھا۔ عمران نے تنویر کو کال کرنے کے بعد ٹرانسمیٹر آف کیا اور دوبارہ پائلٹ کی سائیڈ سیٹ پر آ بیٹھا۔ وہ کال کرنے کے لئے پائلٹ کی عقبی سیٹ پر گیا تھا تاکہ پائلٹ وائج ٹرانسمیٹر کے راز سے آگاہ نہ ہو سکے لیکن کال کرنے کے دوران بھی نیچے سمندر کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ پائلٹ کے قریب بیٹھ کر وہ دوبارہ نیچے جھانکنے لگا۔ ابھی تک مطلوبہ اسٹیمر نظر نہیں آیا تھا۔ جہاز رانی کے مخصوص راستے پر کئی بحری جہاز اور لائجیں سفر کر رہی تھیں۔ اب عمران کی ہدایات پر پائلٹ مشرقی سمت ہیلی کاپٹر لے جا رہا تھا۔ عمران کو اچانک خیال آیا تھا کہ چونکہ مجرموں کو اپنے تعاقب اور تلاش کئے جانے کا خوف ہو گا اس لئے وہ عام سمندری راستے سے کافی ہٹ کر سفر کر رہے ہوں گے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ مجرم عارضی طور پر کسی جزیرے یا ٹاپو پر پناہ لینے کی کوشش

لباسوں میں سے ایک لباس اٹھا کر پہننے لگا۔ تیار ہو کر اس نے اپنا ریوالور بھی واٹر پروف لباس میں رکھا اور پائلٹ کے قریب پہنچ گیا۔ اتنی دیر میں ہیلی کاپٹر مشتبہ اسٹیر سے کئی کلومیٹر کے فاصلے پر پہنچ کر رخ بدل رہا تھا۔

”سر۔ کیا آپ رسہ کے ذریعے اتریں گے؟“..... پائلٹ نے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

”نہیں۔ اس میں وقت لگے گا جبکہ میں چاہتا ہوں کہ مجرموں کو میں نظر نہ آؤں“..... عمران نے مسکرا کر کہا۔ پائلٹ نے اسٹیر کے روٹ پر آ کر ہیلی کاپٹر کا رخ اسٹیر کی طرف کر دیا اور اس کی بلندی بھی کم کرنے لگا۔ اسٹیر کی روشنی ایک نقطے کی مانند دکھائی دے رہی تھی اور وہ نقطہ آہستہ آہستہ بڑا ہوتا جا رہا تھا۔ کچھ دیر میں ہیلی کاپٹر سمندر کی سطح آب سے تقریباً پندرہ فٹ کی بلندی پر آ گیا اور مطلوبہ اسٹیر کا فاصلہ بھی کم ہو کر تقریباً ایک کلومیٹر رہ گیا تب عمران نے پائلٹ کو رکنے کا اشارہ کیا اور اس نے ہیلی کاپٹر کی رفتار کم کرتے ہوئے ایک لیور کو حرکت دی تو ہیلی کاپٹر معلق ہو گیا اور عمران نے دروازہ کھل کر نیچے جھانکا تو سمندر پر سکون نظر آ رہا تھا۔

”تم میرے کودتے ہی مغرب کی سمت میں چلے جانا اور اپنے اسٹیر میں چلے جانا۔ اللہ حافظ“..... عمران نے پائلٹ سے کہا اور مڑ کر سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ وہ چھپاک کی زور دار آواز کے ساتھ سمندر میں گر کر کئی فٹ تک زیر آب ہوتا چلا گیا۔ پھر اس نے خود کو سنبھالا اور اوپر

لیکن پہلے کی نسبت اسٹیر کچھ واضح نظر آیا تھا اور اس کی صرف فرنٹ کی لائٹ روشن تھی۔

”دیکھیں۔ روشنیاں آف کر دو اور رخ بدل کر اس سمت بڑھو جس طرف وہ اسٹیر جا رہا ہے۔ تمہیں اسٹیر سے کم از کم دو کلومیٹر کے فاصلے پر پہنچنا ہے“..... کچھ دور آ کر عمران نے پائلٹ سے کہا اور اسے مزید ہدایات دینے لگا اسے یقین ہو گیا تھا کہ سمندر میں نظر آنے والا اسٹیر مجرموں ہی کا ہے اور اس تک پہنچنے کے لئے عمران نے ایک خطرناک فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ اپنی سیٹ سے اٹھ کر ہیلی کاپٹر کے عقبی حصے میں آیا اور وایج ٹرانسمیٹر پر صفدر کو کال کرنے لگا۔

”ہیلو صفدر۔ عمران کالنگ۔ اور“..... عمران نے ٹرانسمیٹر منہ کے قریب کر کے کہا۔

”لیس عمران صاحب۔ صفدر اینڈنگ یو۔ اور“..... چند سیکنڈ بعد ٹرانسمیٹر سے صفدر کی آواز بلند ہوئی۔

”ایک اسٹیر عام راستے سے تقریباً بیس کلومیٹر کے فاصلے پر جنوب کی سمت میں سفر کر رہا ہے اس کے فرنٹ کی ایک لائٹ جل رہی ہے۔ تم اسی سمت میں اس کے پیچھے بڑھو اور اس سے کم از کم نصف کلومیٹر کے فاصلے پر پہنچ جاؤ۔ تنویر کو بھی کال کر کے یہی ہدایات دے دو۔ اپنے اسٹیر کی روشنیاں بجھائے رکھنا۔ میں فرنٹ کی جانب سے اس تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اور اینڈ آل“..... عمران نے ہدایات دیتے ہوئے آخر میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے ہیلی کاپٹر میں رکھے غوطہ خوری کا

اٹھنے لگا۔ چند لمحوں بعد اس نے سطح آب سے سر نکال کر دیکھا تو یہ
کا پڑکا بولا مغرب کی جانب کافی فاصلے پر پہنچ چکا تھا جبکہ شمال کی سر
میں اسٹیر کی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ عمران کے اندازے کے مطابق
اسٹیر ابھی نصف کلومیٹر سے زیادہ فاصلے پر تھا۔ چنانچہ عمران پانی کے ا:
ہی اندر اسٹیر کی طرف تیرنے لگا۔ چند منٹ بعد اس نے پھر پانی سے
نکال کر اسٹیر کی طرف دیکھا تو اسٹیر تقریباً سو میٹر دور تھا۔ عمران سطح آ
کے نیچے ہو کر اسٹیر کے راستے سے چند فٹ بائیں جانب ہٹ گیا
پھر دوبارہ اسی سمت میں تیرنے لگا۔ اسٹیر کی فرنٹ لائٹ سے سمندر
سطح روشن ہو رہی تھی اور عمران صرف تین فٹ کی گہرائی میں آگے بڑھ
تھا جلد ہی پانی میں اسٹیر کا ارتعاش محسوس ہونے لگا تو عمران نے
سے تھوڑا سا سر نکال کر اسٹیر کی طرف دیکھا۔ اسٹیر اب تقریباً پچیس
کے فاصلے پر رہ گیا تھا اور اس کے سامنے کے حصے میں دو افراد کھڑ
دکھائی دے رہے تھے۔ عمران اس کے راستے سے چند فٹ کے فاصلے
تھا ایک آدمی اسٹیر کی جانب تھا۔ عمران نے ایک مرتبہ پھر خود کو پانی
چھپا لیا اور جیسے ہی پانی میں لہریں پیدا ہونے لگیں، اس نے پانی سے
نکال کر دیکھا۔ اسٹیر اب چند گز کے فاصلے پر تھا۔ فرنٹ پر کھڑے دو
افراد سامنے کی جانب دیکھ رہے تھے۔

عمران تیزی سے آگے بڑھا اور جیسے ہی اسٹیر اس کے قریب -
گزرنے لگا۔ عمران نے یکدم اچھل کر اسٹیر کے پہلو میں نصب پائیدا
کا ڈنڈا پکڑ لیا۔ اس نے تیزی سے پائیداں پر اپنی گرفت مضبوط کی

پھر اگلے ہی لمحے اس نے پائیداں پر چڑھ کر ریلنگ پر ہاتھ جما دیئے۔
اسٹیر فل رفتار سے سمندر کے سینے پر دوڑ رہا تھا اور چونکہ سمندر پر سکون
تھا، اس لئے اسٹیر کو جھٹکنے نہیں لگ رہے تھے۔ عمران ریلنگ پکڑ کر اوپر
چڑھا اور اسٹیر کے عرشہ پر سینے کے بل دراز ہو گیا۔ کچھ فاصلے پر کھڑا
شخص بدستور عقبی سمت میں دیکھ رہا تھا۔ اگر وہ مزتا تو بھی اندھیرے کے
سبب فوری طور پر اس کی عمران پر نگاہ نہیں پڑ سکتی تھی لیکن عمران اسے
چھاپنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ چنانچہ وہ اس آدمی کی طرف رینگنے لگا۔ اگرچہ
اسٹیر کے شور میں اس آدمی کو کچھ سنائی نہیں دے سکتا تھا، اس کے باوجود
عمران بڑے محتاط انداز میں فرش پر سینے کے بل اس کی طرف بڑھ رہا
تھا۔ جلد ہی وہ اس آدمی کے قریب جا پہنچا۔ اس نے اپنے لباس سے
سائینلرڈ ریوالور نکالا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ ٹھیک اسی لمحے اس شخص چہرہ گھما
کر پیچھے دیکھنے کی کوشش کی ہی تھی کہ عمران نے بجلی کی سی تیزی سے
ایک بازو اس شخص کی گردن کے گرد لپیٹتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے
ریوالور کا دستہ اس کے سر پر رسید کر دیا۔ اس آدمی کے حلق سے کراہ نکلی
لیکن اسٹیر کے شور میں دب گئی اور اس کا جسم ڈھیلا پڑتا چلا گیا۔ عمران
نے اس کے بے ہوش ہونے کے بعد اس کا جسم آہستہ سے فرش پر لٹایا
اور قدم بڑھا کر اسٹیر کے عقبی حصے کا جائزہ لیا تو وہاں اور کوئی ذی روح
موجود نہیں تھا۔ عمران جھکا کیبن کے قریب عقب میں آیا۔ کیبن کی عقبی
کھڑکی بند تھی لیکن اس میں لگے شیشے سے کیبن میں ہلکی زرد روشنی نظر آ
رہی تھی۔ عمران اسی طرح جھکا ہوا آگے بڑھا اور کیبن کی نکر پر رک کر

اس نے اسٹیمر کی دوسری سائیڈ کی طرف جہاز کا تو کیبن کا دروازہ کھلا تھا لیکن اس طرف کوئی آدمی موجود نہ تھا۔

مطمئن ہو کر عمران پیچھے بنا اور تیزی سے غوط خوری کا لباس اتار کر وہاں پڑے مچھلی پکڑنے والے جال کے ڈھیر کے نیچے چھپا دیا۔ پھر وہ کیبن کی آڑ سے نکلا اور بے ہوش آدمی کو اٹھا کر واپس کیبن کے پیچھے آیا اور بیٹھ کر جلدی جلدی اس آدمی کے جسم سے مانی گیروں والا لباس اتارنے لگا۔ عمران نے اپنے بدن پر موجود لباس کے اوپر مانی گیروں وال لباس پہنا پھر بے ہوش آدمی کو اٹھا کر عقبی ریلنگ کے پاس آیا اور اس آدمی کو بازوؤں سے تھام کر اس کا جسم ریلنگ کے اوپر سے سمندر میں لٹکانے کے بعد آرام سے اسے پانی میں گرا دیا۔ دوسرے ہی لمحے اس شخص کا جسم سیاہ پانی میں غائب ہو چکا تھا عمران مڑا اور ہاتھ میں ریوالور لئے کیبن کے عقب میں پہنچ گیا۔ کیبن کی کھڑکی عمران کے سر سے تقریباً ایک فٹ کی بلندی پر تھی اور اندر سے ہلکی ہلکی انسانی آواز سنائی دے رہی تھی۔ کیبن کی دیوار کے ساتھ تیل سے بھرے دو بیرل الگ الگ رکھے تھے۔ کھڑکی سے اندر کا جائزہ لینے کے لئے عمران نے ایک بیرل اٹھا کر لمبائی کے رخ میں فرش پر رکھا اور فرش پر دوسرا بیرل رکھ دیا۔ پھر اس نے ان پر دونوں پیر رکھے اور اس کا سر کھڑکی کے قریب پہنچ گیا۔ کھڑکی مکمل طور پر بند نہیں تھی اور وہاں سے اندر جھانکنا خطرناک ثابت ہو سکتا تھا لیکن رسک لئے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ چنانچہ عمران نے تھوڑا سا سر اونچا کر کے ایک لمحہ کے اندر جھانکا اور فوراً ہی سر نیچے کر لیا۔

ایک نگاہ میں ہی وہ کیبن کے اندر کا جائزہ لے چکا تھا۔ کیبن میں مدہم روشنی کا ایک بلب روشن تھا اس روشنی میں چھ افراد فرش پر بیٹھے بائیں جانب سیٹ پر بیٹھے شیش کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ان سب کے جسموں پر مانی گیروں کے لباس تھے۔ کرسی پر بیٹھے شخص کے سامنے میز پر ایک درمیانہ سائز کا ٹرانسمیٹر رکھا تھا۔ وہ ادھیڑ عمر شخص تھا۔ اس کے جڑے ابھرے ہوئے، پیشانی کشادہ اور آنکھوں میں چمک تھی۔ اگرچہ دوسرے افراد کی طرح وہ شخص بھی پاکیشائی نظر آ رہا تھا۔ عمران کے اندازے کے مطابق وہی میجر سام تھا۔ کیبن کی سامنے والی دیوار کے پاس لکڑی کا ایک تابوت فرش پر رکھا تھا۔ عمران کو یقین تھا کہ اس تابوت میں مغوی سفیر بند ہوگا۔

چند لمحوں بعد عمران نے دوبارہ اندر جھانکنے کا ارادہ لیا ہی تھا کہ اندر سے سیٹی کی مخصوص آواز ابھری اور عمران چونک پڑا۔ یقیناً وہ ٹرانسمیٹر سے بلند ہونے والی گنگل کی آواز تھی۔ چنانچہ عمران نے فوراً ہی اپنا دھانکا کان کھڑکی کی چوکھٹ سے لگا دیا اور اندر کی آواز سننے کی کوشش کرنے لگا۔

”ہیلو میجر سام۔ کیپٹن ہیبرس فرام ایم ٹی جیوش کالنگ۔ اوور۔“ سیٹی کی آواز بند ہوگئی اور ایک بھاری آواز سنائی دی۔

”ایس کیپٹن ہیبرس۔ میجر سام ریسپونڈ یو۔ اوور۔“..... اندر سے دوسری آواز سنائی دی جو پہلی آواز سے زیادہ بلند تھی۔

”میجر سام۔ مجھے نیول چیف نے حکم دیا ہے کہ آپ سے رابطہ قائم کروں۔ میرا جہاز اس وقت پاکیشیا سے ڈیڑ سو کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔

”لیس کیپٹن ہیرس۔ فی الحال تو ٹل گیا ہے لیکن دوبارہ خطرہ دکھائی دیا تو ہم اس ہیلی کاپٹر کو نشانہ بنا ڈالیں گے تاکہ اطمینان سے آپ کے جہاز تک پہنچ سکیں۔ اوور“..... میجر سام نے ہنس کر کہا۔

”نہیں میجر سام۔ میرا مشورہ ہے کہ یہ غلطی مت کیجئے گا۔ اوور۔“

کیپٹن ہیرس نے جلدی سے کہا۔

”کیوں۔ کیوں کیپٹن ہیرس۔ اوور“..... میجر سام کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

”اس طرح آپ مکمل طور پر خطرے میں گھر جائیں گے کیونکہ ہیلی کاپٹر کے تباہ ہوتے ہی اس کا کنٹرول ٹاور سے رابطہ ختم ہو جائے گا اور اس کی تلاش میں ہیلی کاپٹر کا پورا اسکرپڈ انڈ پڑے گا بلکہ کوسٹ گارڈز والے بھی حرکت میں آ جائیں گے۔ پھر نہ صرف آپ کے لئے بلکہ ہمارے لئے بھی مسئلہ پیدا ہو جائے گا اور ہو سکتا ہے ہمارے جہاز پر حملہ کر دیا جائے کیونکہ پاکیشیا، اسرائیل کا بدترین دشمن ہے۔ اوور“..... کیپٹن ہیرس نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ہم ہیلی کاپٹر تباہ نہیں کریں گے“..... میجر سام نے کہا۔

”کیا آپ تابوت تل ایب لے جانا چاہتے ہیں۔ اوور“..... کیپٹن ہیرس کی آواز سنائی دی۔

”لیس کیپٹن ہیرس۔ ہمارا مقصد اتنا ہی ہے۔ اوور اینڈ آل“..... میجر سام نے آخر میں کہا تو عمران دیوار کے قریب رکھے بیرل سے اتر آیا۔

مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ کا اسٹیمر ہماری جانب آ رہا ہے۔ آپ کہاں ہیں۔ اوور“..... کیپٹن ہیرس کی آواز آئی تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

”لیس کیپٹن ہیرس۔ ہمیں ایمر جنسی طور پر وقت سے پہلے ہی پاکیشیا کی بندرگاہ سے روانہ ہونا پڑا تھا اور ہم عام روٹ سے کافی فاصلے پر مشرق کی جانب موجود ہیں۔ اب ہم آپ کے راستے کی طرف مڑ جاتے ہیں۔ اس وقت پانچ بجے ہیں ایک گھنٹہ بعد اجالا پھیلنے لگے گا۔ اتنے وقت میں ہم آپ کے راستے پر پہنچ جائیں گے لیکن مجھے بتایا گیا تھا کہ آپ کا شپ نو بجے پاکیشیا کی بندرگاہ کے قریب سے گزرے گا۔ اوور“..... اندر سے میجر سام کی آواز سنائی دی۔

”آپ کو درست بتایا گیا تھا لیکن بعد میں مجھے حکم دیا گیا کہ یہ جہاز کی رفتار میں اضافہ کر کے جلد سے جلد پاکیشیا کے قریب پہنچوں۔ آپ لوگ وہاں سے روانہ ہو چکے ہیں اور خطرے میں ہیں۔ اوور“..... کیپٹن ہیرس نے جواب میں کہا۔

”ہاں۔ یہ درست ہے۔ دو مرتبہ ایک ہیلی کاپٹر ہماری طرف آیا تھا پاکیشیا کی نیوی کا تھا لیکن شاید وہ ہمیں نہیں دیکھ سکا تھا کیونکہ ہم اسٹیمر کی تمام لائٹس آف کر رکھی تھیں۔ تھوڑی دیر پہلے وہ مغربی ساحل کی جانب گیا تھا اور ابھی تک دوبارہ نظر نہیں آیا۔ اوور“..... کیپٹن سام آواز سنائی دی۔

”اس کا مطلب ہے کہ خطرہ ٹل گیا ہے۔ اوور“..... کیپٹن ہیرس۔

کہا۔

اب وہ میجر سام کے پورے پروگرام سے آگاہ ہو چکا تھا۔ میجر سام اور اس کے ساتھی مغوی سفیر کو اسرائیلی بحری جہاز کے ذریعے قتل ایب لے جانا چاہتے تھے۔ یقیناً اس جہاز کو قتل ایب سے احکامات دیئے گئے تھے اس لئے جہاز کے کپتان نے ٹرانسمیٹر پر میجر سام سے بات کی تھی۔ عمران کے ذہن میں سوال ابھرا کہ میجر سام اور اس کے آدمیوں کو یہیں ختم کر دیا جائے تاکہ وہ جہاز تک نہ پہنچ سکیں یا اسرائیلی جہاز کو بھی تباہ کر دیا جائے۔ وہ چند لمحوں تک سوچتا رہا پھر کہیں سے چند میٹر کے فاصلے پر آکر اس نے وائچ ٹرانسمیٹر آن کیا اور صفدر کو کال کرنے لگا۔

”ہیلو صفدر۔ عمران کالنگ۔ اور“..... اس نے ٹرانسمیٹر منہ کے قریب لا کر آہستہ سے کہا۔

میجر سام نے کیپٹن ہیئرس سے بات کرنے کے بعد ٹرانسمیٹر آف کیا اور کچھ سوچنے لگا۔ کیپٹن میں بیٹھے اس کے ماتحت خاموشی سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

”فریٹک۔ ڈرائیور سے کہو کہ اسٹیر کا رخ بدل کر بین الاقوامی روڈ کی طرف بڑھے“..... میجر سام نے اپنے ایک ماتحت سے تحکمانہ لہجے میں کہا اور فریٹک نامی وہ شخص اٹھ کر کیپٹن کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

”باس۔ جہاز تو ابھی ستر، اسی کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ کیا ہم اتنی دیر میں اس تک پہنچ جائیں گے“..... ایک ممبر نے مودبانہ لہجے میں میجر سام سے کہا۔

”ہاں۔ ہم جہاز سے پہلے ہی اس کے راستے میں پہنچ جائیں گے اور وہاں ٹھہر کر اس کے قریب آنے کا انتظار کریں گے یا پھر خود اس کی

”لیس عمران صاحب۔ صفدر اسٹینڈنگ یو۔ اور“..... فوراً ہی ٹرانسمیٹر سے صفدر کی آواز ابھری تو عمران نے اسے چند ہدایات دیں اور مجرموں کے اسٹینمر کی پوزیشن بتا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا پھر وہ دوبارہ کیپٹن کے قریب آیا اور تیل کے بیرل پر چڑھ کر کھڑکی سے اندر کی آوازیں سننے کی کوشش کرنے لگا لیکن اندر خاموشی تھی۔ اس نے تھوڑا سا اونچا کر کے کھڑکی سے اندر جھانکنے کی کوشش کی لیکن اسی لمحے کوئی چیز اس کی کمر سے آگئی تو اس نے تیزی سے چہرہ گھما کر پیچھے دیکھا اور یکدم اپنی جگہ ساکت ہو کر رہ گیا۔

رف دیکھا اور یکدم اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔ اندھیرے کے باوجود مورس نے پہچان لیا تھا کہ ماہی گیروں والے لباس میں لمبوس شخص ان کا ساتھی بن تھا۔

”خبردار۔ ہاتھ بلند کر کے نیچے آ جاؤ ورنہ شوٹ کر دوں گا۔“ مورس نے جھکمانہ لہجے میں اس آدمی سے کہا جو کہ عمران تھا۔ عمران نے ہاتھ اٹھائے اور بیرل سے اترنے کے بعد ایک پاؤں نیچے فرش پر رکھا ہی تھا کہ یکدم لڑکھڑا کر مورس پر آگرا اور سرین کے ہاتھ سے ریوالور گر گیا۔ دوس لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا ہی تھا کہ عمران نے جلدی سے سنبھل کر کھڑی ہتھیلی سے مورس کی گردن پر وار کیا اور مورس بے جان ہو کر فرش پر گر رہا تھا۔ کراٹے بھر پور کے وار نے مورس کی گردن توڑ ڈالی تھی۔ عمران نے کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر مورس کو فرش سے اٹھایا اور عقبی ریٹنگ کے پاس آ کر اسے سمندر میں پھینک دیا۔ چھپاک کی آواز ابھری اور مورس کا جسم پانی میں غائب ہوتا چلا گیا۔

اس سے فارغ ہو کر عمران مڑا اور کیبن کی طرف بڑھا ہی تھا کہ کیبن سے ایک آدمی نکلتا دکھائی دیا تو عمران تیزی سے مڑا اور ریٹنگ پکڑ کر اسٹیمر سے نیچے لنک گیا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے اسٹیمر کی بیرونی جانب نصب کڑا پکڑا اور گردن تک پانی میں لنک کر دوسرے ہاتھ سے اسٹیمر کے نیچے کڑے کو گرفت میں لے لیا جو سطح آب سے تھوڑا نیچے موجود تھا اور پھر وہ اوپر ریٹنگ کی طرف دیکھنے لگا۔ یہ اقدام اس نے اس خطرے کے پیش نظر کیا تھا کہ کیبن سے نکلنے والا شخص اپنے ساتھی کو غائب پا کر

طرف جائیں گے۔۔۔۔۔ میجر سام نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور اسی لمحے ایک آدمی کیبن میں داخل ہوا۔

”باس۔ اسٹیمر کا فیول ختم ہونے والا ہے۔۔۔۔۔ اس آدمی نے میجر سام کی طرف دیکھ کر مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”کیا ایکسٹرا بیرل ختم ہو چکے ہیں۔۔۔۔۔ میجر سام نے چونک کر پوچھا۔

”نہیں باس۔ دو بیرل موجود ہیں۔۔۔۔۔ اس آدمی نے جواب میں کہا۔

”مورس۔ جاؤ اور دونوں بیرل ٹینکی میں ڈال دو۔۔۔۔۔ میجر سام نے وہاں بیٹھے ایک آدمی سے کہا تو وہ شخص اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

”مارکر۔ تم ڈرائیور کے پاس بٹھو۔ مورس ٹینکی میں تیل ڈالے گا۔

میجر سام نے اطلاع دینے والے شخص سے کہا اور وہ مڑ کر کیبن سے نکل گیا۔ مورس بھی کیبن سے باہر آیا اور اسٹیمر کے عقب کی طرف بڑھا لیکن پھر چونک پڑا۔ اس طرف پہرہ دینے والا اس کا ساتھی گورڈن اپنی جگہ موجود نہیں تھا۔ مورس اس کے بارے میں سوچتا ہوا آگے بڑھا تو گورڈن عقبی جانب بھی نظر نہ آیا تو مورس کیبن کے عقب کی جانب مڑا مگر دوسرے ہی لمحے چونک کر پیچھے ہٹا اور آڑ میں ہو کر اس نے اپنی جیب سے ریوالور نکال لیا پھر وہ دبے پاؤں آگے بڑھا اور عقب کی جانب مڑتے ہی اس نے یکدم کیبن کی دیوار کے ساتھ تیل کے بیرل پر کھڑے شخص کی کمر سے ریوالور لگا دیا۔ اس شخص نے سر گھما کر مورس کی

اس طرف آسکتا تھا۔ تقریباً تین منٹ گزر گئے اور رینگ کے پار نہ آیا تو عمران مطمئن ہو گیا۔ اس نے دوبارہ اوپر جانے کے لئے، کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ ایک آواز ابھری۔

”مورس کہاں گیا۔ تیل کے بیرل تو یہاں پڑے ہیں“..... کسی نے بلند آواز میں کہا۔

”کیا ہوا مارکر“..... ایک دوسری آواز سنائی دی۔

”مورس اور گورڈن غائب ہیں۔ گورڈن یہاں ڈیوٹی دے رہا تھا مورس تین کے بیرل لینے آیا تھا ادھر“..... پہلے شخص مارکر نے جواب کہا۔

”اوہ۔ کہیں وہ سمندر میں تو نہیں گر گئے“..... دوسرے شخص کی ہوئی آواز سنائی دی۔

”پاگل مت ہو فرینک۔ وہ دونوں اکٹھے کیسے گر سکتے ہیں“..... نے کہا۔

”تم بیرل ٹینکی میں ڈالو۔ میں باس کو اطلاع دیتا ہوں“..... جوا میں فرینک کی آواز ابھری تو عمران سمجھ گیا کہ اب مورس اور گورڈن تلاش شروع ہو جائے گی۔

چند لمحوں بعد اسٹیمر کی عقبی بتیاں روشن ہو گئیں اور عمران نے تیر سے سر نیچے پانی میں چمپا لیا۔ اسٹیمر اپنی مخصوص رفتار سے دوڑ رہا تھا عمران نے اسٹیمر کے پینڈے میں نئے کنڈے کو مضبوطی سے ہاتھ گرفت میں لے رکھا تھا اور اسٹیمر اسے کھینچنے لئے جا رہا تھا۔ اس کا جسم

نٹ تک پانی میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس حالت میں زیادہ دیر تک سانس روکے رکھنا ممکن نہیں تھا لیکن عمران جانتا تھا کہ اس وقت اس نے سانس لینے کے لئے اپنا سر پانی سے نکالا تو اوپر سے اسے دیکھ لیا جائے گا۔ پانی کی چمکتی سطح سے اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ٹار جوں کی روشنی پانی میں ڈالی جا رہی تھی۔ تقریباً تین منٹ بعد ہی عمران کا دم کھٹنے لگا۔ غوطہ خوری کے ماسک اور آکسیجن سلنڈر کے بغیر زیادہ دیر تک سانس روکنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا لیکن اوپر بھی موت تھی اور اسے دیکھتے ہی مجرم اسے اپنی گولیوں سے چھلنی کر سکتے تھے۔ مزید چند لمحوں بعد عمران کو محسوس ہوا کہ اس نے سانس نہ لیا تو زندہ نہیں رہ سکے گا مگر ٹھیک اسی لمحے پانی کی سطح تاریک ہو گئی اور عمران نے تیزی سے بلند ہو کر اپنا چہرہ پانی سے باہر نکال لیا اور اس نے گہرے گہرے سانس لیتے ہوئے اوپر کی طرف دیکھا تو رینگ کے پاس کوئی شخص نظر نہ آیا۔

”یہ غوطہ خوری کا لباس کہاں سے آیا ہے“..... دفعتاً میجر سام کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

”معلوم نہیں باس۔ میں نے ابھی دیکھا ہے۔ یہ جال کے نیچے رکھا تھا۔ ادھر سیرھی کے پاس بھی فرش گیلیا ہے۔ لگتا ہے کوئی شخص اس طرف سے اوپر آیا تھا اور اس نے اپنا لباس اتار کر جال کے نیچے چھپایا دیا تھا“..... فرینک نامی شخص کی آواز ابھری۔

”اوہ۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ دور دور تک کسی اسٹیمر یا بوٹ کا نام و نشان نہیں ہے۔ کیا وہ شخص کسی آبدوز کے ذریعے یہاں تک پہنچا تھا۔ کسی

ساحل سے بھی اس غوطہ خور کا اتنی دور آنا ممکن نہیں ہے۔۔۔۔۔ جواب میں مارکر نے کہا۔

”لیکن مسئلہ تو گورڈن اور مورس کا ہے۔ وہ دونوں کہاں گئے۔“ میجر سام نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”باس۔ مجھے تو لگتا ہے کہ ان دونوں کے غائب ہونے میں اسی غوطہ خور کا ہاتھ ہے۔۔۔۔۔ فرینک کی آواز سنائی دی۔

”احق ہو تم۔ ایک آدمی دو افراد کو کیسے غائب یا اغوا کر سکتا ہے۔ کہاں لے گیا ہو گا وہ انہیں۔۔۔۔۔ میجر سام نے غصے سے کہا۔

”آبدوز۔ ہو سکتا ہے واقعی ہمارے آس پاس سمندر میں کوئی آبدوز موجود ہو اور ہماری بے خبری میں غوطہ خور نے ہمارے دونوں ساتھیوں کو کسی طرح بے ہوش کر کے آبدوز میں منتقل کیا ہو۔۔۔۔۔ فرینک نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”پھر تو ہم سب خطرے میں ہیں۔ ڈرائیور سے کہو رفتار بڑھا دے اور تم سب ہتھیار سنبھال لو۔ جیسے ہی آس پاس کوئی شخص نظر آئے یا آبدوز دکھائی دے اسے تباہ کر دو۔۔۔۔۔ میجر سام نے اضطراب بھرے لہجے میں کہا۔

”باس۔ کیا لائٹس آف کر دی جائیں۔۔۔۔۔ مارکر کی آواز سنائی دی۔

”ہاں۔ پوزیشن سنبھال لو تاکہ اچانک فائرنگ کی زد میں نہ آ جاؤ۔ ویسے میرا اندازہ ہے کہ آبدوز والے حملہ کرنے سے گریز کریں گے تاکہ شوگرانی سفیر کو نقصان نہ پہنچے۔ میں کیپٹن بیہرس سے بات کرتا ہوں۔“

میجر سام نے جلدی سے کہا اور اس کے ساتھ ہی عرشہ سے آوازیں آنا بند ہو گئیں۔ چند لمحوں بعد اسٹیمر کی روشنیاں بجھ گئیں اور وہاں دوبارہ تاریکی پھیل گئی تو عمران نے اطمینان کا سانس لیا۔ اب اوپر سے کوئی شخص نیچے جھانکتا بھی تو اندھیرے کے سبب عمران اسے نظر نہیں آ سکتا تھا لیکن اب اس کا اسٹیمر کے عرشہ پر چڑھنا ممکن نہیں رہا تھا کیونکہ عقبی ریلنگ کے پاس دو افراد کھڑے تھے۔ اگر عمران عقب سے ہٹ کر اسٹیمر کے دائیں یا بائیں پہلو کی طرف جانے کی کوشش کرتا تو نا کام رہتا کیونکہ اسٹیمر کا گول کڑا چھوڑتے ہی تیز رفتار اسٹیمر اس سے دور نکل جاتا اور عمران کا تیر کر اس تک پہنچنا ناممکن ہوتا۔ چنانچہ وہ کسی خطرے کے بغیر اسٹیمر کے اوپر پہنچنے کی ترکیب سوچنے لگا۔

اسٹیمر سے رے باندھنے کے لئے اسٹیمر کے چاروں طرف گول کڑے نصب تھے جن کے درمیان دو دو فٹ کا فاصلہ تھا۔ ان میں سے کچھ کڑے پانی کے اندر اسٹیمر کی بیرونی دیواروں میں نصب تھے اور کچھ پانی سے باہر کچھ بلندی پر نصب تھے عمران نے دونوں ہاتھوں میں دائیں بائیں سائیڈ کے کڑے پکڑے ہوئے تھے اور چہرے کے سوا اس کا پورا جسم پانی میں روپوش تھا لیکن اسے اندیشہ تھا کہ اگر وہ زیادہ دیر تک اسی پوزیشن میں رہا تو اس کے بازو شل ہو جائیں گے اور اس کے ہاتھوں سے کڑے چھوٹ جائیں گے اس صورت حال سے بچنے کے لئے اس نے ایک کڑا چھوڑ دیا اور بائیں ہاتھ سے نچلا کڑا پکڑ لیا جو پانی میں ڈوبا ہوا تھا۔ چند منٹ بعد اس نے ہاتھوں کی پوزیشن بدلی اور بائیں ہاتھ

اسٹیر کے کبین میں میجر سام کے سوا کوئی نہ تھا اس کے تمام ماتحت کبین کے باہر پہرہ دے رہے تھے۔ میجر سام نے ایم ٹی جیوش کے کپتان سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کر کے جہاز کی پوزیشن معلوم کی تھی اور اسے یہ بھی بتایا تھا کہ اس کے دو ممبرز غائب ہو چکے ہیں اس لئے وہ شپ کی رفتار میں مزید اضافہ کر دے اس نے کیپٹن ہیرس سے کسی آبدوز کی سمندر میں موجودگی کا ذکر نہیں کیا تھا لیکن وہ ابھی تک اسی سوچ میں غم تھا کہ مورس اور گورڈن کو کیوں اور کیسے اغوا کیا گیا اور ایک گھنٹہ گزر جانے کے باوجود ابھی تک کوئی اور واقعہ کیوں ظہور پذیر نہیں ہوا۔ اچانک مارکر کبین میں داخل ہوا تو میجر سام اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”باس۔ شپ کی روشنیاں نظر آ رہی ہیں“..... مارکر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو میجر سام چونک پڑا۔

”ابھی کتنے فاصلے پر ہے وہ“..... میجر سام نے جلدی سے پوچھا۔

سے بالائی کڑا پکڑ کر داہنے ہاتھ سے نچلا کڑا گرفت میں لے لیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اسرائیلی جہاز کے قریب پہنچنے تک وہ اسی پوزیشن میں سفر کرے گا۔ اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہ تھا کیونکہ اسٹیر پر مورس کے فرشتے پہرہ دے رہے تھے اور وہ کسی طرف سے بھی اسٹیر کے عرشہ تک پہنچنے کی کوشش کرتا تو میجر سام کے ماتحت اسے دیکھتے ہی گولیوں سے بھون ڈالتے۔ اس پوزیشن میں عمران ان پر جوابی فائر بھی نہیں کر سکا تھا کیونکہ اس کی جیب میں رکھا ریوالور پانی سے بیکار ہو چکا تھا۔

تقریباً ایک گھنٹہ بعد سمندر کی سطح روشنیوں سے چمکنے لگی۔ یہ روشنیاں اسٹیر کے سامنے کی جانب سے آ رہی تھیں۔ عمران کڑوں کی مدد سے دائیں جانب بڑھا اور اسٹیر کے پہلو سے سامنے کی طرف دیکھا تو پکے فاصلے پر ایک بحری جہاز کی روشنیاں چمک رہی تھیں۔ یقیناً وہی اسرائیلی جہاز ایم ٹی جیوش تھا۔ جہاز کے مستول پر اسرائیلی پرچم لہرا رہا تھا اور اپنی جگہ رکا ہوا تھا اور شاید اسٹیر کا انتظار کر رہا تھا۔ جہاز کے عرشہ پر آٹھ دس افراد جہاز کی ریلنگ کے پاس کھڑے اسٹیر کی طرف دیکھ رہے تھے لیکن ان کی شکلیں واضح نظر نہیں آ رہی تھیں کیونکہ ابھی وہ جہاز اسٹیر سے تقریباً دو سو میٹر کے فاصلے پر تھا۔ عمران پیچھے ہٹ کر اسٹیر کے عقب میں آیا اور اس نے اوپر کی جانب دیکھا تو ریلنگ کے پاس ڈیوٹی دے والے افراد نظر نہ آئے یقیناً اسٹیر پر موجود تمام لوگ اسٹیر سے جہاز منتقل ہونے کی تیاریوں میں مصروف ہو چکے تھے۔ چنانچہ عمران ایکشن لینے کے لئے تیار ہو گیا۔

سام نے پوچھا۔

”نہیں۔ کیونکہ یہ تجارتی جہاز ہے۔ البتہ مشین گنوں سمیت چھوٹے ہتھیار ہمارے پاس وافر تعداد میں موجود ہیں۔ کیا شپ پر فضائی حملہ کا امکان ہے۔ اور“..... دوسری طرف سے ٹیپن ہیرس نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”فی الحال تو کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ البتہ پاکیشیا کے قریب سے گزرتے وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے آدمی بہترین نشانہ باز ہیں اور وہ مشین گنوں سے بھی دشمن کے ایئر کرافٹ کو گرانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ آپ ہمیں گنٹل دیں۔ اور اینڈ آل“..... میجر سام نے آخر میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے مارکر کو ہاتھ سے باہر جانے کا اشارہ کیا تو مارکر مڑ کر کیبن سے باہر نکل گیا۔ اس کے باہر جانے کے بعد میجر سام نے ایک لمحہ کے لئے سوچا اور ٹرانسمیٹر آن کر کے اس پر اپنے چیف کرنل راہن کی فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے لگا۔

”ہیلو چیف۔ میجر سام کالنگ۔ اور“..... میجر سام نے بلند آواز میں کہا۔

”لیس میجر سام۔ کرنل راہن رسیونگ یو۔ اور“..... چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے کرنل راہن کی مخصوص آواز بلند ہوئی۔

”چیف۔ ہم ایم ٹی جیوش کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ اور“..... میجر سام نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”تقریباً دو کلو میٹر دور ہے۔ کیا اسے گنٹل دیا جائے“..... مارا کہا۔

”ایک منٹ ٹھہرو۔ میں تصدیق کرتا ہوں۔ ہو سکتا ہے وہ کچھ جہاز ہو“..... میجر سام نے کہا اور سامنے پڑے ٹرانسمیٹر پر کیپٹن سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

”ہیلو کیپٹن ہیرس۔ میجر سام کالنگ۔ اور“..... میجر سام نے کہا۔

”لیس میجر سام۔ کیپٹن ہیرس رسیونگ یو۔ کیا پوزیشن ہے۔ اور چند لمحوں بعد کیپٹن ہیرس کی آواز ٹرانسمیٹر سے آ بھری۔

”ہمیں مغرب کی جانب ایک جہاز کی روشنیاں نظر آ رہی ہیں ہیرس۔ سپونٹی ڈگری ویسٹ میں۔ کیا یہ آپ کا جہاز ہے۔ اور“..... سام نے کہا۔

”ہاں۔ آپ ابھی کتنے فاصلے پر ہیں میجر سام۔ اور“..... ہیرس نے جواب میں کہا۔

”تقریباً دو کلو میٹر کے“..... صلی پر۔ اور“..... میجر سام نے مارا طرف دیکھ کر کہا۔

”اوہ۔ لیکن اسکرین پر تو ہمیں آپ کا اسٹیر نظر نہیں آ رہا۔ کیپٹن ہیرس کی چوکتی ہوئی آواز آئی۔

”ہم نے تمام لائٹس آف کر رکھی ہیں۔ آپ ہمیں ریڈ لائٹ گنٹل دیں تو ہم لائٹس آن کر دیں گے۔ شپ کی سیکورٹی کو بھی کر دیں۔ کیا آپ کے پاس اینٹی ایئر کرافٹ گنز بھی ہیں۔ اور“.....

ہونے کی ہدایت کر دو۔۔۔۔۔ میجر سام نے سر بلا کر کہا۔

”باس۔ اسٹیمر اور اس کے ڈرائیور کا کیا کرنا ہے۔۔۔۔۔ مارکر نے کہا۔
”جہاز پر منتقل ہونے کے بعد اسٹیمر کو ڈرائیور سمیت غرق کرنے کے
لئے اسٹیمر میں ٹائم بم نصب کر دو۔ ٹائم بم پر اتنا وقت ایڈجسٹ کرنا کہ
وہ واپسی پر ایک کلو میٹر دور جا کر بلاسٹ ہو جائے۔۔۔۔۔ میجر سام نے
جواب میں کہا۔

”رائٹ سر۔۔۔۔۔ مارکر نے کہا اور کیبن سے نکل گیا۔ میجر سام نے
سگریٹ کا پیکٹ اٹھا کر جیب میں رکھا اور ٹرانسمیٹر اٹھا کر دروازے کی
طرف بڑھ گیا۔ وہ اسٹیمر کے فرنٹ پر پہنچا تو اسٹیمر کی بتیاں جل رہی تھیں
اور تھوڑے فاصلے پر ایم ٹی جیوش شپ نظر آ رہا تھا۔ اس کے تمام ماتحت
وہاں کھڑے اسرائیلی جہاز کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جہاز کے عرشہ پر
کچھ افراد کھڑے نظر آ رہے تھے اور جہاز کا ہوا تھا۔ میجر سام کو دیکھ کر
اس کے ماتحت الرٹ ہو گئے۔

”فریک۔ ایڈیسن۔ تم دونوں تابوت یہاں لے آؤ۔۔۔۔۔ میجر سام
نے تحمانہ لہجے میں کہا تو اس کے دو ماتحت کیبن کی طرف بڑھ گئے۔
مارکر ڈرائیور کے پاس کھڑا دربین آنکھوں سے لگائے جہاز کی طرف دیکھ
رہا تھا۔

”باس۔ جہاز کی سیڑھی دوسری جانب ہے۔۔۔۔۔ مارکر نے دربین
آنکھوں سے ہٹا کر میجر سام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
”تو جہاز کے عقب سے گھوم کر دوسری طرف پہنچو۔۔۔۔۔ میجر سام

”کیا پاکیشیائی بمبلی کا پٹر دوبارہ نہیں آیا۔ اور۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے
کرنل رابن نے پوچھا۔

”نوسر۔ یوں بھی ہم پاکیشیا کی فضائی حدود سے کافی فاصلے پر پہنچ
چکے ہیں۔ البتہ اندیشہ ہے کہ جب ایم ٹی جیوش ہنگور جانے کے لئے
پاکیشیا کے قریب سے گزرے گا تو ہو سکتا ہے کہ جہاز پر کمائنڈو ایکشن کیا
جائے یا پاکیشیائی نیوی جہاز کو روکنے اور تلاشی لینے کی کوشش کرے۔
اور۔۔۔۔۔ میجر سام نے جواب میں کہا۔

”ہاں۔ یہ ممکن ہے۔ اس صورت میں جہاز پر قبضہ بھی کیا جا سکتا
ہے۔ اور۔۔۔۔۔ کرنل رابن کی آواز سنائی دی۔

”چیف۔ آپ جیوش نیوی کو ہدایت کریں کہ وہ جہاز کو یہاں سے
واپسی کے احکامات دے اور جہاز ہمیں تل ابیب پہنچانے کے بعد ہنگور
جائے۔ اور۔۔۔۔۔ میجر سام نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں ابھی اسرائیلی سیکرٹ سروس کے چیف کو ہدایات
دیتا ہوں کہ تمہاری تجویز پر عمل کیا جائے۔ تم جہاز پر شفٹ ہونے کے
بعد مجھے رپورٹ کرنا۔ اور اینڈ آل۔۔۔۔۔ کرنل رابن نے کہا اور اس کے
ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ تو میجر سام نے بھی ٹرانسمیٹر آف کیا اور سیٹ
سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اسی لمحے مارکر دوبارہ کیبن میں داخل ہوا۔

”باس۔ جہاز سے ریڈ لائٹ کا سگنل دیا گیا ہے۔۔۔۔۔ مارکر۔
دروازے کے پاس رک کر مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اسٹیمر کی لائٹس آن کر دو اور تمام ممبرز کو شپ پر منتقل

مصافحہ کیا۔

”یقیناً آپ میجر سام ہیں۔ میں اور میرے ماتحت آپ کو دیکھ کر کہتے ہیں“..... کیپٹن بیرس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تھینک یو کیپٹن بیرس۔ کیا آپ کو ہمارے بارے میں نئی ہدایات مل چکی ہیں“..... میجر سام نے جواباً مسکراتے ہوئے کہا۔

”لیس میجر سام۔ جیوش نیوی چیف نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنی منزل کی طرف جانے کی بجائے پہلے آپ لوگوں کو تل ابیب لے آؤں اور ایک دن کے بعد دوبارہ پٹنگور کی طرف سفر کروں“..... کیپٹن بیرس نے کہا اور سیڑھی کے ذریعے اوپر آنے والے میجر سام کے ماتحتوں کی طرف دیکھنے لگا جنہوں نے تابوت اٹھا رکھا تھا۔

”میجر سام۔ کیا اس تابوت کو سرد خانے میں رکھ دیا جائے“..... کیپٹن بیرس نے میجر سام سے پوچھا۔

”نہیں۔ اسے میرے کیمپن میں پہنچا دیا جائے۔ یہ میری کسٹڈی میں رہے گا“..... میجر سام نے جلدی سے کہا۔

”لگتا ہے مرنے والے سے آپ کو بہت محبت ہے میجر سام“۔ کیپٹن بیرس نے متاثر ہو کر کہا۔

”لیس کیپٹن۔ آپ کو اس میت کے بارے کیا بتایا گیا ہے“..... میجر سام نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

”صرف اتنا کہ تابوت میں آپ کے کسی قریبی عزیز کی لاش ہے جسے آپ خفیہ طور پر ونگٹن لے جانا چاہتے تھے لیکن کسی خطرے کے

نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر مارکر سے دور بین لے لی تو مارکر ڈرائیور کو ہدایات دینے لگا اور میجر سام دور بین آنکھوں سے لگا کر جہاز کے عرشہ پر کھڑے افراد کا جائزہ لینے لگا۔ جہاز پر اچھی خاصی روشنی تھی اس کے عرشہ پر ریٹنگ کے پاس کھڑے جہاز کے عملہ کے باوردی افراد کے ساتھ ایک ادھیڑ عمر آفیسر بھی نظر آ رہا تھا جس نے مخصوص یونیفارم پہنی ہوئی تھی اور جہاز کا کپتان معلوم ہوتا تھا اس کپتان کے ہاتھ میں بھی ایک دور بین تھی۔ عملہ کے ارکان کے علاوہ چند مسلح گارڈز بھی کھڑے تھے۔ چند گارڈز جہاز کے فرنٹ کی جانب ادھر ادھر کھڑے تھے۔ اسٹیرر اب رخ بدل کر جہاز کے عقب کی جانب بڑھ رہا تھا۔ چند منٹ بعد اسٹیرر جہاز کے عقب میں پہنچا تو اس کی رفتار کافی حد تک کم ہو چکی تھی۔ فریک اور ایڈلسن کیمپن سے تابوت اٹھا لائے تھے اور انہوں نے وہ تابوت اسٹیرر کی سیڑھی کے پاس رکھ دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اسٹیرر ست رفتاری سے جہاز کے عقب سے نکل کر جہاز کے دوسرے پہلو پر پہنچا تو عرشہ پر موجود کپتان اور اس کے ماتحت بھی اس جانب جہاز کی سیڑھی کی طرف پہنچ چکے تھے۔ مارکر کی ہدایت پر اسٹیرر کے ڈرائیور نے جہاز کی سیڑھی کے بالکل قریب اسٹیرر روکا اور میجر سام کے ایک ماتحت نے جلدی سے اسٹیرر کے لنگر کی رسی جہاز کی سیڑھی کے ساتھ باندھ دی۔ اسٹیرر رکتے ہی میجر سام نے اپنے ماتحتوں کو تابوت لے آنے کا حکم دیا اور خود اسٹیرر سے اتر کر سیڑھی کے ذریعے جہاز کے عرشہ پر پہنچا تو جہاز کے ادھیڑ عمر کپتان نے آگے بڑھ کر میجر سام سے

باعث اسے پہلے قتل امیب لے جایا جائے گا..... کیپٹن ہیرس نے جواب میں کہا اور پھر وہاں کھڑے گا روڈ کو حکم دیا کہ تابوت کو اس کیبن میں پہنچا دیا جائے جو میجر سام کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ چند لمحوں بعد میجر سام کے بقیہ ساتھی بھی جہاز کے عرشہ پر پہنچ گئے۔ آخر میں آنے والا مارکر تھا۔ اس کے اوپر آتے ہی اسٹیر حرکت میں آیا اور جہاز سے دور ہونے لگا۔

”مہمانوں کو ان کے کیبنز میں پہنچا دو اور ان کے کھانے پینے کا انتظام کرو“..... کیپٹن ہیرس نے قریب کھڑے جہاز کے ایک آفیسر سے تحکمانہ لہجے میں کہا تو میجر سام کے اشارے پر اس کے ماتحت جہاز کے آفیسر کے ساتھ آگے بڑھ گئے۔

”آئیے میجر سام۔ آپ میرے ساتھ آئیے“..... کیپٹن ہیرس نے میجر سام سے کہا اور اپنے ایک ماتحت افسر کو حکم دیا کہ جہاز کو موڑ کر واپسی کا سفر شروع کیا جائے اور پھر وہ میجر سام کے ساتھ جہاز کی پٹلی منزل کی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

ایم ٹی جیوش کے پچھلے حصے میں عرشے پر رکھے رسوں کے ڈھیر کے نیچے سینے کے بل دراز عمران کی نگاہیں میجر سام، جہاز کے کپتان اور ان کے پیچھے چلنے والے چاروں باوردی افسران پر مرکوز تھیں جو عرشہ سے نیچے جانے والی سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ جیسے ہی اسٹیر جہاز کے عقب سے گزرنے لگا تو عمران اسٹیر کی عقبی جانب رینگ چھوڑ کر پانی میں اتر گیا تھا اور تیرتا ہوا جہاز کے قریب جا پہنچا تھا۔ اسٹیر، جہاز کے دوسرے پہلو کی جانب مڑ گیا تو عمران جہاز کے کنڈوں کو پکڑا کر بلند ہوا اور رینگ میں سے گزر کر عرشہ پر جا پہنچا تھا اور پھر رینگتا ہوا چند فٹ کا فاصلہ طے کر کے رسوں کے ڈھیر کے نیچے پہنچ گیا تھا۔ یہاں سے وہ اسٹیر کے مسافروں کو جہاز پر سوار ہوتے اور میجر سام کو کیپٹن ہیرس سے ملنے دیکھتا رہا تھا۔ البتہ سمندری لہروں کے شور اور فاصلہ زیادہ ہونے کے سبب وہ ان لوگوں کی آوازیں نہیں سن سکا تھا۔ جہاز کے گاؤز اس

تم اوگ روشنیاں جلائے بغیر جہاز سے ایک کلومیٹر کے فاصلے پر پہنچو اور یہ فاصلہ برقرار رکھو۔ میں چند منٹ بعد دوبارہ کال کروں گا۔ اور اینڈ آل..... عمران نے آخر میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کیا ہی تھا کہ جہاز حرکت میں آیا اور روانہ ہو گیا۔ عمران نے سر اٹھا کر جہاز کے عرشہ کا جائزہ لیا۔ جہاز کے وسطی حصے میں اور فرنٹ کی جانب چند سیکورٹی گارڈز ریلنگ کے پاس کھڑے پیہرہ دے رہے تھے۔ ان کے پاس مشین گنیں تھیں۔ ان کی موجودگی میں عمران کے لئے پیش قدمی کرنا خطرناک تھا جبکہ وہ ان کنٹینرز کے پاس پہنچنا چاہتا تھا جو عرشہ کے وسط میں ایک ہی قطار میں رکھے تھے۔ کنٹینرز کے قریب ہی نیچے جانے والا راستہ تھا۔

دفعتاً کسی جانب سے ایک دھماکے کی آواز ابھری تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔ گارڈز دھماکے کی سمت دیکھنے لگے تھے۔ عمران نے بھی اسی سمت دیکھا تو کافی دور فضاء میں روشنی اور دھواں دکھائی دیا۔ مگر ایک دو لمحوں بعد روشنی غائب ہو گئی۔ عمران اس دھماکے کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا اور پھر اچانک اسے مجرموں کے اسٹیمر کا خیال آ گیا۔ مجرموں کا چھوڑا ہوا اسٹیمر اسی جانب موجود تھا۔ غالباً اسٹیمر واپس جاتے ہوئے کسی بم کے پھٹنے سے تباہ ہوا تھا۔ بہر حال عمران نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا اور رسول کے ڈھیر سے نکل کر سینے کے بل کنٹینرز کی طرف ریگئے لگا۔ جلد ہی وہ ایک کنٹینر کے قریب جا پہنچا اور اٹھ کھڑا ہوا اس نے کنٹینر کی آڑ سے دائیں جانب ریلنگ کے پاس کھڑے گارڈ کی طرف دیکھا تو وہ ابھی تک دھماکے کی سمت دیکھ رہا تھا۔

اس تابوت کو جہاز کے نچلے حصے میں لے جا چکے تھے اور میجر سام کے آدمی بھی سیڑھیاں اتر کر نگاہوں سے اوجھل ہو چکے تھے۔ اس وقت جہاز کے پچھلے حصے میں کوئی گارڈز موجود نہ تھا۔ چنانچہ جیسے ہی میجر سام اور کیپٹن ہیرس سیڑھیوں کے پاس پہنچے، عمران نے لیٹے ہی لیٹے واچ ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔ وہ اگلا قدم اٹھانے سے پہلے سیکرٹ سروس کے ممبرز کو اپنی پوزیشن سے آگاہ کرنا چاہتا تھا۔

”ہیلو صفدر۔ عمران کالنگ۔ اور.....“ عمران نے ٹرانسمیٹر منہ کے قریب کر کے کہا۔

”ایس عمران صاحب۔ صفدر اسٹینڈنگ یو۔ اور.....“ چند سیکنڈ بعد صفدر کی آواز سنائی دی۔

”میں اسرائیلی جہاز پر پہنچ چکا ہوں۔ تم لوگوں کی کیا پوزیشن ہے۔ اور.....“ عمران نے کہا۔

”ہمیں تقریباً تین کلومیٹر کے فاصلے پر ہلکی ہلکی روشنیاں دکھائی دے رہی ہیں عمران صاحب۔ اور.....“ صفدر نے جواب میں کہا۔

”یقیناً وہ اسی جہاز کی ہیں۔ دوسرے ممبرز کا اسٹیمر کہاں ہے۔ اور.....“ عمران نے پوچھا۔

”وہ ہمارے دائیں جانب تقریباً دو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ آپ جہاز پر کیا کر رہے ہیں۔ اور.....“ صفدر کی آواز سنائی دی۔

”کرو کی کاشت۔ تمام مجرم جہاز پر منتقل ہو چکے ہیں اور تابوت میں بند شوگرانی سفیر بھی ان کے ساتھ ہے۔ ہمیں وہ تابوت حاصل کرنا ہے۔

عمران نے محسوس کیا کہ جہاز بائیں جانب مڑ رہا تھا۔ اس پر اسے حیرت ہوئی مگر چند لمحوں بعد ہی جہاز کا رخ جنوب کی طرف ہو گیا تو عمران سمجھ گیا کہ جہاز واپس اسی طرف جا رہا ہے جس طرف سے آیا تھا۔ گویا وہ اپنی منزل کی طرف بڑھنے کی بجائے واپس اسرائیل کی طرف جا رہا تھا۔ چنانچہ اس نے فوراً پیچھے ہٹ کر وائچ ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو صفدر۔ عمران کالنگ۔ اور“..... عمران نے ٹرانسمیٹر منہ کے قریب کر کے آہستہ آواز میں کہا۔

”نہیں عمران صاحب۔ صفدر اٹینڈنگ یو۔ اور“..... ایک دو لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے صفدر کی آواز بلند ہوئی تو عمران نے اسے جہاز کے واپس جانے کے بارے میں بتایا اور نئی ہدایات دے کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ پھر اس نے دوبارہ کنٹینر کی آڑ سے دوسری طرف جھانکا اور بجلی کی سی تیزی سے چہرہ پیچھے ہٹا لیا۔ اس طرف ریلنگ کے پاس کھڑا گاڑ اپنی جگہ سے ہٹ کر کنٹینر کی طرف بڑھ رہا تھا اور اس نے مشین گن سیدھی کر رکھی تھی۔ عمران کو حیرت ہوئی اور وہ سوچنے لگا کہ کیا وہ گاڑ اس کی وہاں موجودگی سے باخبر ہو گیا ہے کیونکہ مشین گن تان کر محتاط انداز میں کنٹینر کی طرف گاڑ کی پیش قدمی بلا وجہ نہیں ہو سکتی تھی۔ عمران نے کنٹینر سے پشت لگا دی اور نگاہیں دائیں جانب فرش پر ٹکا دیں۔ جہاز کے ریلنگ پر جلنے والی روشنی کے سبب گاڑ کا سایہ فرش پر پڑ رہا تھا اور عمران اسی سایہ کو دیکھ رہا تھا جو اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ عمران ایکشن کے لئے تیار تھا۔ جلد ہی گاڑ کا سایہ قریب آ پہنچا اور پھر جیسے ہی گاڑ

کنٹینر کے پہلو سے عمران کی طرف مڑا۔ عمران نے بجلی کی سی تیزی سے اس کی گن پر ہاتھ ڈالتے ہوئے دوسرے بازو کی گرفت میں گاڑ کی گردن جکڑ لی۔ دوسرے ہی لمحے اس نے بازو کو مخصوص انداز میں زوردار جھٹکا دیا اور گاڑ چیخے تڑپے بغیر ہی بے جان ہوتا چلا گیا۔ عمران نے مردہ گاڑ کو گھسیٹ کر کنٹینر کے قریب ڈالا اور اس کی مشین گن فرش پر رکھ کر تیزی سے اس کی یونیفارم اتارنے لگا۔ ایک منٹ کے قلیل وقت میں وہ گاڑ کی یونیفارم اپنے پہلے لباس کے اوپر پہن چکا تھا۔ اس نے گاڑ کی مخصوص کیپ اپنے سر پر جمائی اور کیپ کا گوشہ پیشانی پر اس حد تک جھکا دیا کہ اس کی آنکھوں سے نیچے تک چہرہ تقریباً چھپ گیا۔ فوری طور پر کسی اور گاڑ کے اس طرف آنے کی توقع نہیں تھی۔ عمران نے مشین گن کندھے سے لٹکانی اور کنٹینر کی آڑ سے نکل کر ٹیلے والے انداز میں ریلنگ کی طرف بڑھ گیا۔

ریلنگ کے قریب رک کر اس نے کن آئینوں سے دوسرے گاڑ کی طرف دیکھا۔ ایک گاڑ عرشہ سے نیچے جانے والی سیڑھیوں سے چند قدم دور ریلنگ کے پاس کھڑا سگریٹ کے کش لے رہا تھا۔ عمران کی طرف اس کی پشت تھی اور وہ جہاز کے فرنٹ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے داہنا بازو موڑ کر ریلنگ پر رکھا ہوا تھا۔ دو گاڑ اس آوی سے تقریباً پندرہ قدم دور کھڑے تھے لیکن ان کی توجہ اس جانب تھی جس طرف سمندر میں جھاکا ہوا تھا۔ صورت حال کا جائزہ لینے کے بعد عمران اپنی جگہ سے ہٹا اور سر جھکائے ست قدموں سے سیڑھیوں کی طرف بڑھنے لگا لیکن اس

”نہیں۔ ہاتھ نیچے کر لو اور چہرہ نارمل کر کے نیچے کسی خالی کیمبن میں چلو۔ تم ریوالور کی زد میں رہو گے۔ اگر تم نے کسی کو اشارہ کرنے کی کوشش کی تو میں کسی توقف کے بغیر ٹریگر پریس کر دوں گا۔ چلو۔“ عمران نے آہستہ سے دھمکی بھرے لہجے میں کہا تو آفسیر نے خوفزدہ لگا ہوں سے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے ہاتھ گرائے اور مڑ کر سیڑھیاں اترنے لگا تو عمران ریوالور والا ہاتھ اپنی جیب میں ڈال کر اس کے پیچھے قدم اٹھانے لگا۔ وہ آفسیر کے عقب میں صرف ایک زینہ پیچھے تھا۔ سیڑھیاں اتر کر وہ طویل راہداری میں داخل ہوئے۔ اس وقت راہداری کے اختتام پر ایک گاڑی موجود تھا۔ راہداری میں دونوں جانب رہائشی کیمبن بنے ہوئے تھے۔

”کیمبن میں چلو۔ خالی کیمبن جہاں ہم آزادی سے باتیں کر سکیں“..... عمران نے آفسیر کے قریب ہو کر آہستہ سے کہا تو آفسیر نے رکتے ہوئے دائیں بائیں دیکھا اور پھر بائیں جانب والے کیمبن کی طرف بڑھا جس کا دروازہ بند تھا۔ قریب پہنچ کر اس نے دروازے کا ہینڈل گھمایا اور دروازہ کھول کر کیمبن میں داخل ہوا۔ کیمبن کی لائٹ آف تھی لیکن راہداری سے اندر پڑنے والی روشنی میں عمران نے دیکھ لیا کہ کیمبن خالی پڑا تھا۔ چنانچہ اس نے سیکورٹی آفسیر کے پیچھے اندر داخل ہوتے ہی جیب سے ریوالور نکال کر اس کی کمر سے لگایا اور اسے آگے دھکیل کر دروازے کی آڑ میں ہو گیا۔ آفسیر دو قدم بڑھ کر رک گیا۔ اتنے میں عمران دروازے کے پاس دیوار پر نصب سوئچ بورڈ کا ایک بٹن پریس کر دیا اور کیمبن میں روشنی پھیل گئی۔ عمران نے ہاتھ پیچھے کر کے دروازہ

حالت میں بھی اس کی نگاہیں گرد و پیش کا جائزہ لے رہی تھیں۔ چند لمحوں بعد وہ سیڑھیوں کے قریب پہنچ گیا۔ اسی لمحے ریلنگ کے پاس کھڑے گاڑی نے عمران کی طرف دیکھا لیکن عمران لا پرواہی کے انداز میں سیڑھیاں اترنے لگا۔ اسے یقین تھا کہ گاڑی اسے نہیں پہچان سکا ہو گا کیونکہ گاڑی کی طرف عمران کا داہنا کان اور رخسار تھا لیکن ابھی عمران آدھی سیڑھیاں ہی اترتا تھا کہ ایک گاڑی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ اس گاڑی کے کندھوں پر مخصوص بیج اسے سیکورٹی آفسیر ظاہر کر رہے تھے اور اس کے ہولشر میں ریوالور نظر آ رہا تھا۔

عمران نے جلدی سے سر جھکایا اور دائیں جانب ہٹ کر سیڑھیاں اترنے لگا۔ سیکورٹی آفسیر اپنے خیالوں میں سر جھکائے سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔ اس نے عمران کی طرف ایک نظر دیکھنے کی بھی زحمت گوارا نہ کی اور یہی اس کی غلطی ثابت ہوئی۔ جیسے ہی وہ عمران کے قریب سے گزرنے لگا، عمران نے پھرتی سے اس کے ہولشر میں دے ریوالور پر ہاتھ ڈالا اور کوئی سیکنڈ ضائع کئے بغیر اس کی کمر سے لگا دیا تو سیکورٹی آفسیر یکدم رکا اور عمران کی طرف دیکھ کر اچھل پڑا۔

”ادہ۔ تم“..... آفسیر کے منہ سے اتنا ہی نکلا تھا کہ عمران نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھی اور آفسیر جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گیا۔

”زندگی چاہتے ہو تو منہ سے کوئی آواز نکالے بغیر نیچے چلو۔ ورنہ میں فائر کر دوں گا“..... عمران نے سرد لہجے میں آہستہ سے کہا تو سیکورٹی آفسیر نے گھبرا کر ہاتھ بلند کر لئے۔

بند کیا تو سیکورٹی آفیسر نے چہرہ گھا کر عمران کی طرف دیکھا۔
 ”تت۔ تم۔ کون ہو۔ کیا چاہتے ہو؟“ اس نے چونکتے ہوئے
 خوفزدہ لہجے میں عمران سے کہا۔

”پہلے اپنا تعارف کراؤ۔ ہری اپ؟“ عمران نے ریوالور کو جنبش
 دیتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

”میرا نام مارشل ہے اور میں سیکورٹی چیف ہوں“ آفیسر نے
 آہستہ سے کہا۔

”کیپٹن ہیرس اور میجر سام اس وقت کہاں اور کیا کر رہے ہیں؟“
 عمران نے پوچھا۔ وہ ایکریمین لب لہجے میں بات کر رہا تھا۔

”وہ دونوں کیپٹن روم میں ہیں اور ڈرنک کر رہے ہیں۔ تم کون ہو او
 یہ یونیفارم تم نے کہاں سے لی ہے؟“ سیکورٹی آفیسر مارشل نے عمران

گھورتے ہوئے کہا۔
 ”میں میجر سام کا ماتحت ہوں۔ جہاز پر کتنا عملہ اور سیکورٹی ہے؟“

عمران نے جواب میں کہا۔
 ”مگر تم میجر سام کے ساتھ تو نہیں آئے تھے۔ میں نے تمہیں اسٹ

سے اوپر آتے نہیں دیکھا“..... انسپکٹر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
 ”میں نے سلیمانی ٹوپی پہنی ہوئی تھی۔ تم میرے سوال کا جواب دو“

عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔
 ”پندرہ کارکن ہیں اور بیس افراد سیکورٹی کے ہیں“..... مارشل

جواب میں کہا۔
 ”او کے۔ اب تم میرے ساتھ ڈیک پر چلو اور میری ہدایات پر عمل
 کرو۔ اسی میں تمہاری زندگی ہے۔ تم میرے نشانے پر رہو گے۔ اگر تم
 نے کسی کو خطرے کا سگنل دینے یا کوئی مخصوص اشارہ کرنے کی کوشش کی تو
 میں پورے جہاز کو دھماکے سے اڑا ڈالوں گا“..... عمران نے انتہائی سرد

لجے میں کہا۔

”اوہ۔ کیا تمہارے پاس بم ہیں۔“ انسپکٹر مارشل نے دہشت :

لجے میں کہا۔

”نہیں۔ میرے پاس ریمورٹ ہے۔ میں ٹائم بم جہاز کے مختلف حصوں میں نصب کر چکا ہوں۔ جیسے ہی تم نے مجھے دھوکا دینے کی کوشش کی میں ریمورٹ کا بٹن پریس کر دوں گا۔“ عمران نے اطمینان سے اور مارشل کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ عمران نے اسے باہر اور چہرے کو نادل رکھنے کا حکم دیا تو مارشل خوفزدہ قدموں سے دروازے کی طرف بڑھا اور عمران نے پیچھے ہٹ کر دروازہ کھول دیا اور پھر کے پیچھے کیبن سے نکلتے ہوئے عمران نے ریوالور جیب میں رکھا راہداری میں دائیں جانب کچھ فاصلے پر ایک گارڈ چلا آ رہا تھا مگر مارشل اس پر توجہ دیئے بغیر سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا اور عمران بھی کن آکھ سے اس گارڈ کی طرف دیکھتا ہوا بائیں جانب مڑ گیا۔ سیڑھیوں پر رکھتے ہوئے عمران نے سر موڑ کر دیکھا تو بے اختیار چونک پڑا اس کا رخ سیڑھیوں کی طرف ہی تھا اور وہ تیزی سے قدم اٹھا رہا تھا جیسے جلد ہی عمران تک پہنچنا چاہتا ہو۔ اس پر عمران کے اعصاب یکدم تن مگر وہ قدم روکے بغیر مارشل کے پیچھے بڑھتا چلا گیا۔

”پیچھے ایک گارڈ آ رہا ہے۔ اسے سنبھالو اور واپس بھیج دو۔“ عرش قدم رکھتے ہی عمران نے مارشل کے قریب ہو کر سرگوشی کی تو وہ رکاوٹ کر سیڑھیوں پر موجود گارڈ کی طرف دیکھنے لگا جو ابھی چوٹی سیڑھی پر

تھا۔

”کیا بات ہے۔ کہاں جا رہے ہو۔“ انسپکٹر مارشل نے گارڈ سے سخت لہجے میں کہا تو وہ اپنی جگہ رک گیا۔

”سر۔ آپ کو باس نے طلب کیا ہے۔“ گارڈ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”کیوں۔ کیا کوئی کام ہے۔“ انسپکٹر مارشل نے پوچھا۔ عمران سائیڈ پر کھڑا اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”معلوم نہیں۔ انہوں نے مجھے صرف اتنا کہا تھا کہ آپ کو ان کے کیبن میں بھیج دوں۔“ گارڈ نے جواب میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔ میں راؤنڈ لگا کر آ رہا ہوں۔“ مارشل نے سر ہلا کر کہا تو گارڈ مڑا اور سیڑھیاں اترنے لگا تو عمران نے مطمئن ہو کر مارشل کو آنکھ سے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا اور انسپکٹر جہاز کے فرنٹ کی طرف مڑ گیا۔ ریلنگ کے پاس دائیں طرف کھڑا ایک گارڈ ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس سے چند قدم آگے دوسرا گارڈ کھڑا تھا اور وہ بھی ان کی طرف متوجہ تھا۔

”سنو۔ اس گارڈ کو حکم دو کہ وہ فرنٹ پر جا کر ڈیوٹی دے اور دوسرے طرف کے ریلنگ کے پاس موجود گارڈ کو بھی یہی ہدایت پہنچا دے۔“

عمران نے چلتے چلتے مارشل سے آہستہ آواز میں کہا۔

”تم۔ تم کیا چاہتے ہو۔“ مارشل نے رکتے ہوئے خوفزدہ سی آواز میں کہا۔

”ابھی بتاتا ہوں۔ پہلے تم گارڈ کو حکم دے دو“..... عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

”ڈیوڈ۔ تم فرنٹ پر جا کر ٹھہرو۔ دوسری طرف کھڑے ساتھیوں کو بھی وہاں لے جاؤ“..... انسپکٹر مارشل نے چیختی ہوئی آواز میں رینگ کے پاس کھڑے گارڈ کو مخاطب کر کے کہا تو وہ گارڈ فوراً جہاز کے اگلے حصے کی جانب بڑھ گیا۔

”اب تم عقبی جانب چلو۔ وہاں کھڑے ہو کر باتیں کریں گے۔“ عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا تو مارشل مڑا اور جہاز کے پچھلے حصے کی طرف بڑھنے لگا۔ عمران بھی اس کے ساتھ ساتھ قدم اٹھانے لگا۔ آخری کنٹینر کے عقب کے پاس پہنچ کر مارشل کی نگاہ وہاں پڑے بے لباس گارڈ پر پڑی تو وہ یکدم اچھل پڑا۔

”اوہ۔ اسے کیا ہوا۔ تم نے اس کی یونیفارم پہن رکھی ہے“..... مارشل نے رکتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں عمران سے کہا۔

”یہ مرچکا ہے۔ اور اگر تم نے کوئی غلط حرکت کی تو تم بھی مارے جاؤ گے“..... عمران نے سرد لہجے میں کہا اور جیب سے ریوالور نکال کر مارشل کی کمر سے لگا دیا تو مارشل خوف سے کانپنے لگا۔

”چلو۔ اس کے پاس کنٹینر کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔ ہری اپ“..... عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور مارشل نے گارڈ کی لاش کے قریب رک کر کنٹینر کی طرف منہ کر لیا تو عمران نے جلدی سے قدم بڑھایا اور یکدم ایک ہاتھ اس کے منہ پر جماتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے

اس کے سر پر ریوالور کے دھتے سے ضرب لگا دی۔ مارشل لڑکھڑا کر گرا اور بے ہوش ہوتا چلا گیا۔ عمران نے ریوالور جیب میں رکھا اور مارشل کی یونیفارم اتارنے لگا۔ دو منٹ میں وہ اپنی پہلی یونیفارم اتار کر مارشل کی یونیفارم پہن چکا تھا۔ فارغ ہو کر اس نے وائچ ٹرانسمیٹر آن کیا اور صفدر سے رابطہ قائم کرنے لگا۔

بتلا تھا۔ اس کے ذہن پر گزشتہ واقعہ کا بوجھ تھا جس میں اس کے دو ماتحت اسٹیر سے اچانک غائب ہو گئے تھے اور اسٹیر پر رسوں کے ڈھیر میں چھپا غوطہ خوری کا لباس برآمد ہوا تھا۔

”کیپٹن۔ سیکورٹی آفیسر ابھی تک نہیں آیا“..... دفعتاً میجر سام نے کلاک پر وقت دیکھ کر کہا۔

”میں اسے دوبارہ کال کرتا ہوں۔ آپ اور ہسکی لیں“..... کیپٹن ہیرس نے میز سے بوتل اٹھاتے ہوئے کہا تو میجر سام کے خالی گلاس میں ہسکی ڈالنے لگا۔

”آپ اسے اسکرین پر چیک کر کے حکم دیں“..... میجر سام نے کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ کنٹرول روم میں چلتے ہیں۔ وہاں سے میں مائیکرو فون پر انسپکٹر اور گارڈز کو احکامات دے دوں گا“..... کیپٹن ہیرس نے جواب میں کہا اور اپنا گلاس اٹھا کر جلدی جلدی گھونٹ لینے لگا تو میجر سام بھی گلاس اٹھا کر شراب پینے لگا۔ اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی اور ساتھ ہی دروازہ کھول کر ایک ویٹر اندر آیا تو میجر سام اور کیپٹن ہیرس اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

”سر۔ مہمانوں کے لئے کھانا لگا دیا گیا ہے“..... ڈائننگ ہال کے ویٹر نے کیپٹن ہیرس سے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”میجر سام کے ساتھیوں کو بھی اطلاع دے دو“..... کیپٹن ہیرس نے ویٹر سے تحکمانہ لہجے میں کہا اور میجر سام کی طرف دیکھا۔

”آپ ڈائننگ ہال میں چلیں۔ میں سیکورٹی کو ہدایات دے کر آتا

کیپٹن کے کیمین میں میجر سام اور کیپٹن ہیرس بیٹھے شراب سے شغل کرتے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ میجر سام نے کیپٹن ہیرس کو تجویز دی تھی کہ آدماں اور ثمن چونکہ اسلامی اور پاکیشیا کے دوست ممالک ہیں اس لئے ان ملکوں سے گزرنے تک جہاز کی سیکورٹی کو ہائی الارٹ رکھا جائے کیونکہ پاکیشیا کے کہنے پر دونوں میں سے کوئی بھی ملک ان کے جہاز کا راستہ روکنے کی کوشش کر سکتا ہے یا پاکیشیائی ایجنٹ فلائٹ کے ذریعے ان ملکوں میں پہنچ کر پہلے سے ان کا راستہ بند یا جہاز پر حملہ کر سکتے ہیں۔ چنانچہ کیپٹن ہیرس نے میجر سام کی تجویز پر عمل درآمد کے لئے ایک گارڈ کو حکم دیا تھا کہ وہ سیکورٹی انسپکٹر مارشل کو اس کے کیمین میں بھیج دے۔ تقریباً تین منٹ بعد گارڈ نے واپس آ کر کیپٹن ہیرس کو بتایا تھا کہ مارشل ڈیک کا چکر لگا کر آئے گا لیکن دس منٹ گزر جانے کے باوجود مارشل ابھی تک وہاں نہیں پہنچا تھا۔ میجر سام ابھی تک تشویش میں

ہوں“..... کیپٹن ہیئرس نے میجر سام سے کہا۔

”تم چلو۔ میرے ماتحتوں کو ڈانٹنگ ہال میں پہنچنے کا کہو۔ ہم آ رہے ہیں“..... میجر سام نے ویٹر سے کہا تو ویٹر مڑا اور کیبن سے باہر نکل گیا۔ چند لمحوں ہی گزرے تھے کہ میز پر رکھے انٹرکام کی گھنٹی بج اٹھی تو کیپٹن ہیئرس نے چونک کر انٹرکام کی طرف دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر ایک بٹن پر پریس کر دیا۔

”یس“..... کیپٹن ہیئرس نے قدرے بلند آواز میں کہا۔

”جورڈن بول رہا ہوں سر“..... انٹرکام کے لاؤڈر سے آواز ابھری جو کنٹرول روم انچارج جورڈن کی تھی۔

”یس جورڈن۔ کیا بات ہے“..... کیپٹن ہیئرس نے کہا۔

”سر۔ اسکرین پر دو اسٹیمرز نظر آ رہے ہیں“..... جورڈن نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو میجر سام بے اختیار اچھل پڑا۔

”اوہ۔ کس ملک کے اسٹیمرز ہیں۔ کہاں جا رہے ہیں وہ“..... کیپٹن ہیئرس نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”وہ دونوں ہمارے عقب میں آ رہے ہیں لیکن ابھی فاصلے پر ہیں، اس لئے واضح نہیں ہو رہا کہ ان کا تعلق بگاریہ سے ہے یا کسی اور دوسرے ملک سے“..... جورڈن نے جواب میں کہا تو میجر سام پر اضطراب طاری ہو گیا۔

”یقیناً وہ پاکیشیائی اسٹیمرز ہوں گے کیپٹن ہیئرس“..... میجر سام نے جلدی سے کہا۔

”جورڈن۔ اس وقت ہم کہاں ہیں“..... کیپٹن ہیئرس نے جورڈن سے کہا۔

”سر۔ ہم کھلے سمندر میں آؤمان سے دو سو کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں“..... جورڈن کی آواز آئی۔

”میں آ رہا ہوں۔ تم سائرن آن کر دو“..... کیپٹن ہیئرس نے تھکمانہ لہجے میں کہا اور انٹرکام آف کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔

”آئیے میجر۔ کنٹرول روم میں چل کر میں خود دیکھتا ہوں“..... کیپٹن ہیئرس نے میجر سام سے کہا۔

”آپ چلیں۔ میں ڈیک کا چکر لگا کر آتا ہوں“..... میجر سام نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور پھر دونوں دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

کیبن سے نکل کر کیپٹن ہیئرس کنٹرول روم کی طرف بڑھنے لگا اور میجر سام سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ ٹھیک اسی لمحے سائرن گونجنے لگا۔ میجر سام تیز قدموں سے چلتے چلتے اپنے کیبن کے پاس رکا اور دروازہ کھول کر اندر جھانکا تو کیبن میں کوئی نہ تھا اور ایک کونے میں تابوت فرش پر رکھا تھا۔ میجر سام نے مطمئن ہو کر دروازہ بند کر دیا۔ اسی لمحے ڈانٹنگ ہال کی طرف سے چار گارڈز دوڑتے ہوئے دکھائی دیئے۔ ان کا رخ سیڑھیوں کی طرف ہی تھا۔

”ٹھہرو“..... میجر سام نے جلدی سے سخت لہجے میں کہا تو گارڈز اس کے قریب رک گئے۔

”تم میں سے دو یہاں ٹھہریں اور میرے کیبن پر پہرہ دیں۔ دو

میرے ساتھ اوپر آئیں“..... میجر سام نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور دوبارہ سیڑھیوں کی طرف بڑھا تو دو گارڈز وہیں رک گئے اور دو اس کے پیچھے قدم بڑھانے لگے۔ اسی لمحے سائرن بند ہو گیا۔

”میجر سام۔ پلیز ایک منٹ کے لئے کنٹرول روم میں آئیے۔“ دفعتاً راہداری میں کسی اسپیکر سے کیپٹن ہیئرس کی اضطراب بھری آواز ابھری تو میجر سام یکدم رک گیا اور اس کے پیچھے آنے والے گارڈز بھی رک گئے۔

”تم ڈیک پر جاؤ“..... میجر سام نے مڑ کر گارڈز سے کہا اور کنٹرول روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

کنٹرول روم میں دو آپریٹرز اور ایک انچارج کے سوا کوئی نہ تھا۔ دونوں دائیں بائیں کنٹرول پینلز کے آگے اپنی سیٹوں پر بیٹھے سامنے دیواروں پر نصب اسکرینوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ کنٹرول روم انچارج جوڑن کی نگاہیں ایک اسکرین پر مرکوز تھیں جس پر دو اسٹیمرز حرکت کر رہے تھے۔ جوڑن اپنی سیٹ پر بیٹھا انٹرکام پر کیپٹن ہیئرس سے بات کر رہا تھا۔ اس نے رابطہ ختم ہونے پر انٹرکام آف کیا ہی تھا کہ کنٹرول روم کا دروازہ کھلا اور سیکورٹی انچارج سر جھکائے اندر آیا۔ جوڑن نے چہرہ موڑ کر دروازے کی طرف دیکھا اور بے اختیار اچھل پڑا۔ سیکورٹی انچارج مارشل کی یونیفارم میں نلبوس شخص مارشل کی بجائے کوئی پاکیشیائی تھا اور اس کے ہاتھ میں بے ریوالور کا رخ جوڑن کی طرف تھا۔ اسی لمحے سائرن گونجنے لگا اور مسلح شخص نے جلدی سے دروازہ بند کر دیا تو شور اندر آنا بند ہو گیا۔

نصب ایک بٹن کو پرپس کر دیا۔ عمران لئے قدموں پیچھے ہٹا اور اس نے کیپٹن ہیرس کے عقب میں آکر ریوالور اس کی کمر سے لگا دیا۔

”تم کون ہو۔ مارشل کہاں ہے؟“ کیپٹن ہیرس نے خوفزدہ لہجے میں عمران سے کہا۔

”جہنم میں“..... عمران نے سرد لہجے میں کہا اور ایک ہاتھ پیچھے کر کے دروازہ بند کر دیا۔

”کک۔ کیا۔ مطلب“..... کیپٹن ہیرس کے منہ سے ہکلاہٹ بھری آواز نکلی۔

”جلدی بتاؤ۔ میجر سام کہاں ہے؟“ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

”وہ۔ وہ ڈیک پر گیا ہے“..... کیپٹن ہیرس نے چونکتے ہوئے کہا۔

”اسے مائیکروفون پر ہدایت کرو کہ ایک منٹ کے لئے کنٹرول روم میں آئے۔ ہری اپ“..... عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا تو کیپٹن ہیرس لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے آگے بڑھا اور جورڈن کی میز کے پاس آ کر رکا۔

”جورڈن۔ مائیکروفون آن کر دو۔ کیپٹن کے علاوہ کسی نے منہ سے

ایک لفظ بھی نکالا تو اس کی کھوپڑی میں گولی اتار دوں گا“..... عمران نے جورڈن سے کہا تو اس نے اپنے سر سے مائیکروفون اتار کر کیپٹن ہیرس کے حوالے کیا اور ایک بٹن پرپس کر دیا۔

”میجر سام۔ پلیز ایک منٹ کے لئے آپ کنٹرول روم میں آئیے۔“

کیپٹن ہیرس نے مائیک منہ کے قریب کر کے کہا تو عمران نے ہاتھ بڑھا

”تم۔ تم کون ہو؟“..... جورڈن نے حیرت بھرے لہجے میں اس آدمی سے کہا تو دونوں آپریٹرز نے بھی مڑ کر اس طرف دیکھا۔

”خبردار۔ کوئی حرکت مت کرنا۔ تم تینوں ہاتھ بلند کر لو۔ ورنہ موت کی آغوش میں پہنچا دوں گا“..... ریوالور بردار نے اسرائیلی زبان میں دھمکی دیتے ہوئے انتہائی سرد لہجے میں کہا تو ان تینوں نے خوفزدہ ہو کر ہاتھ بلند کر لئے۔ ریوالور بردار آگے بڑھا اور اس نے کرسی پر بیٹھے جورڈن کے عقب میں پہنچ کر ریوالور اس کی کمر سے لگا دیا تو جورڈن کا جسم کانپ کر رہ گیا۔

”تم دونوں اٹھ کر ادھر دیوار سے لگ جاؤ۔ کسی نے ہاتھ نیچے کرنے کی کوشش کی تو مارا جائے گا“..... مسلح شخص نے جو کہ عمران تھا، تحکمانہ لہجے میں آپریٹرز سے کہا اور ہاتھ سے بائیں جانب اشارہ کیا تو دونوں آپریٹرز اپنی سیٹ سے کھڑے ہو کر بائیں جانب بڑھے اور دیوار کے پاس رک کر خوفزدہ نگاہوں سے عمران کی طرف دیکھنے لگے۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور جہاز کا کپتان کیپٹن ہیرس تیز قدموں سے کنٹرول روم میں داخل ہوا لیکن اندر کی سچویشن دیکھ کر بے ساختہ اچھل پڑا۔

”کیپٹن ہیرس۔ جورڈن کی زندگی چاہتے ہو تو ہاتھ بلند کر لو۔ ہری اپ“..... عمران نے سخت لہجے میں کیپٹن ہیرس سے کہا تو اس نے بوکھلا کر ہاتھ بلند کر لئے۔

”جورڈن۔ سائرن بند کر دو ایک ہاتھ سے“..... عمران نے جورڈن کو حکم دیتے ہوئے کہا تو جورڈن نے ایک ہاتھ نیچے کر کے میز کے کنارے

کر اس کے ہاتھ سے مائیکروفون لیا اور اس کا بٹن آف کر دیا۔

”اب تم دونوں آپریٹرز کے پاس کھڑے ہو جاؤ۔ باقی بات میجر سام کے آنے پر ہوگی“..... عمران نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر تحکمانہ لہجے میں کہا تو جورڈن اور کیپٹن ہیرس آگے بڑھے اور آپریٹر کے قریب پہنچ کر رک گئے۔ عمران پیچھے ہٹا اور دروازے کے پہلو میں آ کر دیوار سے لگ گیا لیکن اس کی ریوالور کی نال بدستور کیپٹن ہیرس اور جورڈن کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔ کیپٹن ہیرس، جورڈن اور دونوں آپریٹرز خوفزدہ نگاہوں سے عمران کی طرف دیکھ رہے تھے۔

”صفر کو وایج ٹرانسمیٹر پر اپنی سچویشن سے آگاہ کرنے اور ہدایات دینے کے بعد عمران نے ملڈشل اور گارڈوں کی لاشوں کو خاموشی کے ساتھ سمندر برد کر دیا تھا اور پھر جہاز کے نچلے حصے میں آیا تو راہداری میں اس وقت کوئی گارڈ نہیں تھا۔ چنانچہ عمران نے باری باری چند کیبنوں کی تلاشی لی تھی اور ایک کیبن میں اسے تابوت رکھا دکھائی دیا تھا۔ وہاں سے وہ کنٹرول روم کے دروازے پر آیا تھا اور دروازے سے کان لگا کر اندر کی سن گن لی تو اسے جورڈن کی آواز سنائی دی تھی جو کسی کو اسکرین پر نظر آنے والے اسٹیمرز کے بارے میں بتا رہا تھا اور پھر جیسے ہی جورڈن کی آواز بند ہوئی وہ فوراً دروازہ کھول کر اندر آ گیا تھا کیونکہ جورڈن کے مخاطب نے جورڈن سے کہا تھا کہ وہ سائرن آن کر دے اور عمران کے اندر آتے ہی جورڈن نے سائرن کا بٹن پریس کر دیا تھا، اس لئے عمران سمجھ گیا تھا کہ جورڈن کا مخاطب جورڈن کا باس کیپٹن ہیرس ہی ہو سکتا

تھا۔

اگرچہ وہ ڈیک پر موجود محافظوں کو مشین گن سے ختم کر سکتا تھا تاکہ اس کے ساتھی صفر، چوہان، تنویر، وغیرہ آسانی سے جہاز کے قریب آ سکیں لیکن اندیشہ تھا کہ کنٹرول روم میں کسی اسکرین پر ڈیک کا منظر دیکھا جا رہا ہو گا اور اس صورت میں میجر سام اور اس کے ساتھی فوری طور پر تابوت کو جہاز کے کسی خفیہ حصے میں چھپا کر اس کا مقابلہ کرنے کے لئے ڈیک پر پہنچ جاتے یا تابوت کو سمندر برد کر دیتے۔ اسی طرح عمران کی ساری جدوجہد رائیگاں جاتی اور وہ مغوی سفیر کو زندہ آزاد کرانے میں ناکام رہتا۔ چنانچہ اس نے پہلے کنٹرول روم پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا جس میں وہ کامیاب رہا تھا۔ کیپٹن ہیرس اور کنٹرول روم کا عملہ اس کے ریوالور کی زد میں تھے اور اب اسے میجر سام کا انتظار تھا۔ وہاں موجود چاروں افراد سے اسے زیادہ خطرہ نہیں تھا کیونکہ وہ بظاہر غیر مسلح تھے اور اگر ان کی جیبوں میں ریوالور موجود بھی تھے تو کسی کے حرکت کرنے سے پہلے ہی عمران کے ہاتھ میں موجود ریوالور اس کے جسم و جاں کا رابطہ منقطع کر سکتا تھا۔

تقریباً تین منٹ بعد کنٹرول روم کا دروازہ کھلا اور میجر سام جلدی سے اندر داخل ہوا ہی تھا کہ عمران نے یکدم اس کی کمر سے ریوالور لگاتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے دروازہ بند کر دیا تو میجر سام یکدم اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔

”کوئی حرکت مت کرنا میجر نام ورنہ کمر میں سوراخ کر دوں گا۔“

طنزیہ لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ تم پہلے ہمارے اسٹیر پر پہنچے تھے جہاں تم نے میرے دو ماتحتوں کو سمندر میں پھینکا اور اسٹیر پر چھپے رہے یا اس کے ساتھ پانی میں لٹکے رہے۔ اس کے بعد جہاز کے قریب پہنچ کر تم اسٹیر سے الگ ہو گئے اور چونکہ جہاز رکا ہوا تھا اس لئے کسی جانب سے جہاز پر چڑھ آئے۔ کیا غلط کہہ رہا ہوں“..... میجر سام نے عمران کو گھورتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

”تمہارا اندازہ نوے فیصد درست ہے میجر سام البتہ اسٹیر پر ہی یہ سب کچھ تمہاری سمجھ میں آ جاتا تو میں تمہیں دنیا کا ذہین ترین ایجنٹ سمجھتا۔ بہر حال تمہارے ساتھی کہاں ہیں“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا ”ڈائمنگ ہال میں۔ کیا ان اسٹیرز پر تمہارے آدمی آ رہے ہیں۔“ میجر سام نے اسکرین کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ دونوں اسٹیرز جہاز سے بہت کم فاصلے پر نظر آ رہے تھے۔

”ظاہر ہے۔ واپسی پر سینکڑوں کلومیٹرز کا فاصلہ تیرتے ہوئے تو طے نہیں کیا جاسکتا“..... عمران نے لا پرواہی سے کہا۔

”واپسی۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ تم یہاں سے زندہ واپس جاسکو گے“..... میجر سام نے طنزیہ انداز میں کہا۔

”یقین ہے تو تمہاری گردن تک پہنچا ہوں۔ اس کا ثبوت یہ ہے۔“ عمران نے ہنس کر کہا اور ساتھ ہی اس نے دوسرے ریوالور کا فائر کھول دیا تو دونوں آپریٹرز یکے بعد دیگرے کئے ہوئے درختوں کی طرح فرش پر

عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

”سٹ اپ۔ میرا نام میجر سام ہے۔ تم کون ہو“..... میجر سام نے غصیلے لہجے میں کہا اور چہرہ پیچھے موڑنے کی کوشش کی لیکن عمران نے جلدی سے ریوالور کی نال اس کے سینے سے لگا دی۔

”خبردار۔ ہاتھ بلند کر لو“..... عمران نے غراتے ہوئے کہا اور میجر سام کی داہنی جیب میں ہاتھ ڈال کر اس کا ریوالور نکال لیا۔

”کیا یہ تمہارا ماتحت مارشل ہے کیپٹن“..... میجر سام نے کیپٹن ہی کی طرف دیکھ کر کہا اور ہاتھ بلند کر لئے۔

”نہیں۔ یہ مارشل کی یونیفارم میں کوئی پاکیشیائی ہے“..... کیپٹن ہی نے عمران کو گھورتے ہوئے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”کیا۔ یہ کہاں سے آ گیا۔ اسٹیرز تو ابھی دور ہیں“..... میجر سام چونک کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میں بتاتا ہوں۔ تمہارے ماتحت کہاں ہیں“..... عمران نے جلد سے کہا اور میجر سام کے عقب سے دائیں طرف ہٹ کر اس پر ریوا تان لیا جبکہ میجر سام کے ریوالور کا رخ اس نے کیپٹن ہیرس کی طرف دیا۔ میجر سام نے عمران کی طرف غور سے دیکھا اور حیرت کی شدت اچھل پڑا۔

”علی عمران“..... میجر سام کے منہ سے حیرت کے مارے سر ہوئی آواز نکلی۔

”ہاں۔ کیا اب بتاؤں کہ میں یہاں کیسے پہنچا ہوں“..... عمران

تھی۔ وہ بری طرح تڑپنے لگا تھا۔ عمران نے ریوالور کا رخ میجر سام کی طرف کر دیا جو فرش سے اٹھ رہا تھا۔

”میجر سام۔ اب تم نے کوئی حرکت کی تو وہ تمہاری زندگی کی آخری حرکت ہو گی“..... عمران نے میجر سام کو گھورتے ہوئے درندگی بھرے لہجے میں کہا تو میجر سام کے چہرے پر پہلی مرتبہ خوف و دہشت کے تاثرات ابھرے آئے۔

”ہاتھ بلند کر لو اور کیپٹن ہیئرس۔ تم یہاں آ کر جوڑن کی سیٹ پر بیٹھ جاؤ“..... عمران نے سخت لہجے میں کہا تو میجر سام نے ہاتھ اٹھائے اور دیوار کے پاس پہنچ گیا۔ کیپٹن ہیئرس عمران کا حکم سن کر لرزے قدموں سے آگے بڑھا اور جوڑن کی کرسی کے پاس آ رکا۔ اسکرین پر نظر آنے والے دونوں اسٹیمر جہاز کے عقب میں پہنچ چکے تھے۔

”ڈیک پر موجود گارڈز اور عملہ کے افراد کو حکم دو کہ وہ سب دس سیکنڈ کے اندر اندر ڈاننگ ہال میں جمع ہو جائیں اور تمہارے ساتھ جشن منائیں“..... عمران نے کیپٹن ہیئرس سے تحکمانہ لہجے میں کہا تو میجر سام چونک پڑا۔

”جشن“۔ کیپٹن ہیئرس کے منہ سے بے اختیار حیرت بھری آواز نکلی۔

”ہاں جشن۔ خطرہ ٹل جانے کی خوشی میں شراب کا دور چلے گا۔ ہری اپ“..... عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا تو کیپٹن ہیئرس کے خوفزدہ چہرے پر عجیب سے تاثرات نمودار ہو گئے اور اس نے میز پر رکھا مائیک اٹھا لیا۔ عمران کے ریوالور کا رخ میجر سام کی طرف تھا جو الجھن بھری

ڈھیر ہو گئے۔ میجر سام کے سائینسٹ ریوالور کی گولیوں نے ان دونوں آپریٹرز کی کھوپڑیوں میں سوراخ کر دیئے تھے۔ ان کا انجام دیکھ کر جوڑن اور کیپٹن ہیئرس کے چہروں پر دہشت سے زردی پھیل گئی تھی۔

”اب تم کیپٹن ہیئرس کے پاس جا کر ٹھہرو“..... عمران نے میجر سام کو گھورتے ہوئے سخت لہجے میں کہا تو میجر سام کیپٹن ہیئرس کی طرف بڑھا لیکن دوسرے ہی لمحے وہ بجلی کی سی تیزی سے کسی پھر کی کی مانند اپنی ایڑیوں پر گھوما اور اس سے پہلے کہ عمران کچھ سمجھتا اس نے عمران کے بائیں ہاتھ پر ٹھوکر رسید کر دی۔ عمران کے ہاتھ سے ریوالور نکل کر اس کے عقب میں دیوار کے پاس جا گرا۔ میجر سام نے کوئی وقفہ کئے بغیر دوسرے پاؤں سے عمران کے پیٹ میں لات مار دی لیکن عمران پھرتی سے ایک جانب ہٹ گیا۔ میجر سام کا پاؤں ہوا میں پڑا اور وہ لڑکھڑایا ہی تھا کہ عمران نے اچھل کر اس کے پیٹ میں ٹھوکر جمائی اور میجر سام لڑکھڑا کر گرنے ہی لگا تھا کہ اس نے خود کو سنبھال لیا لیکن عمران کی دوسری ٹھوکر اس کے سینے میں پڑی تو وہ کراہتا اور لڑکھڑاتا ہوا پشت کے بل کیپٹن ہیئرس کے آگے زل پڑا جا گرا۔ ٹھیک اسی لمحے جوڑن نے دیوار کے پاس گرے ہوئے ریوالور کی طرف جست لگا دی لیکن عمران غافل نہیں تھا اس کے سیدھے ہاتھ میں موجود ریوالور نے شعلہ لگا اور جوڑن ریوالور تک پہنچنے سے پہلے ہی کر بناک چیخ کے ساتھ فرش بوس ہوتا چلا گیا۔

بے آواز ریوالور کی گولی نے جوڑن کے پہلو میں کھڑکی کھول دی

نگاہوں سے عمران کی طرف دیکھ رہا تھا۔ شاید وہ عمران کی بات کا مطلب سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کیپٹن ہیرس نے مائیکروفون آن کیا اور بولے لگا۔

”ہیلو۔ میں کیپٹن ہیرس بول رہا ہوں۔ ڈیک پر اور نیچے موجود تھا۔ گارڈز اور عملہ کے ارکان دس سینکڑ کے اندر اندر ڈانگ ہال میں پکڑ جائیں اور میرے ساتھ خطرہ ٹل جانے کا جشن منائیں“..... کیپٹن ہیرس نے کہا اور جیسے ہی اس نے مائیکروفون آف کیا، عمران کا بایاں ہاتھ حرکت میں آ گیا۔ کھڑی ہتھیلی کی مخصوص ضرب کیپٹن ہیرس کی گردن پڑی اور وہ چیخے تڑپے بغیر بے جان ہو کر فرش پر گر گیا تو میجر سام چہرہ خوف سے تاریک ہو گیا۔

”تم۔ تم نے کیپٹن کو ختم کر دیا“..... میجر سام کے حلق سے دہشت زدہ سی آواز نکلی۔

”ہاں۔ نمبر تو تمہارا تھا لیکن پہلے وہ مر گیا“..... عمران نے سرد لہجے میں کہا اور دونوں ہاتھ کرسی کی آڑ میں جھکا کر وائچ ٹرانسمیٹر کا ونڈیٹر باہر کھینچ لیا اور پھر فوراً ریوالور ہی میجر سام پر دوبارہ تان لیا۔

”اب تم دیوار کی طرف منہ کر لو میجر سام۔ اگر تم نے پھر مزاحمت کرنے کی کوشش کی تو اس مرتبہ موت کا فرشتہ تمہیں نہیں چھوڑے گا“۔

عمران نے میجر سام کو وارننگ دیتے ہوئے کہا تو میجر سام نے گھبرا کر دیوار کی طرف رخ کیا اور عمران وائچ ٹرانسمیٹر والا ہاتھ کرسی کی آڑ سے نکالے بغیر صفر کو کال کرنے لگا۔

ایم ٹی جیوش کے عقب میں پہنچنے والے دونوں اسٹیمرز کی روشنیاں بجھی ہوئی تھیں۔ اگلے اسٹیمر میں ڈرائیور کے علاوہ سیکرٹ سروس کے ممبر صفر اور چوہان تھے جبکہ دوسرے کوئٹ گارڈ کے اسٹیمر میں تنویر، خاور، صدیقی اور ڈرائیور تھا۔ صفر کی ہدایت پر تنویر، خاور اور صدیقی اپنا اسٹیمر قریب لا کر صفر اور چوہان کے اسٹیمر پر آ گئے۔ وہ مشین گنوں سے مسلح تھے جبکہ صفر اور چوہان کے پاس صرف ریوالور تھے۔ صفر نے اپنے اسٹیمر کا رسہ جہاز کے بیرونی گول کڑے سے باندھا اور پھر عمران کے سگنل کا انتظار کرنے لگا۔ جہاز کے عرشہ پر کوئی شخص نظر نہیں آ رہا تھا۔ دونوں اسٹیمرز کے انجن بند تھے اور اب انہیں جہاز کھینچ رہا تھا۔ پانچوں ممبرز کسی متوقع خطرے کے پیش نظر ہاتھوں میں مشین گنیں اور ریوالور لئے الٹ کھڑے تھے۔ صفر کی ہدایت پر اسٹیمر کا ڈرائیور کیبن میں جا بیٹھا تھا تاکہ فائرنگ ہو تو ڈرائیور محفوظ رہے۔

جہاز اپنی مخصوص رفتار سے آگے بڑھ رہا تھا۔ تقریباً دو منٹ بعد صفدر کے وایج ٹرانسمیٹر پر سگنل ہوا تو صفدر تیزی سے مڑ کر کیبن کی طرف بڑھا اور وایج ٹرانسمیٹر آن کر کے کیبن کے عقب میں آ گیا۔ وہاں لہروں کا شور کم تھا۔

”ہیلو صفدر۔ عمران کا لنگ۔ اور“..... وایج ٹرانسمیٹر نے عمران کی آواز بلند ہوئی اور فوراً ہی ہدایات دینے لگا۔

”فورا اوپر پہنچو۔ ڈیک پر کوئی نہیں ہے۔ تمام گارڈز اور عملہ ڈائننگ ہال میں موجود ہیں اور میں کنٹرول روم میں میجر سام کی نگرانی کر رہا ہوں۔ تم لوگ ڈائننگ ہال والوں کو کور کر لو۔ جو مزاحمت کرے اسے ختم کر دو۔ کوئی شخص ڈائننگ ہال سے نکلنے نہ پائے۔ اور اینڈ آل“۔ عمران نے آخر میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو صفدر کیبن سے باہر آیا اور وایج ٹرانسمیٹر آف کر کے اپنے ساتھیوں کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے ممبرز کو عمران کی ہدایات کے بارے میں بتایا اور پھر وہ پانچوں رسوں کے ذریعے جہاز کے عرشہ پر پہنچ گئے۔

ڈیک پر دیرانی تھی۔ تمام ممبرز تیزی سے آگے بڑھنے لگے۔ ان کا رخ جہاز کے نچلے حصے میں جانے والی سیڑھیوں کی طرف تھا۔ سیڑھیوں کے قریب پہنچ کر وہ محتاط ہو گئے اور سیڑھیاں اترنے لگے۔ نیچے راہداری میں کوئی نہ تھا۔ وہ لوگ راہداری کے اختتام پر واقع دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔ صفدر سب سے آگے تھا لیکن جیسے ہی وہ بند دروازے کے قریب پہنچے، اچانک دروازہ کھلا اور ماسی گیروں کے لباس میں ایک شخص

باہر آیا لیکن صفدر اور اس کے ساتھیوں پر نظر پڑتے ہی ایک لمحے کے لئے اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا لیکن اس سے پہلے کہ اس کا ہاتھ باہر آتا، صفدر کے سائیلنسر ڈریوالور نے شعلہ اگلا اور وہ چیخ مار کر فرش پر گرنا چلا گیا۔ گولی نے اس کے سینے میں سوراخ کر دیا تھا۔

صفدر تیزی سے آگے بڑھا اور دروازے سے اندر داخل ہوا۔ یہ ڈائننگ ہال تھا جس میں تقریباً پچیس افراد کرسیوں پر بیٹھے دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ یقیناً انہوں نے مرنے والے کی چیخ سن لی تھی۔ صفدر اور اس کے ساتھیوں کو دیکھتے ہی ان میں سے کئی افراد اچھل کر کھڑے ہو گئے مگر صفدر کے ساتھیوں نے فوراً مشین گنیں تان لیں۔

”خبردار۔ کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔ کسی نے ہتھیار نکالنے کی کوشش کی تو مارا جائے گا“..... صفدر نے چیختی ہوئی آواز میں کہا اور ساتھ ہی ایک آدمی پر فائر کر دیا جس نے کندھے سے مشین گن اتارنے کی کوشش کی تھی۔ وہ شخص چیخا ہوا گر گیا۔

”سب لوگ ہاتھ بلند کر لیں۔ جہاز پر کوسٹ گارڈز کا قبضہ ہے۔“ صفدر نے دوبارہ وارننگ دیتے ہوئے کہا تو ہال میں موجود تمام افراد نے خوفزدہ ہو کر ہاتھ بلند کر لئے۔ صفدر کے اشارے پر چوہان ہال سے ملحقہ کچن کے دروازے کے پاس، تنویر انجن روم کو جانے راستے والے پر اور خاور ایک جانب بنے کاؤنٹر کے قریب جا کھڑا ہوا۔ اسی لمحے ہال میں ایک بھاری آواز سنائی دی۔

”مارکر۔ کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟..... ہال میں نصب کسی اسپیکر سے آواز سنائی دی۔

”یس باس“..... جواب میں ایک میز پر بیٹھے ایکریمین شخص نے جلدی سے کہا۔

”جہاز پر پاکیشیائی پولیس اور کوسٹ گارڈز نے قبضہ کر لیا ہے اور میں بھی ان کی حراست میں ہوں۔ ہم اپنے مشن میں ناکام ہو چکے ہیں لہذا مزاحمت کرنا بے کار ہے۔ ان لوگوں کے حکم کی تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ پولیس ہمیں اسی جہاز میں پاکیشیا لے جانا چاہتی ہے جہاں ہمیں ہمارے سفارت خانے کے سپرد کر دیا جائے گا اور ہمارا سفیر ہمیں ایکریمیما بھجوا دے گا لیکن اگر ہم میں سے کسی نے مزاحمت کرنے اور فرار ہونے کی کوشش کی تو پولیس ہمیں قتل کر دے گی اس لئے اپنے ساتھیوں سمیت ہتھیار پھینک کر خود کو پولیس کے حوالے کر دو۔ جہاز کا عملہ اور گارڈز انجن روم میں چلے جائیں اور وہاں کیپٹن ہیرس کے آئندہ حکم تک موجود رہیں ورنہ انہیں ہلاک کر کے پاکیشیائی خود کنٹرول سنبھال لیں گے“..... آواز دوبارہ ہال میں سنائی دی تو صفدر کے ساتھی حیران رہ گئے۔ وہ سمجھ گئے کہ بولنے والا میجر سام نہیں بلکہ عمران ہے جس نے مارکر کو ہدایات دی تھیں۔

”تم لوگوں نے میجر سام کا حکم سن لیا ہے۔ اب اپنے ہتھیار فرش پر ڈال کر دیوار کے پاس کھڑے ہو جاؤ“..... صفدر نے مارکر نامی شخص سے تحکمانہ لہجے میں کہا تو مارکر اور اس کے ساتھی جو کہ ماہی گیروں کا لباس

پہنے ہوئے تھے، اپنے ریوالور اور مشین گنیں فرش پر ڈال کر وہ مردہ قدموں سے چلتے ہوئے دیوار کی طرف بڑھنے لگے جبکہ جہاز کے گارڈز نے بھی ہتھیار پھینکے اور باقی عملہ کے ساتھ انجن روم کی طرف بڑھنے لگے۔ انجن روم کے راستے کے قریب کھڑے تنویر کی مشین گن کا رخ انہی افراد کی جانب تھا جبکہ صدیقی اور خادر، میجر سام کے ماتحتوں پر نگاہیں جمائے کھڑے تھے۔ چند لمحوں بعد ہال میں صرف میجر سام کے چہ ماتحت رہ گئے جو صفدر اور اس کے ساتھیوں کی طرف خوفزدہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ صفدر، عمران کے اگلے حکم کا منتظر تھا۔ وہ میجر سام کی ہدایات سن کر سمجھ گیا تھا کہ عمران نے ہی میجر سام کی آواز میں مارکر سے بات کی تھی۔

تقریباً تین منٹ بعد ہال کا دروازہ کھلا اور میجر سام ہاتھ اٹھائے اندر آیا تو صفدر نے جلدی سے ریوالور کا رخ اس کی جانب کر دیا۔ میجر سام کے عقب میں جہاز کے گارڈ کی وردی میں ایک شخص تھا جس نے میجر سام کی کمر سے ریوالور لگا رکھا اور اسے دیکھ کر میجر سام کے ماتحت بے اختیار چونک پڑے۔ وہ عمران کو پہچانتے تھے۔

”میجر سام۔ اپنے ساتھیوں کے پاس چلے جاؤ“..... عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا تو میجر سام اپنے ماتحتوں کی طرف بڑھا لیکن جیسے ہی وہ صدیقی کے قریب سے گزرنے لگا، اس نے پھرتی سے ہاتھ گراتے ہوئے صدیقی کی مشین گن پکڑ کر اپنی جانب کھینچی اور پھر یکدم صدیقی کو دبوچ کر اس کی گردن کے گرد بازو پٹیٹ لیا۔ صدیقی اس حملہ کے لئے

بالکل تیار نہ تھا اور نہ ہی اسے توقع تھی اس لئے اس کے سنہلنے سے پہلے ہی میجر سام نے اس کی پشت اپنے سینے سے لگا لی اور اس کی گردن پر بازو کی گرفت سخت کر دی۔

”عمران۔ اپنے ساتھی کی زندگی چاہتے ہو تو ہتھیار پھینک کر ہاتھ بلند کرو“..... میجر سام نے زخمی بھڑیے کی طرح غراتے ہوئے کہا۔

”میجر سام۔ میں نے تمہیں وارننگ دی تھی کہ تم نے حرکت کی تو تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا“..... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

”شٹ اپ۔ اب میں وارننگ دے رہا ہوں۔ تم اور تمہارے ساتھی ہتھیار پھینک دیں۔ ہری اپ“..... میجر سام نے عمران کو گھورتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ اوکے۔ خفا کیوں ہوتے ہو میجر سام“..... عمران نے جلدی سے سر ہلاتے ہوئے اور ریوالور پھینک دیا مگر ٹھیک اسی لمحے صدیقی نے اپنا دابنا پاؤں اٹھا کر پوری قوت سے اپنے بوٹ کی ایڑھی عقب میں میجر سام کی پینڈی پر دے ماری تو میجر سام کے حلق سے تیز کراہ نکلی اور صدیقی کی گردن پر اس کے بازو کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ صدیقی پھرتی سے مڑا اور اس نے میجر سام کے چہرے پر سر کی ٹکر رسید کر دی۔ تو میجر سام کراہتا ہوا پیچھے کی جانب لڑکھڑایا۔ میجر سام کے ماتحتوں نے جلدی سے ہاتھ گرائے اور آگے بڑھے۔ اسی لمحے میجر سام نے سنہل کر صدیقی پر جست لگا دی۔

”تنویر، خاور۔ بھون ڈالو انہیں“..... عمران نے یکدم درندگی بھرے لہجے میں کہا تو تنویر اور خاور کی مشین گنوں نے بیک وقت قہقہے لگائے اور میجر سام کے تمام ساتھی چیختے ہوئے گر گئے۔ صدیقی نے جھکائی دبے کر خود کو میجر سام کی زد میں آنے سے بچایا اور میجر سام منہ کے بل ایک کرسی سے جا ٹکرایا۔ صدیقی تیزی سے اس کی طرف لپکا۔

”بس کرو۔ یہ میرا شکار ہے“..... عمران نے جلدی سے کہا اور میجر سام کی طرف بڑھا جو کہ کرسی سے ٹکرا کر فرش پر گر کرنے کے بعد اٹھ رہا تھا۔ عمران نے قریب پہنچتے ہی اس کے پہلو میں زور دار ٹھوکر جمائی اور میجر سام کراہتا ہوا دوبارہ گر گیا۔

”سنو میجر سام۔ اب تم تباہ رہ گئے ہو اور میں چاہوں تو ایک ہی ہاتھ سے تمہاری گردن توڑ سکتا ہوں لیکن ایکری میا اور اسرائیل کی سازش بے نقاب کرنے کے لئے میں فی الحال تمہیں زندہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ تم دنیا کے سامنے اپنے جرم کا اقرار اور اسرائیلی پلان بیان کرو“..... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا اور یکدم جھک کر میجر سام کی کنپٹی پر زور دار مکارسید کر دیا۔ میجر سام کے حلق سے کراہ نکلی اور پھر اس نے ہاتھ پاؤں ڈال دیئے۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

”صفدر۔ تم بھی اس کار خیر میں اپنا حصہ ڈالو“..... عمران نے صفدر کی طرف دیکھ کر مخصوص انداز میں کہا۔

”میں سمجھا نہیں عمران صاحب“..... صفدر نے چونک کر کہا۔

”ریوالور سے اس کی کھوپڑی بجاد اور اٹھا کر لے چلو اپنے اسٹیر

عمران نے ہدایات دیتے ہوئے کہا تو خاور اور تنویر اپنی جیبوں سے چھوٹے چھوٹے نام بم نکال کر ان پر وقت ایڈجسٹ کرنے لگے۔ جہاز کے انجن روم میں موجود گارڈز اور عملہ کے افراد ان کی کارروائی سے بے خبر تھے۔ چند منٹ بعد عمران سمیت سیکرٹ سروس کے ممبرز اپنے اسٹیمر پر پہنچ چکے تھے اور تابوت کیبن میں رکھ دیا گیا تھا۔ عمران کے اشارے پر صفدر نے جہاز سے بندھا ہوا رسہ کھولا اور جہاز ان سے دور ہوتا چلا گیا۔ صفدر کی ہدایت پر اسٹیمر ڈرائیور نے انجن اسٹارٹ کئے اور پھر پاکیشیا کی طرف روانہ ہوئے تو عمران نے کیبن میں آ کر ٹرانسمیٹر پر بلیک زیرو سے رابطہ قائم کیا اور اسے ہیلی کاپٹر بھجوانے کے بارے میں ہدایات دینے لگا۔

ختم شد

علی عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کا ہنگامہ خیز ایڈ ونچر

مصنف
صفدر شاہین

بلا سنڈ آپریشن

مکمل ناول

جلد شائع ہو رہا ہے

Mob
0333-6106573
0336-3644440
0336-3644441
Ph 061-4018666

ارسلان پبلی کیشنز / اوقاف بلڈنگ
ملتان پاکستان گیٹ

E Mail Address arsalanpublications@gmail.com

”پ۔ عمران نے مسکرا کر کہا۔
”تو کیا ہم اس جہاز پر واپس نہیں جائیں گے“..... تنویر نے جلدی سے پوچھا۔
”نہیں پیارے۔ اگر تمہیں جہاز پر سفر کرنے کا شوق ہے واپس وطن پہنچ کر وہاں سے بحری جہاز کے ذریعے حج کرنے چلے جانا۔ شوق بھی پورا ہو جائے گا اور عاقبت بھی سنور جائے گی“..... عمران نے شوخ لہجے میں کہا تو تنویر نے برا سا منہ بنا لیا اور باقی ممبرز بے اختیار مسکرانے لگے۔

”عمران صاحب۔ کیا یہ جہاز اب واپس اسرائیل جا رہا ہے۔“ چوہان نے مسکرا کر کہا۔

”جا تو رہا ہے لیکن کیا معلوم اپنی منزل پر پہنچے گا بھی یا نہیں۔“ عمران نے ٹھنڈا سانس لیتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب۔ کیا آپ کو شبہ ہے“..... خاور نے چونک کر کہا۔
”ہاں۔ کیونکہ کنفیوشس نے کہا تھا کہ جن کو ڈوبنا ہوتا ہے وہ ساحل پر بھی ڈوب جاتے ہیں۔ بہر حال اب تم لوگ وقت ضائع نہ کرو۔ تنویر اور تم چند نام بموں پر نصف گھنٹے کا وقت ایڈجسٹ کر کے جہاز کے مختلف حصوں میں ڈال دو۔ صدیقی اور چوہان مغوی سفیر کا تابوت اٹھا کر لے چلیں۔ تابوت ایک کیبن میں رکھا ہے۔ ہم کچھ دیر اسٹیمر پر سفر کریں گے۔ باقی سفر کے لئے میں ہیلی کاپٹر طلب کر لوں گا۔ شوگرانی سفیر بے ہوش ہے۔ اسے پاکیشیا پہنچ کر تابوت سے نکالا جائے گا۔ ہری اپ۔“

عمران سیریز میں ایک ناقابل فراموش حیرت انگیز اور یکسر منفرد انداز کا دلچسپ ناول

مکمل ناول

جی فور

مصنف
ظہیر احمد

سو پر فیاض = جو عمران کو ٹیکنی کلر لباس میں دیکھنے کے باوجود اس کے سامنے بچھا جا رہا تھا۔ کیوں؟

سو پر فیاض = جس نے بن مانگے ہی عمران کو لاکھوں روپے کے چیک کاٹ کر دینے شروع کر دیئے۔ کیوں؟

سو پر فیاض = جس نے ایک ایسا جرم کیا تھا جس کی پاداش میں عمران اسے گولی مار دینا چاہتا تھا۔ مگر؟

جی فور = اسرائیل سے فرار ہونے والے چار سائنس دان جو اسرائیل سے ایک مشین کے پرزے اور ایک یونیک فارمولے لے کر پاکستان پہنچ گئے تھے۔

جی فور = جنہیں پاکستان نے نہ صرف تحفظ دیا تھا بلکہ انہیں ہمیشہ کے لئے پاکستان کی شہریت اور پاکستانی کام کرنے کی اجازت بھی دے دی گئی تھی۔

گرین ایجنسی = اسرائیل کی ایک طاقتور ایجنسی جس کے ایجنٹ پاگلوں کا طرح جی فور کو پاکستان میں ہر جگہ تلاش کرتے پھر رہے تھے۔

گرین ایجنسی = جس کے ایجنٹ کوششوں کے باوجود جی فور کا پتہ نہیں لگ سکے تھے۔ مگر؟

کلارک = گرین ایجنسی کا ایک ماسٹر مائنڈ ایجنٹ جس نے ایک ہی دن میں

نہ صرف جی فور کے ایک رکن کا پتہ بھی لگا لیا بلکہ اسے اغوا کرنے میں بھی کامیاب ہو گیا۔ کیسے؟

عمران اور ٹائیگر = جن پرڈیو کران فلیش کا وار کیا گیا جس سے عمران اور ٹائیگر کے زندہ بچنے کے امکانات ہمیشہ کے لئے معدوم ہو گئے۔ کیوں؟

پاکیشیا سیکرٹ سروس = جو اپنے چیف کے حکم سے ایک اسرائیلی ایجنٹ ہیڈمر کو اغوا کرنے کے لئے بلیک ڈائنڈ کلب میں گئی۔ مگر؟

ہیڈمر = جس نے پاکستانی سیکرٹ سروس کے ممبران کے سامنے فارنگ اسکوادر کھڑا کر دیا اور پھر ممبران پر گولیاں برسا دی گئیں۔

عمران = جو کلارک اور اس کے ساتھیوں کی پلاننگ سے باخبر تھا اور جانتا تھا کہ اسرائیلی ایجنٹ جس ٹھکانے پر موجود ہیں وہاں انہوں نے عمران اور اس کے ساتھیوں کے لئے جگہ جگہ موت کے پھندے پھیلا رکھے ہیں لیکن اس کے باوجود عمران وہاں اپنے ساتھیوں کے ساتھ جا پہنچا۔ کیا عمران اور اس کے ساتھی اسرائیلی ایجنٹوں کے پھیلے ہوئے ان موت کے پھندوں سے بچ سکے۔ یا؟

جی فور = کہاں تھے۔ کیا اسرائیلی ایجنٹ ان تک پہنچ سکے۔ یا؟

کیتھ = گرین ایجنسی کی لیڈی ایجنٹ جو ٹائیگر پر مٹی تھی لیکن ٹائیگر نے اسے اپنے ہی ہاتھوں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ کیوں؟

عمران = جس کا مقابلہ کلارک سے ہوا اور وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے پہاڑوں کی طرح جم گئے۔ پھر کیا ہوا؟

جی فور = کہاں تھے۔ کیا اسرائیلی ایجنٹ ان تک پہنچ سکے۔ یا؟

کیتھ = گرین ایجنسی کی لیڈی ایجنٹ جو ٹائیگر پر مٹی تھی لیکن ٹائیگر نے اسے اپنے ہی ہاتھوں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ کیوں؟